مجلس ذکر

منعقدہ ۳ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۶ر دسمبر ۱۹۵۷ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی
بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ
اما بعد ۔ آج کی معروضات کا عنوان ہے :-

اِنسان کامل

عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کامل کون ہے ۔ کس شخص کو انسان کامل کہا جا سکتا ہے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کامل وہ ہے جو فانی عن مراد نفسہ باقی بمراد اللہ تعالےٰ ہو ۔ یعنی اس کی ذاتی مرضی کوئی نہ ہو ۔ اس کی ہر نقل و حرکت ۔ اس کی نشست و برخاست ۔ اس کا ہر عمل حیات اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت نظر آئے ۔ جس طرح نکاح کرکے جب ہم بیوی گھر میں لاتے ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمہ تن ہماری ہو کر رہے ۔ جیسے ہم نے اس کو مدۃ العمر کے لئے اپنا لیا ہے ۔ وہ بھی مدۃ العمر کے لئے ہماری ہو کر رہے ۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ بھی یہی چاہتے ہیں کہ اس کا بندہ ہو کر انسان کسی اور سے دل نہ لگائے اور اس کے نفس کی کوئی ذاتی خواہش باقی نہ رہنے پائے ۔

سورہ الانعام کے آخری رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں کہ اپنی زندگی کے نصب العین کا اعلان فرما دیجئے ۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

(سورہ الانعام رکوع ۲۰ پ ۸) ترجمہ :- کہہ دو میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے ۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں ۔

گویا حضورؐ کی زندگی کا آخری لمحہ تک اللہ تعالےٰ کے لئے ہے ۔ یعنی آپ کی ساری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کے لئے نہیں ہے ۔ بلکہ آپؐ کی موت بھی اللہ تعالےٰ کے راستہ میں زندگی صرف کرتے ہوئے آئے گی ۔ اور یہی ہر مسلمان کلمہ گو کی زندگی کا نصب العین ہونا چاہیئے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم آپؐ کو نمونہ بنائیں ۔ اور اس میں نمبر اوّل زندگی کا نصب العین آئے گا ۔

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ الآیہ (سورہ الاحزاب رکوع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ :- البتہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھا نمونہ ہے ۔

انسان کامل کے راستہ میں جو حجابات اور رکاوٹیں آتی ہیں ۔ وہ بھی سن لیجئے ۔ قرآن مجید میں ان کا بھی ذکر آتا ہے ۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَۃِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّۃِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ۚ وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

(سورہ آل عمران رکوع ۲ پ ۳)

ترجمہ :- لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے ۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے ۔

انسان کی خواہشات نفسانی اس کی تکمیل کے راستہ میں رکاوٹیں بنتی ہیں ۔ ان خواہشات نفسانی میں نمبر اوّل بیوی کا ذکر فرماتے ہیں ۔ بیوی بڑی پیاری ہوتی ہے ماں جس نے جنا اور پالا وہ یاد ہی نہیں رہتی ۔ شادی کے بعد بیوی محبوب اور ماں نظر انداز ہو جاتی ہے ۔ یہ علامات قیامت میں سے ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ھما جنتک ونارک (ترجمہ ۔ یہ دونوں (ماں اور باپ) تیری جنت اور دوزخ ہیں) ان کو راضی رکھو گے تو ان کی دعاؤں سے جنت ملے گی ۔ اور ان کو ناراض کیا تو ان کی بد دعاؤں سے دوزخ میں ڈالے جاؤ گے ۔ آج کل بکثرت ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ بیوی آئی اور بیٹے کو ماں سے جدا کرکے لے گئی ۔ ماں منہ دیکھنے کو ترستی رہتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ تو انسان کی رگ رگ کو جانتا ہے ۔ اس لئے اس نے حجابات میں نمبر اوّل بیوی کا ذکر فرمایا ۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھے بیٹھے فرمایا رَغِمَ اَنْفُہٗ رَغِمَ اَنْفُہٗ یہ عرب میں محاورہ ہوگا ۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ بہت برا ہے وہ ۔ یہ ترجمہ نہیں ہے ۔ صحابہ کرامؓ کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ وہ شخص بہت برا ہے ۔ جس نے بڑھاپے میں اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کو پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہوا ۔ یعنی اگر ان کی خدمت کرکے دعائیں لیتا تو یقیناً جنت میں جا سکتا تھا ۔ اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آنے اور مسجد کی ٹوٹی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھنے سے ان باتوں کا علم ہوتا ہے ۔ یہ باتیں دفاتر میں ، عدالتوں میں اور دکانوں پر کون سناتا ہے ۔

اس کے بعد اولاد کا ذکر آتا ہے ۔ وَالْبَنِیْنَ اولاد بڑی پیاری ہوتی ہے ۔ سردی کا موسم آیا تو بیٹوں کے لئے گرم کوٹ آ رہے ہیں ۔ سویٹر اور جرابیں یا تو بنی بنائی بازار سے آ رہی ہیں ۔ یا گھر میں تیار ہو رہی ہیں ۔ ماں باپ کا پتہ ہی نہیں کہ وہ سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں اور ان کو بھی گرم کپڑوں کی ضرورت ہے ۔

بیوی اور بچوں کی خواہشات پورا کرنے کے لئے روپیہ چاہیئے ۔ پھر روپیہ کمانے کی فکر ہوگی ۔ ان دونوں کے بعد سونے چاندی کے ذخیرہ خزانوں کا ذکر فرمایا والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ

موٹریں تو اب بنی ہیں ۔ پہلے تو سواری کے لئے گھوڑے ہی ہوتے تھے اس لئے ان کا بھی ذکر فرما دیا وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَۃِ ۔ بیوی بچوں کے لئے دودھ کے لئے بھینس چاہیئے تو وَالْاَنْعَام کا ذکر فرما دیا ۔ گھوڑوں اور بھینسوں کے لئے چارہ چاہیئے ۔ شہروں میں تو چارہ بکتا ہے دیہات میں نہیں بکتا ۔ چارہ کے لئے کھیتی چاہیئے ۔ تو وَالْحَرْث فرما دیا ۔ یہ

رکاوٹیں ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ سب چیزیں دُنیا کی زندگی کے لئے سامان ہیں مرنے کے بعد ان میں سے کوئی چیز کام نہ آئے گی۔ ان فانی چیزوں کو مقصود بالذات بنانا اور خداداد قوتوں کو ان پر صرف کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کو تعلقات دُنیاوی کا کلوروفارم سنگھایا گیا ہے۔ اس کو عربی میں تخدیر کہتے ہیں۔ جس طرح کلوروفارم سنگھانے کے بعد ڈاکٹر ٹانگ کاٹ دیتا ہے۔ مگر مریض کو اپریشن کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ جب کلوروفارم کا اثر زائل ہو جاتا ہے تو پھر وہ تکلیف محسوس کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح انسان کی رُوحانیت پر چرکے لگتے رہتے ہیں لیکن تخدیرِ تعلقات کی بنا پر محسوس نہیں کرتا۔ مرنے کے بعد تخدیر دُور ہو جائیگی تو پتہ چلے گا۔ کہ میرا کوئی نہیں سب غدار نکلے۔ نہ بیوی نہ اولاد اور نہ کوٹھی ساتھ آئی۔ جن کے لئے ایمان گنوایا تھا۔ کوئی ساتھ نہیں آیا یہ بجائے خود عذاب ہے۔ اب یہ وسعت حسرت ملے گا۔ مگر کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ کسی اللہ والے نے اس شعر میں ہمیں یہی سبق دیا ہے۔

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
کہ بہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

سمندر میں یہ نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ ایک پرندہ سمندر میں بیٹھا ہے ایک موج آئی اور اُس کے اوپر سے گذر گئی۔ اسی طرح دوسری تیسری اور چوتھی موج گذرتی جاتی ہے۔ مگر وہ پرندہ جہاں بیٹھا تھا۔ وہیں بیٹھا رہتا ہے۔ جب اُڑنا چاہتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے پروں کو پانی چھوا تک نہیں۔ اگر آدمی ہوتا تو موجیں اس کو دو چار میل پرے اُٹھا کر پھینک دیتیں

ان معروضات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گھر میں جا کر بیوی سے لڑائی شروع کر دو۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ سب میں رہو لیکن دل فقط اللہ تعالیٰ سے لگاؤ۔ بیوی کو ہم اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضامن بنا کر لائے ہیں۔ حضورؐ کے خطبۂ مسنونہ اور قرآن مجید کی چند آیتوں نے اس کو ہمارے لئے حلال کر دیا۔ ان دونوں کو راضی کرنے کے لئے ہم بیوی کی دلجوئی کریں گے۔ بیوی اور اولاد کے متعلق ہماری کچھ ذمہ داری ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَھْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۝ (سورہ التحریم رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر فرشتے سخت دل قوی ہیکل مقرر ہیں وُہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جو وُہ اُنہیں حکم دے اور وُہ وہی کرتے ہیں جو اُنہیں حکم دیا جاتا ہے۔

بیوی بچوں کو کھلانا۔ پلانا۔ پہنانا بیمار ہو جائیں تو علاج کرانا کافی نہیں ان کو دین کی تعلیم دلانی بھی ہمارے ذمہ ہے۔ اسی راستہ پر چل کر وُہ دوزخ سے بچ سکیں گے۔ دُوسری جگہ فرماتے ہیں۔

وَاْمُرْ اَھْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا ۭ لَا نَسْـَٔـلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی ۔ (سورہ طٰہٰ رکوع ۸ پ ۱۶)

ترجمہ:۔ اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کر اور خود بھی اس پر قائم رہ۔ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے۔ ہم تجھے روزی دیتے ہیں۔ اور پرہیزگاری کا انجام اچھا ہے۔

تیری تربیت تیرے والدین نے کی تھی اور تجھ سے تیری اولاد کی تربیت کرانا چاہتے ہیں۔ ورنہ قیامت کے دن یہی اولاد تجھ پر لعنتیں بھیجے گی۔

وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا۝ رَبَّنَآ اٰتِھِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْھُمْ لَعْنًا كَبِیْرًا۝ (سورہ الاحزاب رکوع ۹ پ ۲۲)

ترجمہ اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا۔ سو انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔ اے ہمارے رب ان کو دُگنا عذاب دے اور ان پر بڑی۔ لعنت کر۔

جن لڑکوں اور لڑکیوں کو بی اے تک پڑھاتے ہو اور دین نہیں سکھلاتے وہ قیامت کے دن بد دُعائیں دیں گی۔ ہر ایک سے اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے حسنِ سلوک کیجئے اور سب کو صفائی کے گواہ بنائیے۔ آپ ان سے اس طرح تعلق رکھیں گے تو مرنے کے بعد وہ آپ کو نیکی سے یاد کریں گے۔

عوام الناس تو بجائے خود رہے۔ علماء میں بھی یہ رنگ نہیں پیدا ہوتا اگرچہ ان کا درجہ آپ سے بہت بلند ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادناکم۔ (ترجمہ عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے۔ جس طرح میری تم میں سے ایک ادنےٰ پر)

میں ان سے کہا کرتا ہوں۔ ع

بچے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو تو اہلِ علم پر بھی رنگ نہیں چڑھتا صحبت میں بے ساختہ رنگ چڑھتا ہے۔ پہلے میں نے موانع اور اس کے بعد ان کا علاج عرض کیا ہے۔ میں آپ کے لئے دُعا کرتا ہوں اور آپ میرے لئے دُعا کریں۔ میں آپ کی دُعاؤں کا محتاج ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو فانی عن مراد نفسہ باقی بمراد اللہ تعالیٰ کی نعمت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

درس قرآن
مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۷ء

منافقین کا جھوٹا ایمان

مرتبہ
محمد مقبول عالم بی اے
لاہور

فرمودہ حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ (۱:۶۳)

ترجمہ:۔ جب آپ کے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک آپ اس کے رسول ہیں۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ ابیشک منافق جھوٹے ہیں۔

درجہ تفسیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے۔ وہاں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک کھلم کھلا مسلمان اور دوسرے کھلم کھلا کافر۔ مسلمان تھوڑے تھے اور کافر زیادہ۔ وہ مخالفت کرتے تھے۔ آخر ہجرت ہوئی اور آپؐ مدینہ تشریف لائے۔ یہاں اکثریت مسلمانوں کی تھی جو انصار کہلائے وہ زمیندار تھے۔ یہودی بھی تھے جو تجارت پیشہ تھے اب آپؐ فقیری میں شاہی شان کے مالک ہوئے۔ فوج بھی تھی۔ سزا بھی دے سکتے تھے۔ بعض کمزور طبیعت کے لوگ تھے جو کھلم کھلا عداوت کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے بظاہر کلمہ پڑھ لیا۔ دل سے ایمان نہیں لائے۔ یہ منافقین کی نئی جماعت پیدا ہوئی۔ ان کا سردار عبداللہ بن ابی تھا۔ اس کے دل میں رقابت پیدا ہوئی۔ وہ جاہ طلب تھا۔ اس نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے میری تو عزت گئی۔ اسکی برادری مسلمان ہوئی۔ تو اسے بھی مسلمان ہونا پڑا۔ لیکن دل سے ایمان نہ لایا دل میں ایمان نہ ہو اور ایمان کا دعوے کریں تو اللہ تعالے رد کر دیتے ہیں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ (سورۃ الحجرات رکوع ۲ پ ۲۶)

ترجمہ:۔ بدویوں نے کہا۔ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ کہہ دو تم ایمان نہیں لائے لیکن تم کہو کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

ظاہری اعمال کرنے کا نام اسلام ہے۔ اور دل سے ماننے کا نام ایمان ہے۔ غرض منافقین کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد پیدا ہوئی اور ان کے سردار میں رقابت کا مرض پیدا ہوا کہ میری چودہراہٹ گئی۔ جھگڑا تو سارا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تھا۔ بظاہر کلمہ پڑھا۔ لیکن دل سے ایمان نہ لائے۔

قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ (ترجمہ (کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں)۔ یقیناً آپ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن ان منافقوں کی گواہی سچی نہیں یہ جھوٹے ہیں۔ اور آپ کو رسول نہیں مانتے

عبداللہ بن ابی نے مرکز اسلام کے مقابلے میں مرکز نفاق بنایا۔ ایک مسجد بنا ڈالی تاکہ وہاں سازشوں کا اڈہ قائم کریں۔ اس کا نام اللہ نے مسجد ضرار رکھا۔ کہ یہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے ان میں تفریق ڈالنے اور کفر پھیلانے کے لئے بنائی گئی ہے

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ

(سورہ التوبہ رکوع ۱۳ پ ۱۱)

ترجمہ:۔ اور جنہوں نے نقصان پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کے لئے مسجد بنائی ہے۔ اور واسطے گھات لگانے ان لوگوں کے جو اللہ اور اس کے رسول سے پہلے لڑ چکے ہیں اور البتہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد تو صرف بھلائی تھی۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔

جب حضورؐ غزوہ تبوک پر جانے لگے تو عبداللہ بن ابی نے آپؐ سے عرض کیا۔ ہماری مسجد میں آئیں۔ اور نماز پڑھیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ جنگ سے واپس آئیں گے۔ تو نماز پڑھیں گے لیکن اللہ تعالے نے جنگ سے واپسی پر راستے میں اطلاع دے دی کہ اس مسجد میں کبھی نہ جانا لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ
ترجمہ:۔ تو اس مسجد میں کبھی کھڑا نہ ہو۔

پھر آپؐ نے اس مسجد ضرار کو تباہ کر کے وہاں اروڑی بنا دی۔ جہاں کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا۔

الاعتبار والتاویل

اس واقعہ سے کم از کم یہ بات تو صاف معلوم ہوتی ہے۔ کہ جب تک اللہ نے خبردار نہیں کیا۔ آپ کو منافقین کی سازش کا علم نہ ہوا۔ اگر پہلے جانتے ہوتے تو وعدہ کیوں کرتے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُس مسجد میں جانے سے منع کر دیا اور سازش کو ظاہر کر دیا۔ تو آپؐ نے اُسے تباہ کر کے اروڑی بنا دی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے حضورؐ کو سارا علم غیب دے دیا۔ فرق اتنا ہے کہ اللہ کا علم ذاتی ہے حضورؐ کا علم عطائی ہے۔ اگر سارا علم غیب دیا ہوتا تو آپؐ وعدہ نہ کرتے۔ اصل بات یہی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے بتایا تو علم ہوا۔ اس امر کا ثبوت ایک اور واقعہ سے بھی ملتا ہے۔ وہ قیامت کے دن ہوگا۔ اور حضورؐ نے اس کی اطلاع دُنیا میں دے دی ہے۔ آپؐ حوض کوثر پر ہوں گے۔ اور مسلمان جماعتیں آئیں گی اور پانی پئیں گی۔ بعض جماعتیں آنا چاہیں گی۔ لیکن فرشتے روک دیں گے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ میں اُن سے کہوں گا۔ آنے دو۔ یہ تو میرے ہیں۔ فرشتے جواب دیں گے۔

اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔ ترجمہ آپؐ نہیں جانتے کہ آپؐ کے بعد انہوں نے کیا نئی نئی باتیں دین میں داخل کر لی تھیں۔ تب آپؐ فرمائیں گے۔ ہٹا دو ہٹا دو۔ جس نے میرے

بعد میرے دین میں تبدیلی کر دی۔ حضورؐ کا رُتبہ سب انبیاء اور فرشتوں سے بلند ہے۔ اور ہمارا ایمان ہے ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہم آپؐ کو خدا نہیں مانتے۔ لیکن خدا کے بعد آپؐ کے برابر بھی کسی کو نہیں جانتے۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا بنایا تو اللہ تعالےٰ نے انہیں کافر ٹھہرایا۔ مسلمان بھی پہلی قوموں کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو حضورؐ کو خدا بناتے ہیں۔ اور اس قسم کی نعتیں پڑھتے ہیں ؎

شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہدوں
خدا خود رسولِ خدا بن کے آیا

درود و سلام است بے انتہا
کہ ظاہر بشر بُود باطن خدا

عرش پہ جو تھا مستوی ہوکر
مدینہ میں اُتر آیا مصطفےٰ ہوکر

یہ نیا دین ہے۔ اصل دین وہ ہے جس پر حضورؐ اور آپ کے صحابہ کرامؓ تھے۔ (ما انا علیہ واصحابی)

جو چیز حضورؐ کے ہاں سے آئی ہے وہ کھری ہے اور جو یہاں بنی ہے۔ وہ کھوٹی ہے۔ ہاں اگر ایک شخص اپنے لئے کوئی ذکر یا عبادت لازم کرتا ہے۔ لیکن دوسروں کے لئے لازم نہیں کرتا تو وہ بدعت نہیں کہلائے گی

بدعات ایجاد کرنے والے عالم لوگ ہی ہیں۔ انہوں نے قرآن میں غور نہیں کیا۔ ایسے لوگوں سے صرف ایک بات پوچھنی چاہیئے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا۔ صحابہ کرامؓ نے ایسا کیا۔ اگر نہیں کیا تو تم خود کرو۔ لیکن سب پر لازم نہ کرو۔

حضورؐ نے فرمایا کہ بہتر سے بہتر آدمی عالم ہی ہو سکتا ہے۔ اور بدتر سے بدتر آدمی بھی عالم ہی ہو سکتا ہے۔ خود گمراہ ہوگا تو کئی لوگوں کو گمراہ کرے گا۔ ایک بدمعاش اپنی ذات کیلئے بُرائی کرتا ہے۔ لیکن گمراہ عالم لوگوں کو گمراہ کریگا۔ جنت میں پہنچانے والے وُہ عالم ہیں جن کے دائیں ہاتھ میں قرآن ہو اور بائیں ہاتھ میں احادیث خیرالانامؐ ہوں۔ اور ان دونوروں کی روشنی میں خود بھی چلیں اور دوسروں کو بھی چلائیں۔ اللہ تعالےٰ کا سب سے بڑا احسان ہے کہ کسی عالم ربانی کے سامنے زانوئے ادب

طلاق کے بعد عدت کا حکم

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے عہد مبارک میں ان کو طلاق ہو گئی تھی اور اس وقت تک طلاق یافتہ عورت کے لئے عدت کا کوئی حکم نہیں آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی وہ آیات نازل فرمائیں جن میں طلاق والی عدت کا بیان ہے تو یہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا وہ پہلی طلاق یافتہ خاتون ہیں جن کے بارے میں طلاق کی عدت کا حکم نازل ہوا۔ سنن ابی داؤد

کسی عزیز کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں

حضرت ام حبیبہ اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کسی ایمان والی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مرنے والے عزیز قریب کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے اس کے انتقال پر چار مہینے دس دن سوگ کا حکم ہے۔ صحیح بخاری

مجلس ذکر

منعقدہ ۱۰ رجمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲ رجنوری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

اللہ تعالیٰ کے نافرمانوں کو اس کی کوئی چیز استعمال کرنے کا حق نہیں ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ الحمد للہ وکفیٰ و سلام علےٰ عبادہ الذین اصطفےٰ

اما بعد عرض یہ ہے کہ ایک ظاہر کی صفائی ہوتی ہے جو عام طور پر مشرک اور مواحد۔ کافر اور مومن سب کرتے ہیں۔ مثلاً نہانا اور کپڑے دھونا یہ ظاہر کی صفائی ہے۔ اس کو سب ضروری سمجھتے ہیں۔ گندا رہنا کوئی پسند نہیں کرتا۔ البتہ ظاہر کی صفائی کے اسباب کسی کو زیادہ اور کسی کو کم میسّر ہوتے ہیں۔ کسی نے خالی پانی سے نہا لیا اور کسی نے صابن استعمال کر لیا۔ کسی نے سستے اور کسی نے قیمتی اور خوشبودار صابن سے نہا لیا۔ کسی نے سرسوں کا تیل لگا لیا اور کسی نے قیمتی اور خوشبودار تیل استعمال کر لیا۔ دوسری باطن کی صفائی ہوتی ہے۔ اس کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ ظاہر کی بھی صفائی چاہتے ہیں۔ مثلاً جسم اور کپڑوں کو پاک رکھنا۔ بیت الخلاء جائے تو ڈھیلے یا پانی سے استنجا کرے بہتر یہ ہے کہ پانی سے استنجا کرے اللہ تعالےٰ نے مسجد قبا والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (سورۃ التوبہ رکوع ۱۳ پ ۱۱)

ترجمہ۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی وہ اس قابل ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد قبا والوں سے دریافت فرمایا کہ تم میں کون سی خوبی ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے تمہاری تعریف فرمائی۔ انہوں نے عرض کی کہ ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ شاید اللہ تعالےٰ کو یہ عادت پسند آئی ہو۔ مدینہ منورہ میں میٹھے پانی کا ایک ہی کنواں تھا جس کا مالک ایک یہودی تھا۔ وہ پانی بیچا کرتا تھا۔ اس لئے مدینہ منورہ میں صحابہ کرامؓ استنجا بالاحجار (پتھروں سے استنجا) کرتے تھے۔ وہاں پینے کو پانی قیمتاً ملتا تھا۔ وہ پانی سے استنجا کس طرح کر سکتے تھے۔ شاید کوئی پانی سے بھی کرتے ہوں۔ پتھر یا مٹی کے ڈھیلہ سے استنجا کرکے نماز ادا کرنا جائز ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کنواں کا نصف حصّہ خرید کر وقف فرما دیا ایک دن پانی مفت ملنے لگا۔ تو سب اس دن پانی بھر کر رکھ لیں۔ دوسرے دن یہودی سے کوئی نہ خریدتا تھا۔ اس نے تنگ آ کر دوسرا نصف حصّہ بھی حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ میں نے اس کنواں کی زیارت کی ہے۔ جب اللہ تعالےٰ لے جاتے ہیں۔ وہاں اکثر جاتا ہوں۔ اور پانی پیتا ہوں۔ ۱۹۵۷ء میں بھی جب عمرہ کے لئے گیا تھا۔ تو اس کی زیارت کی تھی۔ مسجد قبا والے پانی سے استنجا کرتے تھے۔ تو اللہ تعالےٰ کو ان کی یہ ظاہر کی صفائی اتنی پسند آئی کہ آسمان سے ان کی تعریف نازل فرمائی اسلام ظاہر کی صفائی بھی چاہتا ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر باطن کی صفائی چاہتا ہے۔

باطن کی صفائی یہ ہے کہ انسان روحانی امراض سے پاک ہو۔ اگر یہ روحانی امراض سے شفایاب ہو کر دنیا سے نہ گیا تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ کفر۔ شرک اور نفاق اعتقادی مہلک روحانی امراض ہیں۔ اگر کسی ہادی کی صحبت میں دنیا میں ان سے شفا نہ ہوئی تو ابدالآباد تک جہنم میں رہنا پڑیگا کافر۔ مشرک۔ اور نفاق اعتقادی کے منافق لئے نہ شفاعت ہے اور نہ نجات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری اُمت میں ۷۳ فرقے ہوں گے۔ ۷۲ اہل کتاب کی طرح گمراہ ہوں گے اور ایک ناجی فرقہ ہوگا۔ میں عرض کیا کرتا ہوں کہ ان ۷۲ گمراہ فرقوں کے بانی بھی علماء اور صوفیا ہی ہوں گے۔ جس طرح غریب نمک نہ ڈالے تو اس کی ہنڈیا بھی پھیکی ہوگی۔ امیر نہ ڈالے تو اس کی بھی پھیکی بادشاہ نہ ڈالے تو اس کی دیگ بھی پھیکی اسی طرح عالم اگر قرآن مجید نہ پڑھے تو اس کا ایمان بھی مخلوط بالشرک ہوگا۔ اور جاہل نہ پڑھے تو اس کا بھی۔ شرک سے فقط وہی بچ سکتا ہے جو یا تو خود قرآن مجید کا عالم ہو یا کسی عالم قرآن مجید کے دامن سے وابستہ ہو۔ قرآن مجید کا خاصہ ہے۔ معرفت الٰہی۔

مسلمانوں میں مشرک۔ کافر اور نفاق اعتقادی کے منافق موجود ہیں۔ شرک کے معنی ہے جو تعلق بندے کا اللہ تعالےٰ ہی سے ہونا چاہیئے۔ وہ غیر اللہ سے رکھنا۔ کفر کے معنی ہے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو ماننے سے انکار کرنا۔ نفاق اعتقادی یہ ہے کہ بظاہر کلمہ پڑھ لینا اور دل میں اسلام کا دشمن ہونا۔

میرے پیر حضرت امروٹیؒ عالم بھی تھے۔ وہ اعلےٰ درجہ کے توحید پرست تھے۔ ان کی صحبت میں رہ کر ان کے خدام بھی اعلےٰ درجہ کے توحید پرست ہو جاتے تھے۔ ان کا ایک خادم گڈریا تھا۔ وہ جاہل مطلق تھا اور ضلع جیکب آباد کے ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ ایک دفعہ ایک پیر صاحب ان کے گاؤں میں آئے اور اس سے فرمایا کہ بھیڑیے سے اپنی بکریوں کی حفاظت کے لئے کتا کیوں نہیں رکھا۔ اس نے جواب دیا۔ حضرت اب تو میرا بھروسہ اللہ تعالےٰ پر ہے۔

دہ وہ میری بکریوں کی حفاظت کرے گا۔ کُتا رکھنے کے یہ معنیٰ ہوں گے۔ کہ میں اللہ تعالےٰ سے ہٹ کر کُتّے پر بھروسہ کرنے لگوں۔ یہ ہے توحید کا رنگ۔

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دُوسرا خادم تھا۔ وہ بلوچستان کا رہنے والا تھا۔ اس علاقہ میں ایک قبر تھی۔ جس پر لوگ اونٹوں کا چڑھاوا چڑھاتے تھے حضرت رح کے خادم کو اس کا بہت دُکھ تھا۔ ایک دن اس نے قبر کو کھودنا شروع کر دیا اور غلافوں کو آگ لگا دی۔ بلوچوں کو پتہ لگا تو اس کو اتنا مارا کہ ہڈیاں توڑ ڈالیں اور ایک زمیندار کے ڈیرہ میں اس کو ڈال آئے۔ جہاں وُہ مدت تک نیم مُردہ پڑا رہا۔ اُسکی ماں... [illegible] - اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس کی ہڈیاں پھر جُڑ گئیں۔ اس کو یہ سزا توحید پرستی کے جرم میں ملی تھی۔ میں نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ ثابت یہ کر رہا ہوں۔ کہ اللہ والوں کی صحبت میں جاہل بھی اعلےٰ درجہ کے توحید پرست بن جاتے ہیں۔ اور صحبت نصیب نہ ہو تو علمائے کرام بھی امراض روحانی میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہ مجلس ان امراض روحانی کی طرف توجہ دلانے کے لئے منعقد کی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ظاہر کی صفائی کے ساتھ ساتھ باطن کی صفائی کا بھی خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین

یہ تو تمہید ہی تھی۔ آج کا عنوان ہے "اللہ تعالےٰ کے نافرمانوں کو اس کی کوئی چیز استعمال کرنے کا حق نہیں ہے" ان کو نہ اللہ تعالےٰ کا پیدا کردہ پانی پینے۔ نہ اس کی زمین پر رہنے اور نہ دوسری چیزوں کے استعمال کرنے کا حق ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز استعمال کرنا جُرم ہے۔ اگر ایک شخص اپنے استعمال کے لئے صراحی میں پانی بھر کر رکھتا ہے۔ اور لوگ اِدھر اُدھر سے آ کر اس کی اجازت کے بغیر پی جائیں تو وہ خفا ہوگا یا نہیں۔ ضرور ہوگا۔ حالانکہ پانی اللہ تعالیٰ نے مفت دیا ہے۔ اور اس نے صرف اپنی صراحی میں بھر کر رکھا ہے۔ اگر ایک شخص اپنا کھانا پکانے کے لئے آگ جلاتا ہے اور لوگ ادھر اُدھر سے حقہ کی چلمیں بھر کر لے جائیں تو وہ ان سے لڑیگا

اللہ تعالےٰ کے باغیوں کو اس کی پیدا کردہ نعمتوں کو استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں مشرک۔ کافر اور نفاق اعتقادی کے منافق اللہ تعالےٰ کی مملکت میں باغی ہیں۔ فاسق باغی نہیں۔ باغی بادشاہ کا تختہ اُلٹنا چاہتا ہے۔ چور۔ ڈاکو۔ اغوا کنندہ۔ رشوت خور باغی نہیں۔ وہ فاسق ہیں۔ حضرت شیخ الہند رح حضرت مدنی رح اور مولانا حسرت موہانی رح انگریز کے باغی تھے۔ حضرت موہانی رح اپنے متعلق خود فرماتے ہیں۔ ع

اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی
ہے مشق سخن جاری چکّی کی مشقت بھی

علی گڑھ میں ان کی کپڑے کی دُکان تھی۔ میں بھی ایک دفعہ کپڑے خریدنے کے بہانہ ان کی دُکان پر ملنے گیا تھا کیونکہ ان پر بھی اور مجھ پر بھی سی آئی ڈی مقرر تھی۔

پاکستان میں نفاق اعتقادی کے منافق موجود ہیں۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ چور کے ہاتھ کاٹنا وحشیانہ سزا ہے۔ بعض سُود کی حرمت پر اعتراض کرتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ پردہ نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ لوگ دراصل اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو غلط سمجھتے ہیں۔ اسی لئے تو اعتراض کرتے ہیں۔ لہذا ان کا ایمان سلامت نہیں رہتا۔ بظاہر ووٹ لینے کے لئے یہ مسلمان ہیں۔ مگر دل میں مخالف اسلام ہیں اور یہی نفاق اعتقادی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی ایک اور قسم کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ نفاق عملی ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلٰثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ (متفق علیہ)۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور جب کوئی امانت اُسکے پاس رکھی جائے تو اُس میں خیانت کرے۔

نفاق عملی کے منافقین کے لئے شفاعت بھی ہے اور نجات بھی۔ مشرک۔ کافر۔ اور نفاق اعتقادی کے منافق کے لئے نہ شفاعت ہے اور نہ نجات

میں سورہ الاعراف رکوع ۴ پ ۸ کی اس آیت کے تحت بول رہا ہوں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ

کہہ دو اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے اور کس نے کھانے کی ستھری چیزیں (حرام کیں) کہہ دو دنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے لئے ہیں۔ قیامت کے دن خالص انہیں کے لئے ہو جائیں گی۔ اسی طرح ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں۔ ان کے لئے جو سمجھتے ہیں۔

اصل میں اللہ تعالیٰ نے سب نعمتیں اپنے فرمانبردار بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہیں۔ اس کے نافرمان تو ان کے صدقے میں کھاتے ہیں۔ جس طرح گورنمنٹ پانی کے نلکے۔ سڑکیں اور پل وغیرہ اپنی وفادار رعایا کے لئے بناتی ہے۔ لیکن گورنمنٹ کے باغی اور بدمعاش بھی ان سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا وفادار بندہ بن کر دُنیا میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اس کے علاوہ بیوی بچوں کو اللہ تعالیٰ کا وفادار بندہ بنانا یہ بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (سورہ التحریم رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ:۔ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۷ر جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۹ر جنوری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰنا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

آخرت کا غم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ـــــ اما بعد آج میں ایک حدیث شریف کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہی آج کا سبق ہے۔

وہ حدیث شریف یہ ہے عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ سَمِعْتُ نَبِیَّکُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ جَعَلَ الْھُمُوْمَ ھَمًّا وَّاحِدًا ھَمَّ اٰخِرَتِہٖ کَفَاہُ اللّٰہُ ھَمَّ دُنْیَاہُ (الحدیث)۔ (رواہ ابن ماجہ۔)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ جس شخص نے ایک غم یعنی آخرت کا غم لگا لیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے غموں کے لئے کافی ہے)

جس کو یہ غم لگ جائے کہ اس کی آخرت خراب نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ اس کے دُنیا کے غم ہلکے کر دیتے ہیں اور اس کی ہر معاملہ میں امداد فرماتے ہیں۔

اس کی دو تعبیریں ہو سکتی ہیں ـــ

۱۔ خواص کا درجہ۔ ۲۔ عوام کا درجہ ـــ

خواص کا درجہ یہ ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے ہر حالت میں اُنہیں یہی فکر رہتی ہے کہ کہیں آخرت خراب نہ ہو جائے ان کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ کھائینگے کیا؟ یہ چیز وہ اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیتے ہیں۔ یہ انبیاء علیہم السلام کا درجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نو حرم تھے۔ لیکن ذریعہ معاش کوئی نہیں تھا۔ نہ کوئی تجارت تھی اور نہ ملازمت۔ بیر ہے۔ کَفَاہُ اللّٰہُ ھَمَّ دُنْیَاہُ آپ ہدیہ قبول فرما لیتے تھے۔ صدقہ اور خیرات نہ لیتے تھے۔ نو ازواج مطہرات کے لئے کپڑا اور روٹی اللہ تعالےٰ دیتے ہی تھے۔ امیرانہ نہ سہی۔ غریبانہ ہی سہی ان کی بھی زندگی گزر ہی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے ۲۴ گھنٹے اصلاح خلق اللہ کے لیے وقف تھے۔ دین سکھانا دین پہنچانا۔ آپؐ کے ذمّہ تھا۔ کمانے کے لئے کوئی وقت ہی نہ ملتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ؕ (سورہ المائدہ رکوع ۱۰ پ ۶) ۔ **ترجمہ** اے رسولؐ جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اُترا ہے۔ اسے پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا)

اس قسم کے خواص آنحضرتؐ کی اُمت میں ہمیشہ رہتے ہیں۔ میں نے ایسے حضرات دیکھے ہیں۔ سندھ میں بھی تھے اور ریاست بہاول پور میں بھی تھے میرے دونوں مربیوں کے ہاں بھی یہی رنگ تھا۔ ان کو بھی شوق ہوتا تھا۔ کہ لوگوں کو اللہ تعالےٰ کا نام سکھائیں اور ضروریات زندگی اللہ تعالےٰ کے سپرد کر رکھی تھیں۔ ابتداء میں یہ حالت تھی کہ اندر باہر سب کئی کئی وقت فاقہ سے رہتے تھے۔ اگر کہیں سے کچھ ہدیہ آ گیا تو سب میں تقسیم فرما دیتے

عوام بھی اس حدیث شریف کا مصداق بن سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ دل میں یہ ٹھان لیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف کوئی کام نہ کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :ـــ

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔ حضرت ابو موسےٰ رضؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص دُنیا کو محبوب رکھتا ہے۔ وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو محبوب رکھتا ہے وہ اپنی دُنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ پس تم فنا ہونے والی چیز (دُنیا) پر۔ باقی رہنے والی چیز (آخرۃ) کو ترجیح دو۔

دُنیا کے سب ساز و سامان بھی ہوں اور اللہ والوں کا سا دین بھی ہو۔ یہ نا ممکن ہے۔ جن کو دنیا کے مقابلہ میں آخرت محبوب ہوتی ہے۔ وہ دُنیا کے ساز و سامان کے فراہم کرنے کے درپے نہیں ہوتے۔ وہ روکھی سوکھی روٹی کھا کر اور بیوی سے بلافیشن کپڑے سلا کر پہن لیتے ہیں۔ دھوبی کے دھلے کپڑے نہ سہی۔ گھر میں دُھلا کر پہن لیتے ہیں۔ فیشن کے لئے روپیہ چاہیئے۔ روپیہ کمانے کے لئے ناجائز ذرائع آمدنی اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کے حضرات سادہ زندگی بسر کر لیتے ہیں۔ مگر حرام نہیں کماتے تاکہ ان کی آخرت خراب نہ ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ ان کے دُنیا کے غموں کی خود کفالت فرماتے ہیں۔ کفاہ اللّٰہُ ھم دنیاہ۔

حقیقی خوشی رُوح کی خوشی ہے۔ جسم کی نہیں۔ اگر ایک دنیا دار کو دو لاکھ کی کوٹھی دس ہزار کی موٹر اور عیش و آرام کے باقی سب سامان مہیا ہیں۔ لیکن وہ تپ محرقہ میں مبتلا ہے۔ اور ساری رات ماہی بے آب کی طرح تڑپتا ہے۔ کیا اس کو خوشی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس کے مقابلہ میں ایک غریب جو محنت مزدوری کرکے رات کو حلال کی روزی کما کر لاتا ہے۔ اور بال بچوں میں بیٹھ کر کھاتا ہے۔ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر چین سے سوئے گا۔ صبح کی نماز کے وقت بیوی ہی اُٹھاتی ہے۔ اس کی رُوح خوش ہوگی۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا وَّنَحْشُرُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَعْمٰی ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْٓ اَعْمٰی وَقَدْ کُنْتُ بَصِیْرًا ۝ قَالَ کَذٰلِکَ اَتَتْکَ اٰیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا ۚ وَکَذٰلِکَ الْیَوْمَ تُنْسٰی ۝ (سورہ طٰہٰ۔ رکوع ۷ پ ۱۶) **ترجمہ**۔ اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا۔ تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اُٹھائینگے کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کرکے کیوں اُٹھایا۔ حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائے گا۔ اسی طرح تیرے پاس ہماری

آئیتیں پہنچی تھیں۔ پھر تو نے انھیں بھلا دیا تھا۔ اور اسی طرح آج تو بھی بھلایا گیا ہے۔

اس اعلان سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو قرآن مجید کو دستورُ العمل نہیں بناتے۔ ان کی دنیا کی زندگی بھی ناکام ہوتی ہے۔ اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہتے ہیں خواص جو آخرت کو مقصود بالذات بناتے ہیں۔ ان کے متعلق بھی عرض کر چکا ہوں۔ اس قسم کے نمونے شعبہ حیات میں ہمیشہ رہتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ ہر نیکی کا اجر کم از کم دس گنا دیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ دیتے ہیں۔ انسان ایک بھی بمشکل دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَکَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیْمًا ٥

(سورہ نسا۔ رکوع ۲۱ پ ۵) ترجمہ۔ (اے منافقو!) اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار بنو اور ایمان لے آؤ۔ اور اللہ قدردان جاننے والا ہے۔

اس کا بھی یہی مطلب ہے۔ جو اس حدیث کا ہے۔ جو میں نے ابتدا میں عرض کی ہے۔ جس کو یہ فکر ہوگی۔ کہ میری آخرت خراب نہ ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا ایماندار اور شکر گزار بندہ بن کر زندگی بسر کرے گا۔ ایسے شخص کو نہ دُنیا میں اور نہ آخرت میں کوئی تکلیف ہوگی۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس طرح زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہماری آخرت نہ خراب ہونے پائے۔ آمین یا الہ العٰلمین

میں ۲۰۔۲۲ سال سے اس مجلس میں یہ پیغام دے رہا ہوں۔ کہ رنگ صحبت سے چڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ الآیہ (ترجمہ)۔ اور تو اُن لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اُسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔

اب تو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے تقریباً ڈھائی سال سے میرا یہ پیغام مجلس ذکر کے عنوان سے "خدام الدین" میں شائع ہو رہا ہے۔ اور اس مجلس میں شرکت نہ کرنے والوں کو بھی پہنچ رہا ہے۔ اگر بیوی پڑھی ہوئی ہے تو "خدام الدین" اس کو لے جا کر دے دیا کیجئے۔ تاکہ اس کی بھی اصلاح ہو جائے۔ بیویاں اللہ تعالےٰ نے ہم کو فقط اس لئے نہیں دیں کہ ان سے جھاڑو دلوائیں برتن منجوائیں۔ کھانا پکوائیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ ہم سے سوال کرینگے کہ میرا دین بھی ان کو سکھلایا تھا یا نہیں۔ اسی طرح اولاد کے متعلق بھی باز پُرس ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

عن عبد اللہ بن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راعٍ علیٰ اھل بیتہ وھو مسئول عن رعیتہ والمرأۃ راعیۃ علیٰ بیت زوجھا وولدہ وھی مسئولۃ عنھم وعبد الرجل راع علیٰ مال سیدہ وھو مسئول عنہ الا فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خبردار تم میں سے ہر شخص نگہبان اور رعیّت رکھنے والا ہے۔ اور ہر شخص سے اس کی رعیت کی بابت سوال کیا جائے گا۔ (یعنی باز پُرس ہوگی)۔ پس امام و خلیفہ جو لوگوں کا نگہبان و راعی ہے۔ اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائے گا۔ اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان و راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائے گا۔ اور عورت محافظ ہے اپنے شوہر کے گھر کی اور اس کے بچوں کی۔ اور اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان و محافظ ہے۔ اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر شخص راعی ہے۔ اور ہر راعی سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائے گا۔

عورت۔ مرد اور حاکم مسئول ہونگے عورت سے نوکروں اور بچوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنے قیامت کے دن کی ذمہ داریوں کو پیش نظر رکھ کر دُنیا میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مجلس ذکر

منعقدہ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل ارشادات گرامی سے ذاکرین کی روحانی تربیت فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد آج کا عنوان ہے :-

کون سا انسان سوہنا ہے

حُسن اور قُبح عربی میں دو لفظ ہیں۔ حُسن کے معنی ہیں خوبصورتی اور لفظ حسین اسی سے ہے۔ جس کے معنی ہیں خوبصورت۔ حُسن کی ضد ہے قُبح جس کے معنی ہیں بدصورتی اور اسی سے قبیح ہے۔ جس کے معنی ہیں بدصورت یہ قاعدہ کُلیہ ہے کہ کاریگر نے جو چیز جس کام کے لئے بنائی ہے۔ وہ کام اس سے ہو جائے۔ تو حسین ورنہ قبیح۔ مثلاً وزیر آباد کے بعض چاقو ایسے نکمے ہوتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ قلم بنانے کے بعد بے کار ہو جاتے ہیں۔ یہ قبیح ہیں۔ ایک گھوڑا اگر بظاہر موٹا تازہ ہو۔ لیکن چلنے میں سُست ہو تو وہ قبیح ہے۔ بعض دُبلے پتلے گھوڑے تیز رفتار ہوتے ہیں۔ یہ حسین ہیں۔

غرضیکہ ہر چیز کے حُسن و قبح کا مدار اُس کے بنانے والے کی غرض پر ہے۔ اگر وہ غرض پوری ہو رہی ہے تو حسین ورنہ قبیح۔ مثلاً بھینس دُودھ پینے کے لئے ہے۔ اگر بھینس بظاہر بڑی خوبصورت ہے۔ مگر دودھ نہیں دیتی تو وُہ مالک کے لئے بالکل بے کار ہے۔ وہ حسین نہیں۔ قبیح ہے۔

انسان کو بھی اپنے آپ کو اسی معیار پر پرکھنا چاہیئے۔ اُردو کی ایک ضرب المثل اس شعر میں بیان کی گئی ہے ؎

سیرت کے ہم غلام ہیں صُورت ہوئی تو کیا
سُرخ و سفید مٹی کی صورت ہوئی تو کیا

پنجابی میں بھی ایسی ہی ایک ضرب المثل ہے۔ کم پیارا ہُندا اے۔ چم پیارا نہیں ہُندا۔ (کام پیارا ہوتا ہے۔ جسم پیارا نہیں ہوتا) اگر صُورت کے لحاظ سے ایک شخص بڑا خوبصورت ہو۔ لیکن اس کا کردار اچھا نہیں۔ محلے والے اس سے نالاں ہیں۔ تو وہ حقیقت میں بدصورت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک دُوسرے شخص کو لیجئے۔ جو خوبصورت نہیں۔ لیکن مرنجاں مرنج ہے۔ محلہ میں ہر شخص کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے۔ یہ شخص حقیقت میں حسین ہے۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں۔ کہ اگر ماں باپ بناتے تو کوئی بے اولاد نہ ہوتا بعض غربت کی وجہ سے نہیں چاہتے۔ کہ ان کے اور اولاد ہو۔ پہلی اولاد کی تربیت کے لئے ان کے پاس وسائل نہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ ہر بچے کے بعد دیگرے بچے عطا فرماتے رہتے ہیں۔ بعض اولاد کو ترستے ہیں۔ سب پاپڑ بیلتے ہیں۔ مگر اولاد نہیں ہوتی۔ جب اللہ تعالےٰ ہی نے ہمیں بنایا ہے تو اس سے پوچھنا چاہیئے کہ اے اللہ! تو نے ہمیں کیوں پیدا کیا ہے؟ اس کا جواب اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ہ) سورۃ الذاریٰت رکوع نمبر ۳ پ ۲۷) ترجمہ :- اور میں نے جن اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

انسان کی پیدائش کی غرض کسی اللہ والے نے فارسی کے ایک شعر میں یوں بیان کی ہے ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

قرآن مجید بندگی کا پروگرام بتلاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا عملی نمونہ ہیں۔ الحمد للہ! قرآن مجید اور

حضورؐ کی سُنّت دونوں محفوظ ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ تاکہ جو کھرے ہیں وہ اپنے آپ کو حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلا سکیں۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا ہے۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللّٰهِ وَ سُنَّةُ رَسُوْلِهٖ (رواہ فی الموطا) ترجمہ۔ حضرت مالک بن انس سے مُرسلاً روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم ان کو پکڑے رہو گے۔ گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں ہیں) کتاب اللہ (قرآن مجید) اور اُس کے رسولؐ کی سُنّت (حدیث)

جو مسلمان نوجوان عبادت سے جی چُراتے ہیں۔ وہ اس جہان میں نہ ہی آتے تو بہتر تھا۔ میں ان کے متعلق کہا کرتا ہوں کہ کاش! ان کی مائیں نہ ہی جنتیں۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں یہ بد صورت ہیں۔ حضرت بلالؓ حبشی نژاد تھے۔ اُن کا رنگ سیاہ اور ہونٹ موٹے موٹے تھے۔ بال گھونگریالے تھے۔ زلفیں نہ تھیں۔ ایک کافر کے غلام تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ لیکن عبدیت میں اُن کا بہت اُونچا مقام تھا۔ وہ مسجدِ نبویؐ کے موذن تھے۔ موذنین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ (عَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (رواہ مسلم)۔ ترجمہ:- حضرت معاویہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے۔ کہ اذان دینے والے لوگ قیامت کے دن سب لوگوں سے لمبی گردنوں والے ہوں گے۔

حضرت بلالؓ مدینہ منورہ میں زندہ موجود تھے۔ لیکن وُہ اللہ تعالےٰ کو اتنے پیارے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے اُن کا زندہ فوٹو جنت میں بنا کر رکھا ہُوا تھا۔ جس کو حضورؐ نے جنّت میں چلتے پھرتے دیکھا تھا۔ جس طرح آپ اپنے دوستوں کے فوٹو اُتروا کر رکھتے ہیں۔ اُسی طرح اللہ تعالےٰ نے دُوسرا بلالؓ بنا کر جنّت میں بنا کر رکھا ہُوا تھا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالےٰ کی نظر میں سوہنا بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

اللہ تعالےٰ کے ہاں صوُرت یا کپڑوں کی خوبصورتی کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ جس غرض کے لئے اُس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اگر وُہ پوری ہو رہی ہے۔ تو ہم اُس کے ہاں خوبصورت ہیں۔ ورنہ بد صوُرت۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں سوہنا بننے کا طریقہ بھی ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں ع

بے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

یہ قاعدہ کلّیہ ہے کہ انسان جس فن میں کمال حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کی تدبیر فقط یہ ہے۔ کہ اس فن کے کامل کی صُحبت میں مُدّت مدید تک اپنے آپ کو بٹھانے کے بعد یہ بھی درجۂ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔ کامل کچھ زبانی ہدایات دیتا ہے اور کچھ اپنے عمل سے سکھاتا ہے۔ آپ میں سے کوئی بی اے۔ اور کوئی مولوی ہے۔ آپ کو یہ کمال اسی قاعدہ کے ماتحت حاصل ہُوا ہے۔ میں بھی اگر کسی بی اے۔ یا ایم اے کی صوُرت میں بیٹھتا تو آج میں بھی بی اے۔ یا ایم اے ہوتا۔ اللہ تعالےٰ نے بھی ہمیں یہی حکم دیا ہے۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ الآیۃ (سورۃ الکہف رکوع ۴ پ۱۵)۔ (ترجمہ) اور تو ان لوگوں کی صُحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں)

کسبِ معاش کے لئے آپ جو ذریعہ چاہیں تلاش کریں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن کسبِ معاش سے فارغ ہونے کے بعد میرا مشورہ یہی ہے کہ اگر کوئی اللہ اللہ کرنے والی جماعت مل جائے تو اُس جماعت میں بیٹھیے۔ اگر جماعت نہ ملے اور ایسا کوئی شخص واحد مل جائے تو اُس کے پاس بیٹھیے ایسی جماعت اور شخص واحد کی صُحبت اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ اگر نہ جماعت اور نہ شخص واحد ملے تو پھر بہتر یہی ہے کہ گھر میں بیوی بچوں میں بیٹھئے۔ ادھر اُدھر اپنا وقت ضائع نہ کریں۔ عربی میں کسی نے کہا ہے ؎

لِقَاءُ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيْدُ شَيْئًا
سِوَى الْهَذَيَانِ مِنْ قِيْلٍ وَّ قَالٍ

ترجمہ۔ (لوگوں سے ملنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ سوائے اس بیہودہ بکواس کے کہ فلاں نے یہ کہا اور فلاں نے یہ کہا۔)

بعض لوگ دفتر سے آ کر کھانا کھا کر کسی کی بیٹھک میں بیٹھ کر DISCUSS (بحث کرنا) کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے نوائے وقت نے یہ لکھا ہے۔ پاکستان ٹائمز نے یہ لکھا ہے۔ بھلا ان سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کیا؟ تم کلرک ہو۔ تمہیں

(باقی صفحہ ۲۴ پر)

ہنسی مذاق کی طلاق بھی طلاق ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں دل کے ارادہ اور سنجیدگی کے ساتھ بات کرنا بھی حقیقت ہے اور ہنسی مذاق کے طور پر کہنا بھی حقیقت ہی کے حکم میں ہے: نکاح۔ طلاق۔ رجعت۔ جامع ترمذی

حلال حاصل کرنے کی فکر کرنا فرض کے بعد فریضہ ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حلال حاصل کرنے کی فکر و کوشش فرض کے بعد فریضہ ہے۔ شعب الایمان

قیامت کے قریب لوگوں کی حرص اور لالچ کی حالت

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے لوگوں پر ایک وقت آئے گا جب روپیہ پیسہ کے علاوہ کوئی اور چیز کام نہیں آئے گی۔ مسند احمد

بقیہ مجالس ذکر صفحہ ۱۲ سے آگے:-
سیاست سے کیا تعلق؟ روٹی کما کر گھر آئے ہو تو اب آخرت کی فکر کرو۔ صحبت سے رنگ چڑھتا ہے۔ رنگ ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علمائے کرام۔ اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔
صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً (سورہ البقرہ۔ رکوع ۱۶ پ ۱)۔
ترجمہ:۔ (اللہ کا رنگ۔ اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے) میں کہا کرتا ہوں کہ اگر انسان پر قرآن مجید کا رنگ چڑھ جائے تو یہ اس میوہ کی طرح ہو جاتا ہے جس کو دیکھنے سے آنکھوں کو سرور حاصل ہو۔ سونگھا جائے تو ناک خوشبو کا لطف اٹھائے اور زبان پر رکھا جائے تو خوش ذائقہ معلوم ہو۔ معدہ میں جائے تو مقوی ثابت ہو۔ قرآن مجید کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت میں انسان اس قسم کا بن جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں اس قسم کے حضرات حسین ہیں۔ اگر نہ دل میں ایمان ہے اور نہ اعمال میں اسلام ہے تو یہ لوگ اللہ تعالےٰ کے ہاں قبیح ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس دنیا سے اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں حسین بن کر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

سینما میں لے جا سکتا ہے۔ اور کیا وہ تفریح طبع کے لئے کسی ہوٹل میں شراب پینے کے لئے جا سکتا ہے۔

اور تقریب شادی کے موقعہ پر مالدار آدمی جتنی خلاف شرع رسمیں کرتا ہے وہ سب دولت کا کھیل ہوتا ہے۔ دولت کے نشہ میں آ کر دولتمند خدا سے تو ڈرتا نہیں۔ اور بے دین انسانوں میں اپنی ناک رکھنے کے لئے اللہ تعالےٰ کے حلال کے مال کو خلاف شرع رسموں میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے خلاف شرع (اللہ تعالیٰ کی رضی کے خلاف) اس روپے کو خرچ کرنے کے باعث قیامت کے دن جب باز پرس ہوگی۔ تب ہوش ٹھکانے پر آئے گی۔ لیکن اس وقت پچھتانے سے کیا ہو سکتا ہے۔ پچھتانے کا وقت دنیا کی زندگی ہے۔ اب ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے مرنے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

شاہنشاہی اعلان سن لو

(وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا) سورۃ النساء رکوع ۳ پ ۴۔ ترجمہ:- اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو بُرے کام کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ اس وقت کہتا ہے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور اسی طرح ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں۔ ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

دولتمندوں پر اتمام حجت

مسلمانوں کا وہ دولتمند طبقہ جو دولت کے نشہ میں شریعت محمدیہؐ کے خلاف اپنا روپیہ خرچ کرتا ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ اس کی صحیح رہنمائی کرنے والے حق پرست حق گو علماء کرام موجود ہیں جو اس بے دین طبقہ سے اشتراک عمل نہیں کرتے اور وہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ آپ خلاف شرع رسوم کرنے والے ہیں اس لئے ہم آپ کے ساتھ شامل نہیں ہو سکتے۔ اور الحمدللہ آپ ان کو کوئی لالچ دے کر بھی خلاف شرع رسموں میں شریک نہیں کر سکتے۔ انہیں حضرات کو صاحب استقامت کہا جاتا ہے۔ صوفیائے کرام فرمایا کرتے ہیں۔

(اُطْلُبُوا الْاِسْتِقَامَةَ وَلَا تَطْلُبُوا الْكَرَامَةَ)۔

ترجمہ:- اللہ تعالےٰ سے استقامت کی دعا مانگو ۱۴۴

مجلس ذکر

منعقدہ ۲ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

"نیک بننے سے دنیا کی تکالیف سے چھٹکارا ہوگا"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ اما بعد۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ہم یہاں اصلاح حال کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ اصلاح قال اور چیز ہے اور اصلاح حال اور چیز ہے عوام تو بجائے خود رہے۔ میں اہل علم حضرات سے کہا کرتا ہوں کہ آپ قال اللہ وقال الرسول کو پڑھ کر آئے ہیں۔ اس لئے آپ کی اصلاح قال تو ہو چکی ہے۔ لیکن اصلاح حال نہیں ہوئی۔ اصلاح حال کے لئے کسی اللہ والے کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے کی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی کتاب القول الجمیل میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ والے وہ ہیں۔ جنہوں نے مدت مدید تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہ کر تربیت کرائی ہو۔ جس عالم کی اصلاح حال نہ ہوئی ہو۔ اس کی مثال حنظل (پنجابی تمہ) کی ہے جو کہ بظاہر بڑا خوبصورت ہوتا ہے۔ لیکن اتنا کڑوا کہ ذرا سا کھایا جائے تو اسہال شروع ہو جاتے ہیں۔ یہود کے بے عمل علماء کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

(مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ) سورہ الجمعہ رکوع ۱ پ ۲۸۔ ترجمہ:- ان لوگوں کی مثال جنہیں تورات اٹھوائی گئی تھی۔ پھر انہوں نے اسے نہ اٹھایا۔ اس کی مثال گدھے کی سی ہے جو دفتر اٹھائے ہوئے ہے۔ ان لوگوں کی مثال بہت بری ہے۔ جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی آیتوں کو جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اللہ تعالےٰ نے عالم بے عمل کو گدھے سے تشبیہ دی ہے۔ گدھے کی پیٹھ پر کتابیں لاد دی جائیں تو وہ نہ ان سے خود فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ حَتّٰى لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى قَالَ فَمَنْ (متفق علیہ)

ترجمہ:- ابی سعیدؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ البتہ ان لوگوں کی پیروی کرو گے جو تم سے پہلے گزر چکے بالشت برابر بالشت اور ہاتھ برابر ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ پہاڑ کے سوراخ میں بیٹھے ہوں گے۔ تو تم اس میں بھی ان کا اتباع کرو گے۔

---

۱۴۴ کرامۃ کی نہ مانگو۔ کیونکہ (اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ) ترجمہ- استقامۃ کا درجہ کرامۃ سے اوپر ہے۔ میرے دولتمند بھائیو۔ ان حضرات علماء کرام کا حق کی آواز کو تمہارے کانوں تک پہنچا دینا ہی شریعت کی اصطلاح میں اتمام حجت کہلاتا ہے

علماء کرام کی اس آواز

پر لبیک نہیں کہو گے اور مرتے دم تک انہیں خلاف شرع فضول خرچیوں میں زندگی بسر کرو گے تو قیامت کے دن ایک منظر پیش آنے والا ہے وہ بھی سن لو (اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِىْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝) سورہ المومنون رکوع ۶ پ ۱۸۔ ترجمہ۔ کیا تمہیں ہماری آیتیں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس (دوزخ) سے نکال دے۔ اگر پھر کریں۔ تو بیشک ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا۔ اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو

ناکامیاب زندگی والے انسانوں کا یہی نقشہ دنیا میں ہے اور یہی قیامت میں ہوگا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار وما علینا الا البلاغ۔

پوچھا گیا یا رسول اللہ (کیا آپ کی مراد) یہود و نصاریٰ سے ہے۔ فرمایا۔ اور کون۔

آپ نے یہاں تک فرمایا۔ کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہوگا۔ تو میری اُمت میں بھی ضرور ایسا شخص ہوگا۔ جو اپنی ماں سے زنا کریگا اس پیشینگوئی کی بنا پر مسلمانوں میں بھی بےعمل علماء کا پیدا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ بےشمار ایسے عالم ہمارے ہاں موجود ہیں۔ بے عملی کی وجہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر ان کی اصلاح حال نہیں ہوئی۔ اصلاح قال ہو جائے اور اصلاح حال نہ ہو تو اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق ایسا انسان گدھے کی مانند ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اله العالمین۔

آج کی تقریر کا عنوان ہے "نیک بننے سے دُنیا کی تکالیف سے چھٹکارا نہ ہوگا" اس مضمون کی تائید میں ایک حدیث شریف عرض کرتا ہوں۔

عَنْ سَعْدٍؓ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً قَالَ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِيْنِهٖ فَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاءُهٗ وَاِنْ كَانَ فِيْ دِيْنِهٖ رِقَّةٌ هُوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذٰلِكَ حَتّٰى يَمْشِيْ عَلَى الْاَرْضِ مَالَهٗ ذَنْبٌ (رواہ الترمذی ابن ماجہ والدارمی وقال الترمذی ہٰذا حدیث حسن صحیح)۔

ترجمہ۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ کہ کون لوگ سخت بلاؤں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا انبیاء علیہم السلام۔ پھر وہ لوگ جو انبیاءؑ سے مشابہ ہوتے ہیں اور پھر وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام سے زیادہ مشابہ ہوں۔ پھر انسان جس قدر دین میں سخت ہوتا ہے۔ اُسی قدر اُس کی مصیبت سخت ہوتی ہے اور جس قدر دین میں نرم ہوتا ہے۔ اسی قدر اس کی مصیبت ہلکی ہوتی ہے پس ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ دین میں سخت انسان زمین پر چلتا ہے۔ اس حال میں کہ گناہ سے پاک ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص انبیاء علیہم السلام کی صفات سے جتنا متصف ہوگا۔ اس پر اتنی ہی زیادہ تکالیف آئینگی۔ مثلاً پہلی جماعت کا طالب علم اگر الف۔ ب ت سُنا دے تو ممتحن اسے پاس کر دیتا ہے دوسری جماعت کے طالب علم کا امتحان اس سے ذرا سخت ہوگا۔ اس سے ممتحن پہاڑے بھی سُنے گا۔ اور جمع اور تفریق کے سوال بھی حل کروائے گا۔ اگر پہاڑے ٹھیک سُنا دیئے اور سوال بھی ٹھیک حل کر دیئے۔ تب اس کو پاس کر دے گا۔ اسی طرح جوں جوں طالب علم اوپر چڑھتا جائے گا۔ اس کا امتحان بھی سخت ہوتا جائے گا۔ دین میں بھی یہی حال ہے۔ مندرجہ بالا حدیث شریف میں علے حسب دینہٖ سے یہ چیز واضح ہوتی ہے۔ جو شخص معمولی درجہ کا دیندار ہے۔ وہ کسی کو کچھ نہیں کہتا۔ اس کا کوئی دشمن نہ ہوگا۔ اس کی ذمہ واری اتنی ہی ہے کہ بیوی بچوں کو دین سکھا دے۔ اس پر تکالیف بھی کم آئیں گی۔ ایک عالم لوگوں کے اعتقادات اعمال اور رسم و رواج پر جرح کرتا ہے تو اس کے سب دشمن ہوں گے۔ دینداروں کی آزمائش ہوتی رہتی ہے۔ ادھر گناہ کیا ادھر سزا مل گئی۔ اس طرح ان کا معاملہ صاف ہوتا رہتا ہے۔ وہ پاک ہو کر دُنیا سے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کی رحمت ہے کہ وہ گناہ پر گرفت کر لیں۔ اگر گرفت نہیں کرتے تو سمجھئے وہ ناراض ہیں۔ پھر جب گرفت ہوگی تو سخت ہوگی۔ ع

دیر گیرد سخت گیرد مر ترا

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس سے بچائے آمین یا اله العالمین۔

آج کے عنوان کی تائید میں دو اور حدیثیں عرض کرتا ہوں۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِي الدُّنْيَا وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰى يُوَافِيَهٗ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (رواہ الترمذی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خداوند تعالےٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی سزا دنیا ہی میں جلد دے دیتا ہے۔ اور جب کسی بندہ کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے گناہوں کی سزاؤں کو روک لیتا ہے۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کے گناہوں کی اس کو پوری سزا دے گا۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ وَالصُّنَابِحِيِّ اَنَّهُمَا دَخَلَا عَلٰى رَجُلٍ مَرِيْضٍ يَعُوْدَانِهٖ فَقَالَا لَهٗ كَيْفَ اَصْبَحْتَ قَالَ اَصْبَحْتُ بِنِعْمَةٍ فَقَالَ شَدَّادٌ اَبْشِرْ بِكَفَّارَاتِ السَّيِّئَاتِ وَحَطِّ الْخَطَايَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ اِذَا اَنَا ابْتَلَيْتُ عَبْدًا مِنْ عِبَادِيْ مُؤْمِنًا فَحَمِدَنِيْ عَلٰى مَا ابْتَلَيْتُهٗ فَاِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا وَيَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اَنَا قَيَّدْتُ عَبْدِيْ وَابْتَلَيْتُهٗ فَاَجْرُوْا لَهٗ مَا كُنْتُمْ تُجْرُوْنَ لَهٗ وَهُوَ صَحِيْحٌ (رواہ احمد)

ترجمہ۔ شداد بن اوسؓ اور صنابحیؓ کہتے ہیں کہ وہ دونوں ایک مریض کی عیادت کو گئے۔ اور اس سے کہا تو نے کیوں کر صبح کی۔ اس نے کہا خدا کا شکر ہے۔ میں نے نعمت الٰہی پر صبح کی۔ شداد نے کہا۔ خوش ہو گناہوں کے دُور ہونے اور خطاؤں کے صاف ہو جانے سے۔ اس لئے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا ہے کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ جب میں اپنے مومن بندوں میں سے کسی کو بیماری میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس ابتلا میں میری تعریف کرتا ہے۔ تو وہ اپنے بستر علالت سے ایسا پاک و صاف اُٹھتا ہے۔ جیسا کہ اس کی ماں نے آج ہی اس کو جنا ہے۔ اور کوئی گناہ اس کا باقی نہیں رہتا۔ اور خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو قید کیا اور مصیبت میں ڈالا اور اس کا امتحان کیا۔ پس اے فرشتو تم اس کے نامۂ اعمال میں وہی عمل لکھو جو اس کی صحت کی حالت میں لکھتے تھے۔ یعنی اعمال صالحہ۔

حاصل یہ نکلا کہ جتنے نمبر کا کوئی دیندار ہوگا۔ اس کو اتنی ہی تکلیف ہوگی۔

جو عالم لوگوں پر جرح نہیں کرتے ان کا کوئی دشمن نہیں ہوتا۔ ع

مابخیر شما بسلامت

ہم حنفی وتروں میں جو دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ اس میں ہم نَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ (ترجمہ۔ اے اللہ جو تیرا نافرمان ہے۔ ہم اس کا بائیکاٹ کرتے ہیں) پڑھتے ہیں۔ اس قسم کے عالم روزانہ وتروں میں یہ دعا پڑھتے ہیں۔ باہم۔ سہرا۔

گھوڑی - مہندی - آتشبازی سب خلاف شرع رسمیں ادا کرنے والوں کے نکاح پڑھتے ہیں - ان کا کوئی کیوں دشمن ہوگا -

شیخ عظیم اللہ صاحب ایڈووکیٹ جن کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے - میرے دوست تھے - وہ انجمن حمایت اسلام کے سکرٹری تھے - اللہ تعالےٰ ان کو غریق رحمت فرمائے - ایک جسٹس صاحب کی لڑکی کی شادی تھی - شیخ صاحب میرے پاس تشریف لائے - کہ آپ نکاح پڑھا دیجئے - میں تاریخ مقررہ پر جج صاحب کی کوٹھی پر نکاح پڑھانے کے لئے پہنچ گیا - جب برات آئی تو دولہا کے سر پر سہرا بندھا ہوا تھا - میں نے شیخ صاحب کو بلا کر عرض کیا کہ سہرا اُتروا کر گلے میں ڈلوا دیجئے - ورنہ میں نکاح نہیں پڑھوں گا - شیخ نے کہا بہت اچھا ابھی ہو جاتا ہے - وہ جا کر جج صاحب کو بلا لائے - میں نے ان سے بھی وہی کہا اور وہ بھی یہ کہہ کر چلے گئے - کہ بہت اچھا ابھی ہو جاتا ہے - تھوڑی دیر بعد دونوں واپس تشریف لائے اور کہا کہ دولہا کے وارث نہیں مانتے - معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی رسم و رواج کے پابند تھے - میں نے کہا کہ میں نکاح نہیں پڑھوں گا - اس پر جج صاحب نے بحث شروع کر دی - کہ اس میں ہرج ہی کیا ہے - میں نے کہا کہ اگر ایک عورت ماتھے پر سرخ تلک لگا کر آپ کے سامنے آئے - تو آپ اس کو ہندو سمجھیں گے یا نہیں - میں یہ کہہ کر چلا آیا - جس نے نکاح پڑھا کر دس روپے لینے ہونگے وہ شیخ صاحب اور جج صاحب کو کیوں

ناراض کرکے آئے گا؎

یکے نقصان مایہ　　دیگر شماتت ہمسایہ

دوسرا واقعہ باغبانپورہ کا ہے - وہ بھی کسی بڑے آدمی کی لڑکی کی شادی تھی جب برات آئی تو باجے کی آواز آئی - میں نے لڑکی کے والد سے کہا کہ باجا بند کیا جائے - ورنہ میں نکاح نہیں پڑھونگا - انہوں نے کہا کہ ہم نے تو منع کیا تھا - وہ باجہ بند نہ کرا سکے اور میں اُٹھ کر چلا آیا -

میرے اندر کوئی کمال نہیں - اے اللہ! یہ تیرا فضل ہے - لیکن اللہ تعالےٰ سے لے کر دینے والے میرے دونوں مُربی تھے اللہ تعالےٰ ان کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے - آمین یا الہ العالمین ؏

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کردے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

عرض یہ کر رہا تھا کہ دین کے معاملہ میں جتنا کسی کا درجہ بلند ہوتا ہے - اتنی ہی اس پر تکالیف آتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں - آپ لا الہ الا اللہ کی تعلیم دیتے تھے - کفار کہتے تھے - اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ ایک آیت چھوڑ کر آگے آتا ہے - مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ (سورہ صٓ - رکوع ۱ پ ۲۳)

(ترجمہ - کیا اس نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا - بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے) - (ترجمہ - ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سُنی - یہ تو ایک بنائی ہوئی بات ہے - حضورؐ ان کے اعتقادات اعمال اور رسم و رواج کا اپریشن فرماتے تھے - تاکہ ۳۶۰ خداؤں کو اُڑا دیا جائے اور صرف ایک خدا رہے اور وُہ بگڑتے تھے - اب بھی یہی ہوگا - جو مولوی اپریشن کرے گا - اس سے تو خواہ مخواہ لڑائی ہوگی - اکثریت اسی قسم کے بد نصیب لوگوں کی ہے - بعض خوش نصیب اپریشن کو رحمت سمجھتے ہیں - یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے - میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو خوش نصیب بنائے - آمین یا الہ العالمین - بد نصیب دوزخ میں داخل ہونے کے بعد اقرار جرم کریں گے - لیکن یہ ان کو کوئی فائدہ نہ دے گا ؏

اَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ۝ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ سورۃ المومنون رکوع ۶ پ ۱۸

ترجمہ :- کیا تمہیں ہماری آیتیں نہ سنائی جاتی تھیں - پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے - کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بد بختی غالب آ گئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے - اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے - اگر پھر کریں تو بے شک ہم ظالم ہوں گے -

میں اللہ تعالےٰ سے بڑا خوش ہوں - اور لاہوریوں سے بھی خوش ہوں کہ انہوں نے میری آواز پر لبیک کہا الحمد للہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ مبارکًا علیہ - میں جب یہاں آیا تھا - تو اس مسجد میں بھی چراغ جلتے تھے - میں خاموش بیٹھ کر دیکھا کرتا تھا - مجھے یقین تھا کہ قرآن مجید دریا کی طرح اپنا راستہ خود بنا لے گا - دریا اپنا راستہ خود بناتا ہے - اس کے لئے کوئی راستہ نہیں بناتا - ہر انسان گناہگار ہے - اللہ تعالےٰ اول تو گناہوں پر میری اور آپ کی گرفت نہ فرمائے - اگر گرفت کرنی ہے تو استقامت عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین -

مجلس ذکر

منعقدہ ۹ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

تکمیل کا درجہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد اس دنیا میں ہر چیز کی تکمیل کا ایک درجہ ہوتا ہے۔ نباتات کا درجہ تکمیل یہ ہے کہ وہ پھل دینے لگے مثلاً آم کی گٹھلی بوئی گئی اور پودا اُگا۔ جب پھل لگا تو پودا درجۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ حیوانات کا درجۂ تکمیل یہ ہے کہ وہ بچہ جننے کے قابل ہو جائیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی اور بندۂ خدا ہونے کے لحاظ سے ایک تکمیل کا درجہ ہے۔ اس کے متعلق آج عرض کرنا چاہتا ہوں۔

درجہ تکمیل یہ ہے کہ انسان فانی عن مراد نفسہ باقی بمراد اللہ تعالے ہو جائے یعنی اس کو اپنے نفس کا کوئی مقصد پیش نظر نہ رہے۔ اللہ تعالے نے اس کے لئے جو مقصد تجویز کرکے رکھا ہے۔ وہی پیش نظر رہے۔ چوبیس گھنٹے کے ہر گھڑی اور ہر آن یہی خیال رہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ ہونے پائے۔

ذاتی مقصد کوئی نہ رہنے پائے۔ اس قسم کا انسان بھی اس دنیا میں رہ کر سب کچھ کرے گا۔ لیکن اس کا اپنا ارادہ کوئی نہ ہوگا۔ وہ جو کام بھی کرے گا۔ اس میں اللہ تعالے کی رضا کو پیش نظر رکھے گا۔ اس کے بالمقابل ایسے انسان بھی ہیں جو ہر کام اپنی ذاتی اغراض کے لئے کرتے ہیں۔ ان کو اس بات کی پرواہ ہی نہیں ہوتی کہ اللہ تعالے راضی ہے یا ناراض۔ شریعت دُنیا کے کام کاج چھڑوانا نہیں چاہتی۔ صرف نیت بدلنا چاہتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (ترجمہ سوائے اس کے نہیں کہ "اعمال کا مدار نیتوں پر ہے"۔ آپ کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ نِصْفَ الدِّیْنِ فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) ترجمہ۔ (حضرت انسؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب بندہ نکاح کرتا ہے تو تحقیق اس نے آدھا دین مکمل کر لیا۔ پس آدھے باقی میں اللہ سے ڈرے)۔ اگر ایک مسلمان اس نیت سے نکاح کرتا ہے کہ نفس اور شیطان اس کو بہکا کر گناہ میں نہ مبتلا کر دیں۔ تو اس کا نکاح کرنا بھی دین اور عبادت ہے۔ اس کے مقابلہ میں ایک دنیا دار اس لئے نکاح کرے گا۔ کہ بیٹے ہونگے اور پوتے ہونگے اور مرنے کے بعد نام زندہ رہے گا۔ کسی اللہ والے نے کہا ہے۔ ع

چیست دُنیا از خدا غافل بُدن

دین سیکھنے سے آتا ہے اور نیت بھی سیکھنے سے ہی صحیح بنتی ہے۔ ایک ہی کام دنیا دار اور غرض سے کرتا ہے۔ اور دیندار اور غرض سے۔ دُنیا دار بیٹے کی شادی پر برادری کو بلائے گا۔ وہ جو کریگا نام و نمود کے لئے۔ دیندار نیکوں اور علمائے کرام کو بلائے گا۔ وعظ ہوں گے لوگوں کو پیغام حق سنایا جائے گا۔ بہت سے کچے وعظ سُن کر دین پر پکے ہو جائیں گے۔

اس سے بھی اعلےٰ درجہ یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے سوا دل میں کسی کی محبت نہ رہے۔ اللہ تعالے کا ارشاد ہے:۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَہُمْ کَحُبِّ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (الآیۃ سورہ البقرہ رکوع ۲۰ پ ۲) ترجمہ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں۔ جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے) یہ بھی تکمیل کا ایک شعبہ ہے یہ درجہ بڑی مدت کے بعد پیدا ہوتا ہے اگر انسان ہدایت یافتہ ہو تو پھر سمجھتا ہے کہ جو بھی نفع مجھے پہنچ رہا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آ رہا ہے اس طرح نظر ذرائع سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف لگ جائے گی۔ جس طرح کسی کے بیٹے نے سو روپیہ کا منی آرڈر بھیجا۔ بے شک منی آرڈر لا کر دینے والا تو پوسٹ مین ہے۔ لیکن وہ اس کا شکر گزار نہ ہوگا۔ وہ تو فقط ذریعہ ہے۔ ہر نفع کی منظوری اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے۔ دوسرے تو صرف ذریعہ بنتے ہیں۔ مثلاً اگر بیوی نیک اور راحت رساں ملی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اللہ تعالےٰ نے نیک بیٹا دیا تو یہ بھی اُسی کا کرم ہے۔ اگر بد دیتا تو ہم کیا کر سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جس بچہ کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے ماں باپ نیک تھے۔ خطرہ تھا کہ بڑا ہو کر یہ اُن کو بھی سرکشی اور کفر میں مُبتلا نہ کر دے۔ اسی لئے میں دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ مطلق اولاد نہ مانگئے۔ نیک اولاد کی دُعا کیا کیجئے۔ اس کے ہاں نیک بھی ہیں اور بد بھی۔ بے سمجھ مرد اور عورتیں مطلق اولاد کی دُعا کرتے ہیں اس میں خطرہ ہے کہ کہیں ہمارے حصہ میں بد نہ آ جائے

غرضیکہ درجۂ تکمیل تک پہنچنے کے لئے نمبر اول اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ جو کام کرے اللہ تعالےٰ کے لئے کرے ذاتی غرض کوئی نہ ہو۔ نمبر دوم۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ اس کے لئے اللہ والوں کی صحبت کی ضرورت ہے۔ ع

بے میوہ نہ میوہ رنگ گیرد

جن کو صحبت نصیب نہیں۔ ان کو اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں بیوی اولاد وغیرہ سے بڑی محبت ہے۔ اللہ تعالےٰ چونکہ انسان کا خالق ہے اس لئے وہ اس کی رگ رگ سے واقف ہے اس نے ایک ایک رگ پکڑ کر دکھا دی ہے۔ کہ یوں گمراہ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ (۔۔۔)

مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○

سورۃ آل عمران ع ۱ پ ۳ ۔ ترجمہ ۔ لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے ۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے ۔ اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ۔ یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے ۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے ۔

ہر شخص اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے ۔ اکثریت کی یہی حالت ہے ۔ بیوی بڑی پیاری ہے ۔ اولاد بڑی پیاری ہے ۔ ہم بھتے رہتے ہیں کہ جس اولاد کو دین نہ سکھایا ۔ وہ ماں باپ کے خلاف قیامت کے دن بارگاہ الٰہی میں یوں فریاد کریں گے ۔

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ○ سورۃ الاحزاب رکوع ۸ پ ۲۲ ۔ ترجمہ ۔ اے ہمارے رب ! انہیں دُگنا عذاب دے ۔ اور ان پر بڑی لعنت کر

اکثریت کو اللہ تعالےٰ کی رضا پیش نظر نہیں ۔ اولاد کی راحت پیش نظر ہے بیٹا بی اے ہو جائے گا ۔ معقول تنخواہ پائیگا اس کی پرواہ نہیں کہ دیندار بھی ہو ۔ بیٹی کی شادی کے لئے دین کا کوئی خیال نہیں جانتے ہیں ۔ کہ بے دین گھرانہ ہے ۔ اس لئے راضی ہو گئے ہیں ۔ کہ رزق بڑا ہے ۔ بیٹی آرام پائے گی ۔ اس کی پرواہ نہیں خواہ ساری دولت حرام کی ہو ۔

آج کا پہلا سبق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو فانی عن مراد نفسہ باقی بمراد اللہ تعالےٰ بن کر دنیا میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ دوسرا سبق یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالےٰ سے سب سے زیادہ محبت ہونی چاہیئے ۔ اس کو کسی نے اس طرح بیان کیا ہے ؎

دلا تو رسم تعلق ز مرغ آبی جو
گرچہ غرق بدریاست خشک پر برخاست

اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک سے جو تم بیزار ہو ۔ بلکہ ہر ایک سے حسن سلوک سے زندگی بسر کرے ۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہ کرے ۔ کیونکہ حقیقت میں اللہ تعالےٰ کے سوا ہمارا کوئی نہیں ۔ جبکہ اس کے سوا ہمارا کوئی نہیں ۔ تو ہمیں بھی فقط اسی کا ہو کر رہنا چاہیئے ۔ عربی میں کسی نے خوب کہا ہے ؏

اَنْتَ الَّذِیْ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ بَاكِيًا
وَالنَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
فَاحْرِصْ عَلٰى عَمَلٍ تَكُوْنُ اِذَا بَكَوْا
فِيْ يَوْمِ مَوْتِكَ ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

ترجمہ ۔ تو وہ ہے کہ جب تیری ماں نے تجھے جنا تھا تو رو رہا تھا ۔ اور تیرے گرد لوگ مسرت سے ہنس رہے تھے ۔ پس ایسے اعمال کی خواہش کر کہ (جب تیری موت کے وقت) سب روتے ہوں اور تو خوشی سے ہنستا ہو ۔

جب سکرات میں رحمت کا پیغام مل گیا تو انسان ہنستا ہوا دنیا سے جائے گا یہ ہے تکمیل کا درجہ ۔ اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آنے اور کتاب و سنت کا پیغام بار بار سننے سے اللہ تعالےٰ کے فضل سے رنگ چڑھ جاتا ہے ۔

اگر اللہ تعالیٰ راضی ہے تو قدم قدم پر اس کی رحمت نازل ہوگی اگر وہ ناراض ہے تو پھر ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں ۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ بیوی اولاد گھر کا ساز و سامان یہ سب چیزیں غدار ہیں ۔ اگر دنیا میں ان کی محبت اللہ تعالےٰ کی محبت کے مقابلہ میں زیادہ تھی تو مرنے کے بعد یہی عذاب بن جائے گی ۔ بیوی اور اولاد کے لئے اللہ تعالےٰ کو ناراض کیا ۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی قبر میں ساتھ نہ جائے گا ۔ پھر پتہ چلے گا کہ سب غدار تھے ۔ لیکن ؏

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

کسی نے کہا ہے ۔ ہرچہ از دل می خیزد بر دل می ریزد ۔ (ترجمہ ، جو بات دل سے نکلتی ہے ۔ وہ دل پر پڑتی ہے)

بشرطیکہ دل لینے کے قابل ہو ۔ پتھر نہ ہو ۔ بعض دل پتھر کی مانند بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ یہود کے متعلق فرماتے ہیں ۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ۚ الآیۃ

سورہ البقرہ رکوع ۹ پ ۱ ترجمہ (پھر اس) کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے ۔ گویا کہ وہ پتھر ہیں ۔ یا اس سے بھی زیادہ سخت)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو درجہ تکمیل نصیب فرمائے ۔ آمین یا الٰہ العالمین ۔

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۱۶ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ
مطابق
۶ فروری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد
آج کا عنوان ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں نمبر اوّل پاس ہونے والے کون ہیں

دعا کیجئے اللہ تعالے مجھ سے جو کہلوا رہے اس پر مجھے بھی عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے میں آپ کی دُعاؤں کا محتاج ہوں۔ میں آپ کے لئے دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آپ کے اعمال صالحہ کی برکت سے میری بھی نجات ہو جائے گی۔ جس ماں کے چار پانچ بچے ہوں۔ وہ سب اگر ایک ایک لقمہ بھی چھوڑیں گے تو ان سے ماں کا پیٹ بھر جائے گا۔ اسی طرح اگر آپ میری معروضات سُن کر ان پر عمل کرینگے تو آپ کے اعمال صالحہ میں سے مجھے بھی حصّہ ملے گا۔ اس سے میری نجات ہو جائیگی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

اَلدَّالُ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ۔

(ترجمہ۔ نیکی کی طرف بُلانے والا اس کے کرنے والے کی مانند ہے) یعنی نیکی کی دعوت دینے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا۔ جتنا کرنے والے کو۔ آپ کی اصطلاح میں آج کے عنوان کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ کی اُمت میں فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونے والے کون ہیں۔ اس کے متعلق ایک حدیث عرض کرنا چاہتا ہوں۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا فَقَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ یَمُرُّ النَّبِیُّ وَمَعَہُ الرَّجُلُ وَالنَّبِیُّ وَمَعَہُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِیُّ وَمَعَہُ الرَّھْطُ وَالنَّبِیُّ وَلَیْسَ مَعَہٗ اَحَدٌ فَرَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَرَجَوْتُ اَنْ یَّکُوْنَ اُمَّتِیْ فَقِیْلَ ھٰذَا مُوْسٰی فِیْ قَوْمِہٖ ثُمَّ قِیْلَ لِیْ اُنْظُرْ فَرَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِیْلَ لِیْ اُنْظُرْ ھٰکَذَا وَھٰکَذَا فَرَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ فَقِیْلَ ھٰؤُلَاءِ اُمَّتُکَ وَمَعَ ھٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا قُدَّامَھُمْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ ھُمُ الَّذِیْنَ لَا یَتَطَیَّرُوْنَ وَلَا یَسْتَرْقُوْنَ وَلَا یَکْتَوُوْنَ وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ فَقَامَ عُکَّاشَۃُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ قَالَ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ مِنْھُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ ادْعُ اللّٰہَ اَنْ یَّجْعَلَنِیْ مِنْھُمْ قَالَ سَبَقَکَ بِھَا عُکَّاشَۃُ (متفق علیہ)

ترجمہ:۔
ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نکلے۔ پس آپ نے فرمایا۔ پیش کی گئیں (یعنی دکھائی گئیں) مجھ پر اُمتیں (یعنی خواب یا حالت کشف میں) پس پیغمبروں نے اپنی اُمتوں کے ساتھ گزرنا شروع کیا۔ ایک نبی گزرا کہ اس کے ساتھ ایک آدمی تھا (یعنی صرف ایک تابع) اور ایک نبی گزرا۔ جس کے ساتھ دو آدمی تھے اور ایک نبی گزرا جس کے ساتھ ایک جماعت تھی اور ایک نبی گزرا جس کے ساتھ ایک آدمی بھی نہ تھا۔ پھر میں نے ایک بڑی جماعت یا انبوہ کو دیکھا جو آسمان کے کناروں میں بھری ہوئی تھی۔ (اس کی زیادتی کو دیکھ کر) میں نے یہ اُمید باندھی کہ یہ میری اُمت ہوگی۔ لیکن مجھ کو بتایا گیا کہ یہ موسیٰؑ اور ان کی اُمت ہے۔ پھر مجھ سے کہا گیا۔ دیکھ میں نے ایک بڑے انبوہ کو دیکھا۔ جس سے آسمان کے کنارے معمور تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا

دائیں بائیں دیکھ۔ میں نے ایک بڑے انبوہ کو دیکھا۔ جس کے آسمان کے کنارے معمور تھے۔ پھر مجھ کو کہا گیا۔ دائیں بائیں دیکھ۔ میں نے ایک بڑے انبوہ کو اپنے پہلوؤں میں پایا۔ جو آسمان کے کناروں تک پھیلے ہوئے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا یہ تیری اُمت ہے اور ان کے علاوہ ستّر ہزار اور ہیں جو بے حساب جنّت میں داخل ہوں گے۔ اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ تو شگون لیتے ہیں اور نہ منتر پڑھواتے ہیں۔ اور نہ اپنے جسم پر داغ لیتے ہیں اور صرف خدا پر بھروسہ رکھتے ہیں (یہ سُن کر) عکاشہؓ بن محصن (صحابی) کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ دُعا فرمایئے خداوند تعالےٰ ان لوگوں میں مجھ کو شامل کر دے۔ آپؐ نے دُعا فرمائی۔ اے اللہ! اس کو ان میں سے کر دے۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہُوا۔ عرض کیا۔ میرے لئے بھی دُعا فرما دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تجھ پر عکاشہؓ سبقت لے گیا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہُوا۔ کہ بعض کھوٹی قسمت والی ایسی اُمتیں بھی گزری ہیں۔ جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام آئے۔ مگر ایک شخص کو بھی ہدایت نہ ہوئی۔ انبیاء علیہم السلام کی آمد سے یہ فائدہ ہُوا کہ ان کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف اتمام حجّت ہو گیا۔ وُہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں گے۔ رَبَّنَا مَا جَآءَنَا مِنْ نَّذِیْرٍ (ترجمہ۔ اے ہمارے رب ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔) میں کہا کرتا ہوں کہ اگر میرے دل میں اخلاص ہے تو میرا ایک ایک منٹ کامیاب ہے۔ خواہ ایک شخص کو بھی ہدایت نہ ہو۔ میرا دل تو چاہتا کہ سب کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ مجھ کو اس کا دُکھ بھی ضرور ہے۔ لیکن میں کامیاب ہوں۔ اور خوش ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے لاہوریوں کو میری بات سُننے کی توفیق عطا فرمائی۔ جس طرح کاشتکار اگر سو بیگھے زمین کاشت کرے۔ اس کا دل تو چاہتا ہے کہ سو بیگھے ہی پھلیں پھولیں۔ اگر سو میں سے ایک بیگھہ بھی خشک رہ گیا اس کو ضرور دُکھ ہوگا۔

جو حدیث شریف میں نے پیش کی ہے اس میں اصل چیز یہ ہے کہ حضورؐ کی اُمت میں سے ستر ہزار بلا حساب جنّت میں داخل ہوں گے۔ یہ شرف کسی پیغمبر کی اُمت کو نصیب نہیں ہُوا۔

ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اربوں سنکھوں جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ دُوسروں کے پیشوا ہوں گے۔ مثلاً شاہ ولی اللہ صاحبؒ مدینہ منورہ سے علم حدیث لائے۔ اس وقت سے لے کر اب تک ہندوستان میں علم حدیث کی درس و تدریس ان کا ہی فیض ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ پانچویں صدی ہجری کی پیداوار ہیں۔ طریقت میں قادری خاندان ان کی طرف منسوب ہے۔ امام اعظم رح پہلی صدی ہجری کی پیداوار ہیں۔ مذاہب اربعہ میں سے وہ حنفی مذہب کے بانی ہیں ان حضرات کو اللہ تعالےٰ نے قبولیت عامہ عطا فرمائی ہے۔ ان کے متبعین کی تعداد کا صحیح اندازہ ہم کر ہی نہیں سکتے اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ ان کی کتنی تعداد ہے۔ انشاءاللہ ان کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر شخص کو اپنے امام کے ساتھ بارگاہ الہٰی میں بُلایا جائے گا۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔ (سورہ بنی اسرائیل ع ۸ پ ۱۵)۔ ترجمہ۔ (جس دن ہم ہر فرقے کو ان کے سرداروں کے ساتھ بلائیں گے)۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ درجہ نصیب فرمائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔ اگر ہر مسلمان باطل کے مقابلہ میں ایک تنکا بن کر کھڑا ہو جائے۔ تو باطل کی اشاعت رُک سکتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ پانی کی جو میں اگر کسی وجہ سے ایک تنکا بھی کھڑا ہو جائے تو باقی تنکے اس کی وجہ سے رُک جاتے ہیں اور صاف پانی آگے نکل جاتا ہے۔ ہر شخص اپنے اپنے دائرہ میں امام بن سکتا ہے۔ بشرطیکہ دل میں اخلاص ہو۔ اللہ تعالےٰ تو دل کو دیکھتے ہیں کہ یہ بندہ میرے لئے ہی تگ و دو کر رہا ہے۔ اخلاص کی تار اللہ تعالےٰ کی رحمت کو کھینچ کر لاتی ہے۔ اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ یہ کام تیرے لئے ہے۔ اور غیر کے لئے نہیں ہے۔ آج صبح ہی ایک شخص آیا تھا۔ اس نے کہا کہ ایک شخص نے مجھے ایک کنیال زمین دی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس پر ایک کمرہ ہی بن جائے۔ اس کی غرض یہ تھی کہ اس کام میں میری امداد کی جائے۔ میں نے اسے کہا کہ اگر اخلاص سے آپ ایک چھپّر بنا کر بیٹھ جائیں گے تو اللہ جنگل میں منگل

کر دیں گے۔ کسی نے کہا ہے سے

دوستاں را کجا کُنی محروم
تو کہ با دُشمناں نظر داری

بلا حساب جنت میں داخل ہونیوالے حضرات کی صفات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ پرندوں سے فال نہیں لیتے تھے۔ ہندوؤں میں یہ دستور ہے کہ سفر کے لئے گھر سے جب نکلتے ہیں۔ اگر پہلے کوّا نظر پڑ جائے تو واپس آ جاتے ہیں۔ اس کو وُہ شگون بد سمجھتے ہیں۔

۲۔ جھاڑ پھونک نہ کرتے تھے۔

۳۔ داغ نہیں دیتے۔ بلوچستان میں ہر بیماری کا علاج ہی داغ دینا سمجھا جاتا ہے۔ عرب میں بھی طریقۂ علاج رائج ہوگا۔ یہ حضرات ظاہری اسباب میں ہاتھ نہیں ڈالتے تھے۔ اگر قیمتی دواؤں اور ڈاکٹروں اور اطباء کی کوشش پر شفاء کا انحصار ہوتا تو بادشاہ اور دولتمند کبھی نہ مرتے۔ اصل میں شفاء اللہ تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ دوا تو مریض کی توجہ مرض سے ہٹانے کے لئے ہوتی ہے۔ جس طرح بچّے کی آنکھیں دُکھتی ہوں۔ تو ماں چاسکو ڈالتی ہے۔ بچہ جب درد سے روتا ہے تو وہ زنجیر کھٹکھٹاتی ہے اور بچّہ چُپ ہو جاتا ہے۔ دوا طبیعت کو بہلانے کا ذریعہ ہے۔ ورنہ شفا اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف ہے۔ یہ حضرات ظاہری اسباب میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔ یہ خواص کا درجہ ہے۔ ہم سب پچھڑے درجہ میں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام متوکلین کے بھی امام ہوتے ہیں۔ وہ بعض اوقات اپنے درجہ سے نزول فرما کر علاج کرواتے ہیں۔ تاکہ اُمت کے عام افراد کے لئے نمونہ بن سکیں۔

توکل کے بھی کئی درجے ہیں۔ میں نے جو درجہ عرض کیا ہے۔ وہ بہت اُونچا ہے۔ اس کو نصب العین بنا کر اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کے لئے کوشش عطا کرنیکی توفیق عطا فرمائے آمین یا الہ العالمین جس طرح ایک طالبعلم جب فرسٹ ڈویژن کے لئے محنت کرے گا۔ اگر فرسٹ ڈویژن نہ آیا۔ سیکنڈ ڈویژن تو آ ہی جائے گا۔ اسی طرح اگر ہم اعلےٰ درجہ کے لئے کوشش کریں گے۔ اگر اعلےٰ درجہ نہ ملا۔ اس کے قریب قریب درجہ انشاءاللہ مل ہی جائیگا۔

مجلس ذکر

منعقدہ — ۲۳ر رجب المرجب ۱۳۷۷ھ — مطابق — ۱۳ر فروری ۱۹۵۸ء —

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولٰینا احمد علی صاحب مد ظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :—

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اما بعد آج کا عنوان ہے

اسلام تین طرح کی صفائی پر زور دیتا ہے

۱۔ ظاہر کی صفائی ۔ ۲۔ حواس ظاہری کی صفائی ۔ ۳۔ باطن کی صفائی

آج دنیا میں زندہ مذہب فقط اسلام ہے۔ اسلام کی تعلیمات کا منبع قرآن مجید ہے۔ جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورہ الحجر ع پ۱۴) ترجمہ۔ (ہم نے یہ نصیحت اُتاری ہے اور بیشک ہم اس کے نگہبان ہیں)

باقی کسی مذہب کے پاس آسمانی کتاب موجود نہیں ہے۔ نہ عیسائیوں کے پاس انجیل نہ یہود کے پاس تورات اور نہ ہنود کے پاس وید محفوظ ہیں۔ اس لئے موجودہ زمانہ میں صرف اسلام ہی دربار الٰہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اسلام کی تعلیمات کو اپنا حال بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۔ ظاہر کی صفائی

تینوں قسم کی صفائی میں ظاہر کی صفائی تھرڈ کلاس ہے۔ جس کو طہارت کہتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ بدن اور کپڑے پاک ہوں۔ اسلام اس پر بھی زور دیتا ہے اور کسی قوم میں اس کو ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ انگریز کو عام طور پر علمبردار تہذیب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے ہاں طہارت ضروری نہ تھی۔ وہ تو پاکستان سے چلا گیا ہے۔ مگر اپنے نمائندے چھوڑ گیا ہے۔ پہلے انگریز جج اور مجسٹریٹ ہوتے تھے۔ اب اُس کے نمائندے جج اور مجسٹریٹ ہیں۔ وہ بھی پیشاب کھڑے ہو کر کرتا تھا۔ یہ بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں نہ وہ ڈھیلا اور پانی استعمال کرتا تھا نہ یہ استعمال کرتے ہیں۔ پیشاب کے قطرات سے دونوں کی رانیں اور پتلونیں پلید رہتی ہیں۔ کسی حیوان کے فضلہ میں اتنی بد بو نہیں ہوتی۔ جتنی کہ انسان کے فضلہ میں ہوتی ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ مسلمان نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی چھوڑ کر انگریز کو اپنا رہبر بنا لیا ہے۔ ان میں طہارت ہے ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرما دیا ہے۔

عَنْ عُمَرَؓ قَالَ رَاٰنِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَبُوْلُ قَائِمًا فَقَالَ یَا عُمَرُ لَا تَبُلْ قَائِمًا فَمَا بُلْتُ قَائِمًا بَعْدُ (رواہ الترمذی وابن ماجہ) ترجمہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا میں کھڑا ہوا پیشاب کر رہا تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اے عمرؓ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا کرو (حضرت عمرؓ کہتے ہیں) اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا۔

دوسرا ارشاد نبویؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام ملاحظہ ہو

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَمَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ (متفق علیہ) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) دو قبروں کے پاس سے گزرے پس آپؐ نے فرمایا۔ ان دونوں قبر والوں پر عذاب کیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز پر عذاب نہیں کیا جا رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب سے پرہیز نہیں کرتا تھا۔ اور دوسرا چغلخور تھا۔

۲۔ حواس ظاہری کی صفائی

اس کے معنی یہ ہیں کہ اعضاء گناہ سے پاک ہوں۔ آنکھ زنا سے۔ زبان غیبت اور گلہ سے۔ ہاتھ کسی پر ظلم کرنے سے۔ انگریز کے ہاں حواس ظاہری کی صفائی کا تو نام و نشان بھی نہیں ہے۔ وہ ڈانس کھیلتا ہے۔ جس میں دوسروں کی بیوی کو بغل میں لے کر ناچتا ہے۔ شراب پیتا ہے اور زنا کرتا ہے۔ اسلام ان سب چیزوں سے سختی کے ساتھ روکتا ہے۔ حواس ظاہری سے جو گناہ کریں گے۔ وہ فی اول الحال جہنم میں جائیں گے۔ اُس کے بعد اگر ایمان سلامت ہے تو سزا بھگتنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جہنم سے نکل آئیں گے۔

زبان اور شرم گاہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ سَھْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنْ لِیْ مَا بَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ (رواہ البخاری) ترجمہ۔ سہل بن سعدؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ سے اس کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں کلّوں کے درمیان والی چیز (زبان) اور اپنے دونوں پاؤں کی درمیانی چیز (شرمگاہ) کی حفاظت کرے گا۔ تو میں اُس کے لئے جنّت کا ذمہ دار ہوں گا

یہ اعضاء کی صفائی ہے۔ ظاہر کی صفائی کی طرح اعضاء کی صفائی بھی کسی قوم میں نہیں ہے۔ اگر انسان کے منہ میں شریعت کی لگام نہ ہو تو اس کا گناہوں سے بچنا نا ممکن ہے۔ اعضاء ہی گناہ کا منبع ہیں۔ اور اسلام ان پر کڑی نگرانی کا حکم دیتا ہے

۳۔ باطن کی صفائی

اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ دل حسد۔ کبر۔ عُجب اور باقی امراض روحانی سے پاک ہو۔ بدن اور اعضا کی پاکیزگی اور چیز ہے۔ اور

دل کی پاکیزگی اور ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔)

...اللہ تعالےٰ اپنے ... پہلے دل کو دیکھتے ہیں اور پھر دل کے مطابق عمل کی جزا دیتے ہیں۔

سب سے زیادہ مہلک دل کی بیماریاں ہیں۔ دل اگر کفر، شرک، عُجب، حسد، کبر وغیرہ سے پاک ہو جائے تو خدا کا خوف اور نیکی کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان کا ظاہر بھی پاک ہو اور باطن بھی پاک ہو۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو تینوں قسم کی صفائی کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

یہ باتیں نہ چیف جسٹس نہ چیف کمشنر نہ چیف سیکرٹری کے دفاتر ہیں نہ عدالتوں میں اور نہ سکولوں اور کالجوں میں سنائی جاتی ہیں۔ یہ باتیں مسجد میں ہی سنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو سدا اپنے دروازے پر لائے۔ گھونٹ کر اور گھول کر کوئی نہیں پلاتا۔ آنے جانے بیٹھنے اور سننے سے آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ آنے جانے میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ وہ کچھ دیتے ہیں جو اور کہیں نہیں ملتا۔ بندہ اپنی شان کے مطابق قدم اٹھاتا ہے اور اللہ تعالےٰ اپنی شان کے مطابق اجر عطا فرماتے ہیں۔ اگر تینوں قسم کی صفائی حاصل ہو جائے تو ایسا شخص مرحوم اور مغفور ہوتا ہے۔ اُسے زمین بھی کہے گی۔ ہذا مغفور نیک و بد کا زمین کو بھی احساس ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ مرتا ہے تو زمین اُس سے کہتی ہے کہ میری پیٹھ پر چلنے والے تھے تو مجھ اُن سب سے پیارا لگتا تھا۔ آج دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں۔ اس کے حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ زمین نگاہ کی دُوری تک اُس کے لیے کشادہ ہو جاتی ہے۔ نیک آدمی کی موت زمین بھی روتی ہے اور آسمان بھی روتے ہیں۔

کسی اللہ والے نے کہا ہے۔

اَنْتَ الَّذِیْ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ بَاكِيًا
وَالنَّاسُ حَوْلَكَ يَضْحَكُوْنَ سُرُوْرًا
فَاحْرِصْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا تَكُوْنُ بَكَوْا
مُسْتَبْشِرًا ضَاحِكًا مَسْرُوْرًا

ترجمہ۔ تو وہ تو ہے کہ جب تیری ماں نے تجھے جنا تھا تو تو رو رہا تھا اور تیرے گرد لوگ مسّرت سے ہنس رہے تھے۔ پس ایسے اعمال کی خواہش کر کہ (جب تیری موت کے وقت) لوگ سب روتے ہوں۔ اور تو خوشی سے ہنستا ہو۔

اس قسم کے انسان کے انسان کے لئے موت کے وقت ملائکہ عظام اللہ کی طرف سے پیغام بشارت لے کر آتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (سورہ حم السجدہ ع ۴ پ ۲۴) ترجمہ بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اُس پر قائم رہے۔ اُن پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو۔ اور نہ غم کرو۔ اور جنت میں خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

ادھر موت کا وقت آیا اور سکرات طاری ہوئی اور ادھر فرشتے خوشخبری لے کر آئے۔ خوف مستقبل کے لیے اور حزن ماضی کے متعلق ہوتا ہے۔ گویا کہ اس قسم کے لوگوں کو نہ سابقہ اعمال کا غم ہوگا۔ اور نہ مستقبل کا خوف ہوگا۔ مل بیٹھنے سے آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہو اور قرآن مجید کی تعلیم اور اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو تو انسان کو تینوں قسم کی صفائی میسر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو تینوں قسم کی صفائی عطا نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ ۳۰ رجب المرجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰ فروری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد۔ [illegible] کہلاتے ہیں۔ دُعا کریں کہ وہ مجھے اور آپ کو ویسا بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ آج کا عنوان ہے:-

دُنیا میں سب سے مشکل کام انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانا ہے

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (سورۃ الذاریات ع ۳ پ ۲۷) ترجمہ اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا۔ تاکہ تم غور کرو۔) یعنی ہر اصل کے ساتھ نقل۔ کھرے کے ساتھ کھوٹا موجود ہے۔ انسانوں میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں۔ کھوٹے اور نقلی انسانوں کی ہمیشہ اکثریت رہی ہے۔ کھرے انسان ہمیشہ کم رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو کھرا انسان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

دُنیا میں جتنے کام ہیں۔ سب کے کرنے والے کاریگر اللہ تعالےٰ نے پیدا کئے ہیں مثلاً بڑھئی۔ لوہار روئی دھنکنے والے کمہار درزی وغیرہ سب موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا کام آسان ہے۔ سب سے مشکل کام انسان بننا یا بنانا ہے۔ انسان بنانے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں۔ ان کی دُنیا میں نظیر نہیں ہوتی۔ اللہ تعالےٰ ان کو صفات حمیدہ سے متصف بنا کر دُنیا میں بھجواتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ وہ دیانت۔ شرافت۔ للہیت خوف خُدا۔ اور دیگر صفات حمیدہ میں اپنی نظیر آپ ہوتے ہیں۔ وہ اعلمھم باللہ (سب سے زیادہ خداشناس) اتقی الناس (لوگوں میں سب سے زیادہ خدا ترس) ازھد الناس (لذائذ دُنیوی میں سب سے زیادہ بے رغبت) اقرب الی اللہ (سب سے زیادہ اللہ کے قریب) اشرف الخلق (خلق خدا میں سب سے زیادہ شرافت پناہ) ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا فرماتے ہیں۔ دنیا میں معصوم ہی رکھتے ہیں اور معصوم ہی دنیا سے اُٹھاتے ہیں غرضیکہ سب سے پاکیزہ ترین ہستیوں کو انسانوں کو انسان بنوانے کے لئے بھجواتے ہیں۔ دوسرے کام کرنے والے کاریگروں کے لئے ان صفات حمیدہ سے متصف ہونا ضروری نہیں۔ اونٹ گھوڑا، ہاتھی، شیر وغیرہ سب منہ زور حیوان ہیں اور انسان سے بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ اونٹ کے ناک میں نکیل ڈالنا گھوڑے کے منہ میں لگام دینا۔ شیر اور ہاتھی کو سدھانا۔ یہ سب کام آسان ہیں۔ سب سے مشکل کام انسان کو انسان بنانا ہے

انسان کو انسان بنانے کے لئے آسمان سے ہدایات کا مجموعہ اللہ تعالےٰ نازل فرماتے ہیں۔ اور اس کے مطابق عمل کرکے انسان انبیاء علیہم السلام بناتے ہیں۔ اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محنت سے ساری اُمت میں سے ان کے ۱۲ حواری انسان بنے نوح علیہ السلام کی ۹۵۰ سالہ دن رات

سچا اور ایماندار تاجر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پوری سچائی اور ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ جامع ترمذی

کی تبلیغ سے ۷۰ یا ۷۲ انسان بنے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدالانبیاءؑ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاک ہی پیدا کیا ہے۔ لیکن کفر کے بگڑے ہوئے انسان آپؐ پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں۔ کوئی آپؐ کو ساحر کوئی پاگل اور کوئی شاعر کہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ آپؐ کو تسلیاں دیتے ہیں۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ (سورہ القلم رکوع ۱ پ۲۹)۔ (ترجمہ قلم کی قسم اور اس کی جو اس سے لکھتے ہیں۔ آپ اللہ کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں۔ اور آپ کے لئے تو بے شمار اجر ہے)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ الآیۃ (سورہ یٰسٓ رکوع ۴ پ۲۳) ترجمہ اور ہم نے اس (نبی) کو شعر نہیں سکھایا اور نہ یہ اس کے مناسب ہی تھا۔ حضرت موسےٰؑ کے متعلق فرعون اعلان کرتا ہے وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۝ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ۝ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِّن ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ۝ (سورۃ الزخرف رکوع ۵ پ۲۵)

ترجمہ۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہہ دیا۔ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہ رہی ہیں۔ پھر کیا تم نہیں دیکھتے۔ کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے لئے سونے کے کنگن کیوں نہیں اُتارے گئے۔ یا اس کے ہمراہ فرشتے پرے باندھے ہوئے آئے ہوتے۔ اس بے ایمان کی نظر میں یہ نبی کی پہچان ہے۔

یہ بگڑے ہوئے انسان ہیں جو انبیاءؑ کو ستاتے ہیں۔ انسان جب بگڑتا ہے تو ایسا بگڑتا ہے کہ اللہ تعالےٰ خود اس کی شکایت فرماتے ہیں۔ كَلَّا إِنَّ الْإِنسَانَ لَيَطْغَىٰ ۝ أَن رَّآهُ اسْتَغْنَىٰ ۝ (سورۃ العلق پ۳۰) ترجمہ:۔ (ہرگز نہیں بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ جبکہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے) اللہ تعالےٰ انسان کے سب سے بڑے محسن ہیں۔ اس کی عطا کردہ نعمتیں بے بہا بھی ہیں اور بیش بہا بھی۔ فرماتے ہیں۔ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا الآیۃ (سورہ ابراہیم ع۵ پ۱۳) ترجمہ (اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو)۔ یہ اس محسن سے سرتابی کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو طرح طرح سے سمجھاتے ہیں۔ کبھی اپنی نعمتیں یاد دلا کر اس کو راہ راست پر لانا چاہتے ہیں۔—

فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ الآیۃ (سورہ الاعراف ع۱۰ پ۸)۔ ترجمہ (سو اللہ کے احسان یاد کرو)۔ کبھی گزشتہ تباہ شدہ قوموں کے واقعات سُنا کر بغاوت کے نتائج سے ڈراتے ہیں۔

وَذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللَّهِ الآیۃ (سورہ ابراہیم ع۱ پ۱۳) ترجمہ اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا۔

در اصل قرآن مجید ہی انسان کو انسان بناتا ہے۔ لیکن اس کا رنگ چڑھانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے دروازہ کے غلام جن کے دائیں ہاتھ میں قرآن مجید اور بائیں ہاتھ میں احادیث خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ وہ قرآن مجید کا رنگ چڑھاتے ہیں۔ ان کو ہی اللہ والے یا صوفیائے عظام کہا جاتا ہے۔ تعلیم قرآن مجید اور چیز ہے اور تزکیہ نفس اور چیز۔ قرآن مجید کے معلم علمائے کرام ہیں اور اس کا رنگ چڑھانے والے صوفیائے عظام۔

میں کہا کرتا ہوں کہ رنگ ہے قرآن صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ الآیۃ (سورہ البقرہ رکوع ۱۶ پ۱)۔ ترجمہ۔ (اللہ کا رنگ۔ اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے)

علمائے کرام اس رنگ کے رنگ فروش ہیں اور صوفیائے عظام اس کے رنگ ساز ہیں۔ رنگ فروش اور ہوتے ہیں۔ اور رنگ ساز اور۔ اگر آپ اپنی پگڑی کو رنگ دینا چاہتے ہیں۔ تو رنگ فروش سے رنگ خرید کر رنگ ساز کو دیں گے تو وہ اس کی تار تار میں رنگ پہنچا دے گا۔ بعینہٖ اسی طرح علمائے کرام آپ کو قرآن مجید کا رنگ تو دے دینگے یعنی وہ اس کے معانی اور مطالب تو سمجھا دیں گے۔ لیکن اس قال کو حال بنانے کے لئے صوفیائے عظام کی ضرورت ہے۔ وہ اپنی صحبت میں بٹھا کر قرآن مجید کا رنگ چڑھاتے ہیں۔

بعض حضرات جامع بھی ہوتے ہیں۔ دورۂ تفسیر پڑھنے کے لئے جن علمائے کرام کو اللہ تعالےٰ میرے پاس بھجواتے ہیں۔ میں ان سے کہا کرتا ہوں کہ آپ علم دین سمجھ کر آئے ہیں دیندار بن کر نہیں آئے۔ یعنی دین کا رنگ اپنے اوپر چڑھا کر نہیں آئے۔ اس کے لئے کسی اللہ والے کی صحبت میں رہ کر تربیت کرانے کی ضرورت ہے۔ تربیّت کے بغیر نہ عوام اور نہ علمائے کرام روحانی امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ روحانی امراض ہی تو علمائے کرام کے سارے جھگڑوں کا سبب ہیں۔ امراض روحانی سے شفا نہ ہوئی تو عوام کی طرح علماء کی قبریں بھی جہنم کا گڑھا ہوں گی۔ عالم قبر کے حالات ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے اس کے لئے باطن کی آنکھوں کی ضرورت ہے۔ باطن کی آنکھوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ (سورۃ الحج ع۶ پ۱۷) ترجمہ (پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں۔ اندھے ہو جاتے ہیں) — دل کا بینا لاہور میں ایک لاکھ میں ایک بھی نہیں ہے۔ لاہور کی آبادی بعض کی رائے میں ۱۷ لاکھ ہے۔ بعض ۱۴ لاکھ بتلاتے ہیں۔ اگر ۱۴ لاکھ میں ۱۴ دل کے بینا ہوتے تو لاہور روشن ہو جاتا۔ نہ کفر رہتا۔ نہ شرک رہتا اور نہ بدعات رہتیں۔ یہ قحط الرجال اس لئے ہے کہ لاہوریوں کو اللہ والوں کی ضرورت نہیں۔ انہیں تو شراب کی دُکانوں اور سینما کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کے ہاں اپنے اولیائے کرام کو بھجوا کر ان کی توہین کرا کہ لاہور کو غرق نہیں کرنا چاہتے۔ اللہ والوں کی توہین سے اللہ تعالےٰ کا غضب بھڑکتا ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ قَالَ مَنْ عَادَىٰ لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ الحدیث (رواہ البخاری) ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ جس

شخص نے میرے دوست کو اذیت دی۔ میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں)

انسان وہ ہے۔ جس کے ہر عضو سے خیر ٹپکے۔ ہر انسان انسان نہیں ہوتا۔ انسانیت کا سائز یہی ہے۔ انسانیت اگر آئیگی تو اسی سائز میں آئے گی۔ بھیڑ، بکری یا کسی اور سائز میں نہیں آئے گی۔ جس طرح عطر فروش عطر شیشی میں ہی دے گا۔ ہتھیلی یا پُڑیہ میں نہیں دے گا اس انسانیت کے ڈھانچہ میں ہر شخص انسان نہیں ہوتا۔ اللہ والوں کو نظر آتا ہے کہ کوئی سئور۔ کوئی کُتا۔ کوئی بھیڑیا ہے۔ میں نے اس قسم کے دو اللہ والے لاہور میں دیکھے ہیں۔ ان کو یہ نعمت نصیب تھی۔ اور انہوں نے مجھ سے خود فرمایا کہ آدمیوں میں سے ہمیں کوئی سئور۔ کوئی کُتا۔ کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔ ان میں سے ایک کا انتقال ہو چکا ہے۔ میں نے لاہوریوں کو کبھی اللہ والوں کا پتہ نہیں بتلایا۔ یہ ان کو سناتے ہیں جو ان کی لڑکی یا لڑکے کو بی اے پاس کرا دے۔ وہ ولی۔ اگر وہ فیل ہو جائے تو وہ ولی نہیں۔ میرے حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ لاہور تشریف لائے۔ بہت دوستوں نے مجھ سے کہا کہ وقت لے دیجئے کچھ عرض کرنا ہے۔ میں نے ایک دن مغرب کے بعد حضرت رح کو تالاب کی مغربی جانب بٹھایا۔ خود چھوٹی مسجد کے دروازہ میں کھڑا ہو گیا۔ ایک ایک کو بھیجتا گیا۔ سب باری باری عرض کرکے اور جواب لے کر آتے گئے دوسرے دن حضرت رح نے مجھ سے شکایت فرمائی۔ کہ سب دُنیا کی حاجتیں لے کر آئے۔ صرف ایک شخص نے اللہ کا نام پوچھا۔ یہ یاد رکھئے کہ ان سے اگر دُنیا کی حاجات کے متعلق کچھ عرض کیا جائے تو اس سے اللہ والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کا نام پوچھا جائے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو انسان بنا کر اس جہان سے اُٹھائے۔

آمین یا الٰہ العالمین

مسلمان کی امداد کرنے کا نقد انعام

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے کسی بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے میں لگا ہوا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتے رہتے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۲۴۴۲)

یتیم کی کفالت کا اجر

حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (ایک ساتھ) ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا۔ (صحیح بخاری: ۵۳۰۴)

کمزوروں اور مسکینوں کا مرتبہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کیا کرو (یعنی میں تمہیں ان کے ساتھ ملوں گا) کیونکہ تمہیں کمزوروں ہی کے طفیل روزی ملتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمھاری مدد کی جاتی ہے۔ (مستدرک حاکم: ۲۵۰۹)

مجلس ذکر منعقدہ ۷ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۷ فروری ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد آج کا عنوان ہے:۔

اصلاح باطن کے طالب کے لئے ایک درجہ ایسا آتا ہے جہاں وہ خود اپنی اصلاح کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے

اصلاح باطن کے لئے کسی ہادی کی ضرورت ہے۔ ہادی کے لئے پہلی شرط ہے کہ وہ متبع سنت ہو۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص ہوا میں اڑتا ہوا نظر آئے۔ قبلۂ عالم کہلائے۔ لاکھوں مرید پیچھے لگا کر لائے اگر اس کا مسلک خلاف سنت ہے۔ تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے اس کی بیعت کرنا حرام ہے اور اگر ہو جائے تو اس کو توڑنا فرض عین ہے۔ ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا۔ اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ اللہ تعالےٰ کو ایک ہی راستہ محبوب ہے اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا راستہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں۔ وہ اللہ تعالےٰ کے ہاں کبھی محبوب نہیں ہو سکتا۔

خلاف پیغمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

میں عرض کر رہا تھا کہ اصلاح باطن کے طالب کے لئے ایک درجہ ایسا آتا ہے کہ طالب خود بخود اپنی اصلاح کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اللہ ہو کا پاک نام لینے والے کے لئے عجائبات کے ایسے دروازے کھلتے ہیں کہ اس کے مقابلہ میں ساری دنیا کے خزانے ہیچ نظر آتے ہیں۔ جس کو اس کی لذت حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ اس سے کہیں کہ اے میرے بندے تو ساری دنیا کے خزانے لے لے اور یہ لذت واپس دیدے تو وہ عرض کرے گا کہ اے اللہ یہ نعمت میرے پاس ہی رہنے دے اور دنیا کے خزانے کسی اور کو عطا فرما دے۔ طالب صادق اپنی اصلاح پر خود بخود مجبور ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس راستہ پر چلانے والا ہادی مل جائے۔ جو اس لائن پر نہ چلے وہ مجبور نہیں ہوتا۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کا جامعیت میں کوئی ہم پلہ نہیں۔ ہندو پاکستان میں تو اُن کی نظیر نہیں ملتی۔ باقی دنیا کے متعلق میں نہیں کہہ سکتا۔ شاہ صاحبؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں احکام شرعیہ کے رموز و اسرار بیان فرمائے ہیں اس کتاب کے ایک باب میں فرماتے ہیں کہ انسان کے اعمال کا اس سے چار قسم کا تعلق ہے۔

۱۔ انبعاث النفس (انبعاث کے معنی ہیں اُٹھنا) یعنی نفس کام کا ارادہ کر کے اُٹھتا ہے۔

۲۔ عود الی النفس۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عمل کا اثر لوٹ کر آتا ہے جس کو آپ انگریزی میں <u>Re-Action</u> کہتے ہیں۔ مثلاً گھر میں آپ نے ایک سانپ دیکھا اور اس کو مارنے کا ارادہ کیا یہ انبعاث النفس ہے۔ لاٹھی لے کر اس کو مار دیا۔ اس کے بعد طبیعت میں چین آ گیا یہ سکون عود الی النفس ہے۔

۳۔ تشبث بذیل النفس۔ یعنی عمل کا اثر۔ اس پر آ کر جم جاتا ہے

۴۔ احصاء النفس۔ یعنی نفس اس اثر کو محفوظ رکھتا ہے۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں جس سے آپ سمجھ جائیں گے۔ ایک بچہ لکھنا شروع کرتا ہے۔ پہلے وہ ٹیڑھا الف لکھتا ہے۔ آہستہ آہستہ ٹیڑھاپن کم ہوتا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ سیدھا لکھنے لگتا ہے۔ اگر عمل کا اثر باقی رہنے والا نہ ہوتا تو یہ بچہ سو سال تک بھی ٹیڑھا ہی الف لکھتا رہتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہاتھ کی انگلیاں ہر مرتبہ لکھنے سے کچھ اثر مزید لیتی ہیں۔ تھوڑے عرصہ بعد یہی بچہ کاتب بن جاتا ہے۔ ہر کام میں یہی ہوتا ہے۔ کسی اللہ والے نے کہا ہے

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

انسان جو کام کرتا ہے۔ اُس کا اس پر اثر پڑتا ہے۔ اگر اللہ ہُو کے پاک نام کی برکت سے طبیعت میں لطافت پیدا ہو گئی ہے تو ہر کام کے اثر کو محسوس کرے گا۔ اس کے بغیر نانا پڑنانا۔ دادا پڑدادا بن جائے۔ لیکن پھر بھی بے سمجھ ہوگا۔ گناہ کرے گا سزا ملے گی۔ مگر یہ احساس نہیں ہوگا کہ یہ میرے فلاں گناہ کی شامت ہے۔ جیسے ایک چھوٹا سا بچہ ماں کا نقصان کرتا رہتا ہے۔ اگر ماں تیز مزاج ہے تو ہر وقت مارتی رہتی ہے وہ مار کی چوٹ کے درد کی وجہ سے روتا ہے۔ لیکن ماں کے نقصان کو محسوس نہیں کرتا۔ چھوٹے بچہ کو ٹانگیں لگ جاتی ہیں۔ مگر عقل نہیں ہوتی۔ بچہ بندر کی طرح نقال ہوتا ہے۔ جو ماں کرتی ہے وہی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ مثلاً ماں نے چولھے پر ہنڈیا رکھ کر آگ جلا دی۔ ماں دوسری طرف گئی تو اس نے دو تین لکڑیاں اور لگا دیں۔ جس سے ہنڈیا جل گئی۔ اس نے مارا اور یہ رونے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ماں نے چائے کے لئے دودھ منگایا۔ اس نے گلاس اٹھانے کی کوشش کی اور وہ گر گیا۔ ماں نے پھر مارا اور یہ رونے لگا۔ گویا کہ اس طرح سارا دن نقصان کرتا ہے اور مار کھاتا ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ یہ گناہ کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سزا دیتے ہیں۔ اگر ہادی کی صحبت میں تربیت ہو جائے تو مڑ کر دیکھتا ہے کہ کس گناہ کی سزا ملی ہے پھر اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے نیکی کا اجر اور گناہ کی سزا فوراً ملتی ہے۔ اگر تربیت یافتہ نہ ہو تو کچھ نہیں سمجھتا۔ کہ کس گناہ کی سزا ملی ہے۔ عوام کا یہی حال ہے۔ تربیت یافتہ محسوس کرتا ہے مثلاً ایک رشوت خوار نے دعوت کی۔ دعوت کھا کر آئے تو اللہ ہُو کی لذت سلب ہو گئی۔ تربیت یافتہ تو اس کو محسوس کرے گا۔ اور یہ توبہ کرے گا کہ آئندہ اُس کا کھانا نہیں کھاؤں گا۔ گناہ سے کنکشن کٹ جاتا ہے توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لی

افضل ترین اعمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا:

(۱) اپنے مسلمان بھائی کے دل میں خوشی پیدا کردو۔

(۲) یا مسلمان کا قرض ادا کردو۔

(۳) یا مسلمان کو کھانا کھلادو۔ (شعب الایمان: ۷۲۷۳)

تنگ دستوں پر سختی مت کیجئے

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی سختیوں سے بچائے اور اسے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے، اسے چاہیے کہ تنگ دست کو (اپنے حقوق کے مطالبے میں) مہلت دے دیا کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۵۹۲)

تو پھر جُڑ جائے گا۔ ؎

ہم خدا خواہی وہم دُنیائے دُوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

نیکی کے سرور اور گناہ کی سزا کو تربیت یافتہ محسوس کرتا ہے لیکن باطن کا اندھا محسوس نہیں کرتا۔ اس درجہ پر پہنچ کر تربیت یافتہ خود بخود چلنے لگتا ہے۔ دینے والا تو اللہ تعالےٰ ہے۔ لیکن دُعا اور رہنمائی ہادی کی ہوتی ہے۔

عمل کا اثر فوراً انسان پر پڑتا ہے۔ اور نفس فوراً اس اثر کو لیتا ہے اور محفوظ کر لیتا ہے۔ جس طرح جمال گوٹہ کا سفوف استعمال کرنے کے بعد فوراً طبیعت خراب ہونے لگتی ہے اسی طرح حرام چیز کھانے سے فوراً اثر ہوتا ہے اور طبیعت ایک سیکنڈ میں بدل جاتی ہے۔ اُدھر اللہ تعالےٰ ناراض ہو گئے اور اِدھر طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ تربیت یافتہ تو فوراً محسوس کریگا صوفیائے کرام کی اصطلاح میں دو لفظ ہیں قبض اور بسط۔ قبض کے معنی ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے کنکشن کا کٹ جانا۔ اور بسط کے معنی ہیں جُڑ جانا سندھ کے ایک شخص کا واقعہ ہے۔ کہ اُس کی طبیعت پر جب قبض طاری ہوئی تو وُہ درخت پر چڑھ گیا اور اللہ تعالےٰ سے کہنے لگا کہ راضی ہو جا ورنہ میں پھانسی لے کر مرتا ہوں خدا کی قدرت دیکھیئے کہ قبض فوراً دُور ہو گیا۔ باطن کے اندھوں کو قبض کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اس راستہ میں جو عجائبات سامنے آتے ہیں۔ وُہ عرض کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ تو اتنا نازک مزاج محبوب ہے کہ غیر اللہ سے اس کے تعلق جیسا ذرا سا نیا تعلق رکھنے سے بھی بگڑ جاتا ہے۔

لاہور میں ایک شخص اب بھی ہے اس کا کسی اللہ والے سے تعلق تھا۔ اللہ ہُو کے پاک نام کی برکت سے اس کے دل میں ایک چراغ روشن تھا اس نے مجھے خود بتلایا کہ ایک دفعہ میں پانی کے تالاب کی طرف سے سنہری مسجد کی طرف آ رہا تھا کہ بازار میں ایک خوبصورت ہندو دوشیزہ پر نظر پڑی نظر کا پڑنا تھا کہ چراغ بجھ گیا۔ پھر آج تک نہیں جلا۔ حالانکہ اس شخص نے کوئی بُرائی نہیں کی۔ صرف نظر ہی پڑنے ۴۴

۴۴ سے طبیعت میں کوئی خدشہ پیدا ہوا ہوگا جس سے کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا اور وُہ نور الٰہی کا چراغ بجھ گیا

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے پاک نام کا ورد کرنے اور اسکے نتائج سے متمتع ہونیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین ﴿

مجلس ذکر منعقدہ ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ مطابق ۶ مارچ ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد۔ آج ایک شعر کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہی آج کا سبق ہے۔ کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

چشم بند و گوش بند و لب ببند
گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

یہ اصلاح باطن کا نسخہ ہے جو کسی اللہ والے نے بتلایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ آنکھ کو استعمال کرو اور نہ کان اور نہ زبان کو۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے نظر نہ آئیں تو ہم پر ہنسنا کہ اس نے ہمیں غلط کہا تھا۔

آنکھ کی بندش

کا اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دیا ہے۔ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ الآیۃ (سورہ النور رکوع ۴ پ ۱۸) ترجمہ:۔ (ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں۔

آگے عورتوں کو بھی حکم دیتے ہیں۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ الآیۃ (سورہ النور رکوع ۴ پ ۱۸) ترجمہ:۔ اور ایمان والیوں سے کہہ دیں کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔)

آنکھ ہی بُرائی تک پہنچاتی ہے۔ اور یہی بدکاری کا موجب بنتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی بندش کا مردوں اور عورتوں دونوں کو حکم دیا ہے بعض اوقات بُرائی کی ابتدا مرد کی طرف سے ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات عورت کی طرف سے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ خطاب فرمایا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم زانی مرد اور عورتوں کو جہنم میں جلتے ہوئے دیکھ کر آئے ہیں۔

کان کی بندش

اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی آواز کان میں جانے نہ پائے۔ بعض اوقات سریلی آواز بدکاری کا ذریعہ بنتی ہے۔ عورت کی آواز سہانی ہو تو مرد کا دل چاہتا ہے کہ اس کو دیکھے۔ جس طرح اونٹ کے ناک میں نکیل ڈال دی جائے تو ایک چھوٹا سا بچہ بھی اس کو قابو کر لیتا ہے۔ اسی طرح شیطان لعین سُریلی آواز کی نکیل ڈال کر مرد کو بدکاری کی طرف لے جاتا ہے۔ آج کل تو ریڈیوں پر رنڈیوں کے گانے روز ہوتے ہیں۔ اور سب گھر بیٹھے ہوئے گانے سُنتے ہیں۔ پاکستان ریڈیو سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت ہوتی ہے۔ اور اُس کے بعد گانے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ تو اسلام کا مذاق اُڑانا ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہے۔ جیسے کوئی پہلے بسم اللہ پڑھے اور پھر بدکاری شروع کر دے یہ ریڈیو کی لعنت انگریز کی چلائی ہوئی ہے۔ جتنا وقت تم رنڈیوں کے گانے سُنتے ہو۔ اتنا وقت گناہ میں صرف ہوتا ہے اور فرشتے تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ رہے ہیں۔ گزشتہ سال جب میں عمرہ کے لئے گیا تھا۔ تو جس موٹر میں ہم مدینہ منورہ سے مکّہ معظمہ کا سفر کر رہے تھے۔ اس میں ریڈیو لگا ہوا تھا اور بدوی ڈرائیور ساری رات ریڈیو لگائے رکھتا تھا۔ ہم نے منع کیا تو کہنے لگا اس سے نیند نہیں آتی یہ یورپ سے آئی ہوئی لعنت ہے جو انگریز تمہارے

گلے میں ڈال گیا ہے۔ کبھی باجے اور کبھی گانے ہوتے ہیں۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ کانوں میں شنوائی نہ ہوتی تاکہ تمہارے خلاف ڈائری تو نہ جاتی۔

زبان کی بندش

زبان سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ہر صبح جسم کے سارے اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے معاملہ میں خدا سے ڈر اس لئے کہ ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں تو اگر ٹھیک رہے گی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے۔ اور تو کج روی اختیار کرے گی تو ہم بھی کجرو ہونگے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد ہے۔ عَنْ سَھْلِ ابْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ یَّضْمَنْ لِّیْ مَابَیْنَ لَحْیَیْہِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنْ لَہُ الْجَنَّۃَ (رواہ البخاری)

ترجمہ۔ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ سے اس کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں کلّوں کے درمیان والی چیز (یعنی زبان) اور اپنے دونوں پاؤں کے درمیان والی چیز یعنی (شرمگاہ) کی حفاظت کرے گا۔ تو میں اس کو جنت میں داخل کرانے کا ٹھیکہ لیتا ہوں۔

شرمگاہ کی حفاظت کے لئے قرآن مجید کی آیت پیش کر چکا ہوں۔ شرمگاہ اور زبان دونوں بڑی خطرناک چیزیں ہیں ایک اور ارشاد نبوی ملاحظہ ہو۔ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ (متفق علیہ) ترجمہ۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چغل خور جنت میں نہ داخل ہوگا۔

یہاں بھی زبان ہی کا ذکر ہے آنکھ اور کان کی ترجمانی زبان کرتی ہے۔ دید کی آزادی سے ہی زنا کی اتنی کثرت ہے کہ ایک محتاط رپورٹ کے مطابق لاہور میں پانچ ہزار [illegible] زنا کے [illegible] ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان تینوں اعضا کو [illegible] اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق [illegible] کرنے کی توفیق [illegible]

فرمائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی وہ رحمتیں نازل ہونگی کہ نہ دیدہ نہ شنیدہ (نہ کبھی دیکھی ہونگی نہ کبھی سنی ہونگی) اس لئے تو میں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کی جوتوں کی خاک سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ اور جن کو یہ موتی نصیب ہو جائیں۔ ان سے اگر کہا جائے کہ زمین و آسمان کے خزانے لے لو اور یہ ایک موتی دے دو تو وہ اس کو مہنگا سودا خیال کریں گے۔ یہ موتی قبر میں بھی ساتھ جائیں گے۔ میدان محشر میں بھی کام آئینگے ان کی برکت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ اور آپؐ کے حوض کوثر سے پانی پلایا جائے گا اور دوزخ سے بچا کر جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ یہ موتی نااہلوں کو نہیں ملتے۔ ان کا تو رخ ہی بدلا ہوا ہے۔ یعنی کعبہ سے ہٹ کر وہ یورپ کے راستہ پر چل رہے ہیں۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
ایں راہ کہ تومی روی بترکستان است

کعبے کا راستہ تو وہ ہے جو اس شعر میں بیان کیا گیا ہے۔

چشم بند و گوش بند و لب ببند
گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

حواس ظاہری کو اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی کا پابند بنا دیا جائے۔ تو اس کی رحمت کے وہ دروازے کھلتے ہیں۔ جن کا ذکر میں اس مجلس میں کرنا نہیں چاہتا اگر علماء کرام اور گریجوایٹ ہوں۔ تو ایک گھنٹہ میں ان سے صاد کرا دوں گا کہ آپ نے ٹھیک کہا ہے۔

جس طرح پہلی قومیں انبیاء علیہم السلام کی مخالفت کر کے عذاب الٰہی کو دعوت دیتی تھیں۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (سورۃ الاعراف رکوع ۹ پ۸) ترجمہ۔ پس جس چیز سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ وہ لے آ اگر تو سچا ہے۔)

پھر جب عذاب الٰہی آیا تو اس کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ وَاَمَّا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَۃٍ ۙ سَخَّرَھَا عَلَیْھِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَی الْقَوْمَ فِیْھَا صَرْعٰی ۙ کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَۃٍ ۚ فَھَلْ تَرٰی لَھُمْ مِّنْۢ بَاقِیَۃٍ (سورہ الحاقہ ع ۱ پ۲۹)

ترجمہ اور لیکن قوم عاد۔ سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کئے گئے۔ وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلتی رہی۔ (اگر تو موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا۔ کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو کیا تمہیں ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے۔

قوم عاد کے متعلق اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ کہ ان جیسی مخلوق ہم نے پیدا ہی نہیں کی۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ۙ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۙ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ (سورۃ الفجر پ۳۰) ترجمہ۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ جو نسل ارم سے ستونوں والے تھے۔ کہ ان جیسا شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا)۔ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبر کوئی نہیں آئے گا۔ آپ کے دروازہ کے غلام دعوت حق دیتے رہینگے لاہوری ان کی توہین کر رہے ہیں۔ اور پہلی قوموں کی طرح عذاب الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں۔ ان کے نزدیک مساجد میں ملّا توہمات میں ڈوبے ہوئے افسانے پیش کرتے ہیں۔ خود حرامکاری کرتے ہیں۔ سینما دیکھتے ہیں۔ اور اس طرح اسلام کا منہ چڑا رہے ہیں۔ میں ان لوگوں سے کہتا ہوں۔ کہ اگر آنکھ نیچی نہ رکھو گے۔ تو شرمگاہ نہ بچ سکے گی۔ [illegible] کی بہو بیٹیاں [illegible] بے پردہ پھرتی ہیں۔ [illegible] کے سامان بہم پہنچانے کی ٹھنڈی سڑک۔ [illegible] اور [illegible] میں غول کے غول پھرتی ہیں۔ پھر [illegible] کی جو [illegible] وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آنکھ کان اور زبان پر قابو رکھ کر دنیا میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد آج کا عنوان ہے:۔

اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ الآیہ (سورہ البقرہ رکوع ۲۰ پ ۲) (ترجمہ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں۔ جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے۔ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے)

ایک درجہ تو یہ ہے کہ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کو عقیدتاً مانا جائے۔ عقیدتاً ماننے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ فرمائیں۔ وہ بھی ٹھیک اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں وہ بھی ٹھیک۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ بصیرۃً مانا جائے اور اسی کو شرح صدر کہتے ہیں۔ نابینا دوسرے آدمی کی موجودگی کو عقیدتاً مانتا ہے۔ کہ فلاں شخص میرے سامنے بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں بینا دیکھ کر دوسرے کی موجودگی کو مانتا ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کی صفت اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق اور اس کو بصیرتاً ماننے کی صلاحیت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ جو ایمان دار ہیں۔ ان کے متعلق تو فرماتے ہیں۔ کہ وہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالےٰ سے رکھتے ہیں۔ لیکن اپنے بندوں کی اکثریت کے بارے میں شکایت فرماتے ہیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاۗءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝ (سورہ آل عمران ع ۲ پ ۳) (ترجمہ لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی کھیتی یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے)

اَشَدُّ اسم تفضیل مذکّر کا صیغہ ہے اشد حُبًّا للہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس سے آگے محبّت کا کوئی درجہ نہیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ اشد کے مقابلہ میں ضعیف فنا ہو جاتا ہے۔ اگر گیس کے سامنے ٹمٹماتا چراغ رکھیں گے۔ تو اس کی روشنی بیکار ثابت ہوگی۔ سورج کی روشنی بہت تیز ہوتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں کوئی روشنی روشنی ہی نہیں رہتی۔ گیس یا ہری کین کی روشنی فنا ہو جاتی ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کی محبّت دل میں رہے اور باقی سب کی محبّت اس کے مقابلہ میں فنا ہو جائے۔ خدا کرے کہ میرا اور آپ کا یہ حال بن جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ (سورہ ابراہیم ع ۵ پ ۱۳) ترجمہ اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو۔

ہر نعمت کا منعم فقط اللہ تعالیٰ ہے اس لئے ممنون احسان بھی فقط اُسی کا ہونا چاہیئے۔ چھوٹے بچے کو باپ سائیکل لے کر دیتا ہے۔ اس کو سائیکل بڑی پیاری ہے۔ لیکن وہ ممنون احسان اباجی کا ہے۔ اسی طرح باپ نے کوٹ بنوا کر دیا۔ ٹوپی لے کر دی۔ بوٹ لے کر دیئے۔ بچے کو یہ ساری چیزیں پیاری ہیں۔ لیکن وہ ان سب کے لئے اباجی کا ہی ممنون احسان ہے اور اباجی سے ہی محبّت رکھتا ہے۔ اسی طرح اے انسان سب نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہی عطا فرمائی ہیں تو تمہیں بھی فقط اللہ تعالیٰ کا ممنون احسان ہونا چاہیئے۔ عربی کا مقولہ ہے۔ الانسان عبید الاحسان (انسان اپنے محسن کا غلام بن جاتا ہے) کسی اللہ والے نے کہا ہے

افادتکم النعمآء منی ثلاثۃً
یدی ولسانی والضمیر المحجبا

(ترجمہ۔ اے میرے محسن تیرے احسانوں نے میری تین چیزیں تیری کر دی ہیں۔ میرا ہاتھ میری زبان اور میرے سینہ میں پوشیدہ دل بھی)

مانا کہ بیوی بڑی پیاری ہے۔ اور بیٹے بڑے پیارے ہیں۔ لیکن اُن کو پیدا کر کے کس نے ہمیں دیا۔ اگر والدین بناتے تو نہ کوئی بے اولاد رہتا نہ کوئی بہرہ اندھا یا گونگا پیدا ہوتا۔ یہ بے انتہا نعمتیں جب اللہ تعالیٰ ہی نے دی ہیں تو بے انتہا محبّت بھی اسی سے ہونی چاہیئے۔ اگر یہ نکتہ حل ہو جائے۔ تو بیڑا پار ہو جائے۔ ہر چیز پیاری ہوگی لیکن حقیقی محبّت فقط اللہ تعالیٰ سے ہوگی۔ ادھر سے نظر ہٹ کر ادھر ہو جائے گی اور یہی ہے واصل باللہ ہونا۔

مقبولین بارگاہ الٰہی کی کچھ صفات ہوتی ہیں کہ جن کی وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درجات ملتے ہیں۔ ورنہ ظاہری شکل اور صورت میں کافر اور مومن میں کوئی فرق نہیں۔ فرعون اور موسیٰؑ کی ظاہری شکل اور صورت تو یکساں تھی۔ موسیٰؑ کے بھی دو آنکھیں دو کان دو ہاتھ دو پاؤں اور فرعون کے بھی دو آنکھیں دو کان دو ہاتھ اور دو پاؤں تھے۔ لیکن اندرونی صفات کے لحاظ سے موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم انبیاء علیہم السلام میں سے شمار ہوتے ہیں۔ اور فرعون مردود بارگاہ الٰہی ہے۔ صرف خیالات یعنی صفات کا فرق تھا۔

اللہ تعالےٰ کے بعض اعضاء کا ذکر کتاب و سنت میں آتا ہے۔ اُن کے متعلق اہل سُنّت والجماعت کا مسلک یہ ہے۔ نُؤْمِنُ كَمَا جَآءَ وَلَا نَسْئَلُ عَنْ كَيْفِيَّتِهٖ (جس طرح آیا ہم اُس پر ایمان لاتے ہیں اور ہم اُس کی کیفیّت کے متعلق سوال نہیں کرتے) مفسّر قرآن اور محدّث دونوں کے لئے حکم ہے کہ جب ان چیزوں کا ذکر آئے تو اشارہ بھی نہ کرے۔ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (سورۃ القلم ع ۲ پ ۲۹) ترجمہ جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور وہ سجدہ کرنے کو بلائے جائیں گے۔ تو وہ نہ کر سکیں گے)

یہاں اللہ تعالیٰ کے کشفِ ساق کا ذکر ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن اس کی کیفیت پر بحث نہیں کرتے لیکن آج جس چیز کے متعلق میں عرض کر رہا ہوں یہ ان میں نہیں ہے۔ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ایک عجیب صفت ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا کرے کہ یہ میرا اور آپ کا حال ہو جائے۔ جتنے درجے کا کوئی محسن ہو۔ اتنے ہی درجہ کی اُس سے محبت ہوتی ہے۔ ایک احسان کرنے والے سے ایک درجہ کی محبت ہوگی۔ دو تین چار احسانات کرنے والے سے اسی درجہ کی محبت ہوگی اللہ تعالےٰ کے احسانات کا چونکہ شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اُس سے محبت بھی سب سے زیادہ ہونی چاہیئے۔ یہی ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ کا مطلب اشد کے مقابلہ میں ضعیف فیل ہو جاتا ہے۔ اب میں اس کی تفصیل عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اگر بیوی کی خواہش خدا کے حکم سے ٹکرائے تو بیوی کی خواہش کو ٹھکرا دیا جائے۔ اسی طرح اگر اولاد کی خواہش اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہو تو اس کو بھی رد کر دیا جائے۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے:۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۤىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ الآیہ (سورۃ المجادلہ ع ۳ پ ۲۸)

(ترجمہ:۔ آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو۔ اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔ اور اُن کو اپنے فیض سے قوت دی)۔ اس آیت میں بھی وہی چیز بیان فرمائی گئی ہے۔ جس کا ذکر وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ میں ہے۔ جس کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں آئی۔ مومن نے سب کو اُڑا دیا۔ آخر میں مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ گفتن و کردن فرقے دارد۔ قال کو حال بنانے کے لئے کسی اللہ اللہ کرنے والی جماعت کی ضرورت ہے۔ اگر جماعت نہ ملے تو کسی باخدا کی صحبت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اس کا ماخذ بھی قرآن مجید سے عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ ہمیں حکم دیتے ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ الآیہ (سورۃ الکہف ع ۴ پ ۱۵)

(ترجمہ اور تو اُن لوگوں کی صحبت میں جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں اور تو اپنی آنکھوں کو اُن سے نہ ہٹا کہ تو دُنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے)

اس قسم کے حضرات کو تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب و محبوب و مقصود ہوتی ہے نہ بیوی نہ اولاد اور نہ جائداد۔ ان کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

خربزہ از خربزہ رنگ گیرد

انسان کی فطرت ہے کہ یہ صحبت سے رنگ لیتا ہے۔ اس کو متاثر بالطبع کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو چونکہ اس کی فطرت کا پتہ تھا۔ اس لئے حکم فرمایا کہ اللہ اللہ کرنے والوں کی صحبت میں نشست و برخاست کو رکھو چونکہ ادھر ادھر دنیا دار ہی ہونگے اس لئے ان حضرات سے نظر ہٹانے سے منع فرما دیا۔ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ اور آگے فرماتے ہیں۔ کہ تیری ٹکٹکی انہیں اللہ والوں پر جمی رہے۔ اللہ والے فقط ایک اللہ تعالےٰ کے ہو کر دُنیا میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں۔ ہمارا وجود جسم کے اعضاء و دماغ میں عقل سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ ہمارا کچھ بھی نہیں۔ اگر ہمیں نیکی کی توفیق حاصل ہے تو یہ بھی اس کا احسان ہے۔ اس لئے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ نیکی کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور اجر دینا اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ اگر وہ نہ ولی کو نیکی کا اجر دے اور نہ نبی کو دے تو وہ حق بجانب ہے۔ کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ ہم اگر دس کروڑ حج کریں اور چوبیس گھنٹے نماز پڑھتے رہیں تو بھی ہم اللہ تعالےٰ سے اجر کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ وہ دیدے تو اُس کا فضل ہے ورنہ ہمارا کوئی حق نہیں۔ اس کی نعمتیں بے انتہا اور بے بہا ہیں۔ اگر کوئی نعمت اُس کے دروازہ سے نہ ملے تو دنیا و مافیہا کے خزانے خرچ کرنے پر بھی وہ دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی مثلاً ایک شخص مادر زاد اندھا ہے۔ وہ اگر ساری دُنیا کی دولت خرچ کرکے ایک آنکھ بھی لینا چاہے تو کہیں سے نہ ملے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ غریب اور امیر ہر ایک کو دو آنکھیں مفت دیتا ہے شنوائی قوت۔ گویائی۔ سب اُسکی مفت دی ہوئی نعمتیں ہیں کسی نے کہا ہے۔ رحمت حق بہانہ میجوید

اللہ تعالیٰ سے محبت انسان کے اندر فطری جذبہ ہے لیکن جبتک اس کو سمجھایا نہ جائے یہ اس چیز کو نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اس کو سمجھانے کیلئے مبعوث فرماتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے بعد اُنکے دروازہ کے غلام پیغام حق پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اشد حبا للہ کا مقام عطا فرمائے۔ آمین

اہل جنت کون لوگ ہیں

حضرت عیاض مجاشعی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنتی لوگ تین قسم کے ہیں:

1. انصاف کرنے والے، صدقہ وخیرات کرنے والے، توفیق عطا کئے ہوئے اہل سلطنت۔
2. وہ آدمی کہ جو اپنے تمام رشتہ داروں اور مسلمانوں کے لیے نرم دل ہو۔
3. وہ آدمی کہ جو پاک دامن پاکیزہ اخلاق والا ہو اور عیال دار بھی ہو، لیکن کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلاتا ہو۔ (صحیح مسلم: ۲۸۶۵)

مجلس ذکر منعقدہ ۲۸ شعبان المعظم ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۵۸ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی جامع مسجد شیرانوالہ لاہور

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

مہلک امراض روحانی اور اُن سے شفا پانے کا ذریعہ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

اما بعد میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ اجتماع اس مقصد کے لئے منعقد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے شفا عطا فرمائے۔ میں یہ بھی عرض کیا کرتا ہوں کہ امراض دو قسم کے ہیں۔ ۱- جسمانی امراض - ۲- روحانی امراض۔ جسمانی امراض کا احساس تو عام طور پر ہوتا ہے۔ لیکن امراض روحانی کا احساس بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ اکثریت امراض روحانی میں مبتلا ہے۔ ان کو اس کا احساس بھی نہیں ہے۔ ہادی امراض روحانی کا احساس دلاتا ہے۔ انسان کو امراض روحانی میں پھنسانے کیلئے دو دشمن ہر وقت اس کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ انسان بچنا بھی چاہے تو یہ نہیں بچنے دیتے بچنے کے لئے ہادی ضرورت ہے۔ جس طرح ماں بچے کو ہر وقت ٹوکتی رہتی ہے کہ فلاں چیز مضر ہے اس سے بچنا۔ اسی طرح ہادی متنبہ کرتے رہتے ہیں کہ فلاں چیز روحانیت کے لئے مضر ہے اور فلاں چیز مفید۔ اصل میں انبیاء علیہم السلام ہادی تھے۔ وہ اُمتوں کو متنبہ کرتے رہتے تھے۔ اور علاج بھی بتلاتے تھے۔ لیکن اُنہیں نہیں سمجھتیں کھانا۔ کمانا اور خرچ کرنا تو ہر ایک سمجھتا ہے۔ لیکن روحانیت کی اصلاح ہر ایک نہیں کر سکتا۔ انبیاء علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کے بعد نبی کوئی نہیں آئے گا۔ لیکن امراض روحانی کا پتہ دینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ کے غلام ہر زمانہ میں موجود رہیں گے۔

امراض روحانی کی دو قسمیں ہیں۔ ۱- مہلک امراض روحانی۔ مثلاً شرک کفر اور نفاق اعتقادی۔ ان امراض روحانی میں مبتلا رہ کر دنیا سے جانے والے ابدالآباد جہنم میں رہیں گے۔ ان کے لئے نہ شفاعت ہے اور نہ نجات۔ ۲- دوسری قسم امراض روحانی کی وُہ ہے۔ جس میں مبتلا ہونیوالے اگر ایمان باقی ہے تو دوزخ سے سزا پانے کے بعد نکل آئیں گے۔ ان امراض روحانی میں حسد۔ کبر۔ ریا اور عجب شامل ہے۔

مسلمانوں میں پہلی قسم کے امراض روحانی موجود ہے۔ شرک۔ کفر اور نفاق اعتقادی موجود ہے۔ شرک سے وہی شخص بچ سکتا ہے جو خود عالم قرآن ہو۔ اگر عالم قرآن نہیں تو کسی عالم کتاب وسنت کے دامن سے وابستہ ہو۔ ہمارا وہی امام ہو سکتا ہے۔ جس کے دائیں ہاتھ میں مشعل قرآن ہو اور بائیں ہاتھ میں مشعل احادیث خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ خود ان دونوں نوروں کی روشنی میں چلے اور ہمیں چلائے۔ لیکن ہمارے ہاں نسلی پیر اور نسلی مُرید ہوتے ہیں۔ صاحبزادہ میں خواہ کوئی ذاتی کمال نہ ہو۔ لیکن اس کو پیر سمجھا جاتا ہے۔ اگرچہ صاحبزادہ کے باپ دادا ولی اللہ تھے...!

اصلاح باطن ایک مستقل فن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپؐ کی صحبت میں اصلاح باطن وھباً (اللہ تعالیٰ کی بخشش سے) حاصل ہوتی تھی۔ اب کسباً حاصل کرنی پڑتی ہے جس طرح ظاہری علوم سیکھنے کے لئے اس فن کے باکمال کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اصلاح باطن کے لئے کسی اللہ والے کے ہاں مدت مدید تک رہنا پڑتا ہے۔ بیری کے بیر کو پکنے کے لئے کئی درجے طے کرنے پڑتے ہیں۔ پہلے بُور آتا ہے۔ پھر جوار کے دانے کے برابر ہوتا ہے۔ اور بڑا ہو جاتا ہے۔ لیکن کڑوا ہوتا ہے۔ اگر بیری کے ساتھ لگا رہے تو لال ہو کر پک جاتا ہے اور خود بخود ٹوٹ کر گر پڑتا ہے۔ یہ بیر کا درجہ کمال ہے۔ اور اس وقت وہ بیر کی نسل قائم رکھنے کے قابل ہوتا ہے۔ اسی طرح شیخ کی طرف اپنے آپ کو منسوب تو سب کرتے ہیں۔ مگر پختہ وہی ہوتا ہے۔ جو صحبت میں مدت مدید تربیت پانے کے بعد پک کر نکلے اور آئندہ وہی روحانی سلسلہ کو باقی رکھ سکتا ہے۔ ان کو خلفا کہا جاتا ہے۔

امراض روحانی سے بچنا بے حد مشکل ہے۔ ان سے بچنے کیلئے مدت مدید تک کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ تربیت یافتہ میں یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے جو کسی اللہ والے نے اس شعر میں بیان کیا ہے ؎

نہ گُلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم
بحیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

یعنی انسان کو اپنے اندر کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ اگر تربیت نہ ہو تو انسان کو انسان نہیں سمجھتا۔ گزشتہ عالمگیر جنگوں میں فوجی خچر بارٹری کے سپاہی جب کسی ریل کے ڈبے میں گھس جاتے تھے تو غیر فوجی کو اندر نہیں آنے دیتے تھے۔ یہ نخوت اس لئے تھی کہ ہم سرکاری ملازم ہیں۔ ایک دفعہ کسی شخص نے دوسرے کسی شخص کو بیوقوف کہہ دیا۔ کسی اللہ والے نے سُنا تو وہ سمجھے کہ مجھے کہہ رہا ہے اور اس کے منہ سے کوئی اور کہلوا رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ انسان کو دنیاوی تعلقات کا کلوروفارم سونگھایا گیا ہے۔ عربی میں اسکو تخدیر کہتے ہیں۔ ڈاکٹر جب اپریشن کرتے ہیں تو مریض کو کلوروفارم سونگھا دیتے ہیں۔ اسکی وجہ سے مریض کو تکلیف نہیں ہوتی کلوروفارم کا اثر زائل ہونیکے بعد مریض کو تکلیف کا شدید احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح مرنیکے بعد جب دنیاوی تعلقات کے کلوروفارم کا اثر زائل ہوتا ہے تو انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ بیوی بیٹے جن کی وجہ سے خدا کو ناراض کیا۔ سب غدار نکلے۔ پھر بیٹھ کر روئیگا لیکن ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو کھرے ہادی مل جائیں۔ کھرے ہادی وہ ہیں۔ جنکے دائیں ہاتھ میں مشعل قرآن ہو اور بائیں ہاتھ میں مشعل حدیث خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کو نہ کھرے ہادی کی صحبت نصیب ہوئی اور نہ امراض روحانی سے شفا ملی۔ یہ باطن کے اندھے ہیں اور انکو اپنی بدبختی کا احساس قبر میں جانیکے بعد ہوگا۔ پھر معلوم ہوگا کہ جن کو اپنا سمجھتے تھے۔ وہ سب غدار نکلے۔ جن کو کھرے ہادی مل جاتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دُنیا میں اس جیسی اور کوئی نعمت نہیں۔ جن کو اللہ والوں کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُنکی طبیعت کا رُخ پھیر دیتا ہے۔ صبح کے درس میں مجلس ذکر میں یا جمعہ کے خطبہ میں کتاب وسُنت کی روشنی میں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں اس کو گوش ہوش سے سنا کیجئے۔ اور لوح دل پر لکھ کر لے جایا کیجئے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُمید ہے کہ آہستہ آہستہ طبیعت کا رُخ پھر جائیگا ایمان اور اسلام اللہ تعالیٰ کا فضل ہیں وہ جب چاہے چھین لے۔ ایک دفعہ حضرت امروٹیؒ حج کیلئے جا رہے تھے پنجاب کے ایک پیر بھی اُسی جہاز میں سفر کر رہے تھے موخرالذکر کا ایک خادم بھی اُن کے ساتھ تھا۔ وہ مخلص خادم تھا۔ جہاز میں اُس کا انتقال ہو گیا۔ اور دونوں حضرات نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ایمان سلب فرما لیا۔ خدا جانے یہ کس گناہ کی شامت تھی۔ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ باطن کی بینائی عطا فرماتے ہیں۔ جس سے ان کو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اس شخص میں ایمان ہے یا نہیں۔ باقی تمہارے امرأ وزراء اور بادشاہ اس معاملہ میں سب اندھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو لحد قبر میں جانے سے پہلے

حدیث کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے

شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ لاہور

برادران اسلام ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین جو ساڑھے تیرہ سو سال سے چلا آ رہا ہے اس کی بیخ کنی کے لئے کئی بد نصیب نا عاقبت اندیش انسان اپنی اپنی تحریکیں چلا رہے ہیں ۔ ان تحریکوں میں ایک تحریک انکار حدیث بھی ہے ۔

منکرین حدیث کا عقیدہ

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ منصب نبوت و رسالت کے اعتبار سے نبی کی کوئی دینی اور شرعی حیثیت نہیں ۔ بلکہ نبی مسلمانوں کا امیر جماعت اور ناظم ہونے کی حیثیت سے واجب الاطاعت ہے ۔ جیسے ہر زمانہ میں امیر کی اطاعت واجب ہوتی ہے ۔ اسی طرح نبی بھی اپنے زمانہ میں امیر اور حاکم ہوتا ہے ۔ اسی حیثیت سے اس کی اطاعت واجب اور لازم ہوتی ہے ۔ باقی نبی ہونے کی حیثیت سے نبی کا کوئی قول اور فعل حجت نہیں صرف اللہ کا حکم واجب العمل ہے ۔ ان الحکم الا للہ ۔ سوائے اللہ کے کسی کا حکم نہیں ۔

از انوار العلوم رجب ۱۳۷۱ھ

امت کا عقیدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لے کر آج تک آپ کی امت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آفتاب نبوت و رسالت ہے آپ کا وجود مسعود سارے جہان کے لئے رحمت ہے لہٰذا آپ کی حدیث اور سنت امت کے لئے حجت اور مشعل ہدایت ہے ۔ آپ کی حدیث پر ایمان لانا اور آپ کی سنت پر عمل کرنا موجب نجات دارین ہے اور آپ کی حدیث کے تسلیم کرنے سے انکار کرنا کفر ہے ۔ اگر انبیا علیہم السلام کے اقوال اور افعال حجت نہ ہوتے تو نبی کو نہ ماننے والے کافر ہی نہ ہوتے ۔ حالانکہ قرآن مجید میں انبیا علیہم السلام پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر کہا گیا ہے ۔

پہلی شہادت :۔ قولہ تعالیٰ :۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ (سورۃ الاحزاب رکوع ۵ پ ۲۲)

ترجمہ :۔ کسی مومن مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد کوئی اختیار نہیں ۔ (یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فیصلہ کا ماننا فرض ہے اور جس نے اللہ اور رسول کے حکم کو نہ مانا وہ کھلم کھلا گمراہ ہوا ۔

دو فیصلوں کا ماننا

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مومن مرد اور عورت کو دو فیصلوں کا ماننا لازمی اور فرض ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اور ان دونوں فیصلوں میں درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہوگا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرماتے وقت اصول وہ استعمال فرمائیں گے ۔ جو قرآن مجید میں ہیں اور فیصلہ کی تفصیل آپ کی زبان مبارک سے برآمد ہوگی ۔ جسے ہم حدیث پیغمبر سے تعبیر کرتے ہیں ۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور انور صلعم کی حدیث پر عمل کرنا مسلمان کا جزو ایمان ہے ۔

دوسری شہادت

قولہ تعالیٰ : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۝ سورہ نسا رکوع ۸ پارہ ۵

ترجمہ :۔ اے ایمان والو اللہ کی فرمانبرداری کرو ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اس طرح کرو جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں یعنی جو اس کا مطلب فرمائیں اسے تسلیم کرو اور جس طرح عمل کریں اس طریقہ پر عمل کرو منکرین حدیث کو اس فرمان الٰہی میں غور کر کے اپنا ایمان درست کر لینا چاہیئے ۔

تیسری شہادت :۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ سورۃ النسا رکوع ۹ پارہ ۵

ترجمہ :۔ سو تیرے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہ ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں ۔ پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی [illegible] نہ پائیں ۔ اور خوشی سے قبول کریں ۔

حضور انور کا پانچ طریقوں سے اتباع

برادران اسلام غور کیجئے کیا دربار الٰہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے کا حکم نہیں ہو رہا اور کیا رسول اللہ صلعم کا فیصلہ ماننا فرض عین نہیں قرار دیا گیا ۔ اور کیا رسول اللہ صلعم کا فیصلہ کی بنیاد قرار نہیں دیا گیا اور کیا اس آیت میں رحمۃ للعالمین کے فیصلہ نہ ماننے والوں کو بے ایمان نہیں کہا گیا ۔ اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو تہ دل سے ماننا ضروری قرار نہیں دیا گیا ۔

منکرین حدیث توبہ کریں

منکرین حدیث کے نزدیک منصب نبوت کے اعتبار سے نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں اور نہ منصب نبوت کی حیثیت سے اس کی اطاعت واجب ہے "۔ ماخوذ از انوار العلوم ص۴۵ رجب ۱۳۷۱ھ

منکرین حدیث سے عرض کرتا ہوں کہ آپ اس عقیدہ سے توبہ کریں کہ نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں ہے اور نہ منصب نبوت کے لحاظ سے اس کی اطاعت واجب ہے کیا اب بھی اپنے آپ کو آپ متبع قرآن اور مومن بالقرآن کہہ سکتے ہیں ۔ اب تو آپ کو میرے عنوان مضمون پر جو اس خطبہ کے ابتدا میں لکھا گیا ہے ۔ یقین آ گیا ہوگا کہ حدیث پر عمل کرنے سے انکار کرنے والا، درحقیقت قرآن مجید پر عمل کرنے سے انکاری ہے ۔

چوتھی شہادت

قولہ تعالیٰ ' وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۝ (سورۃ النسا رکوع ۹ پ۵

ترجمہ :۔ اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے ۔

حاصل یہ نکلا کہ ہم نے ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبروں کو یہ اعزاز عطا فرمایا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندے اپنی عبادات، اپنے معاملات، حتیٰ کہ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، شادی، غمی، نکاح طلاق، کمانے خرچ کرنے وغیرہ سب چیزوں میں پیغمبروں کے طرق کار کو اپنے لئے نمونہ بنائیں ۔

کیا اب بھی کہہ سکتے ہو کہ نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں اور نہ منصب نبوت کی حیثیت سے اس کی اطاعت واجب ہے ۔

از انوار العلوم ص۴۵ رجب ۱۳۷۱ھ

پانچویں شہادت

قولہ تعالیٰ : مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ سورۃ نسا رکوع ۱۱ پارہ ۵

ترجمہ :- جس نے رسول کی تابعداری کی اس نے اللہ کی تابعداری کی ۔

منکرین حدیث سے عرض کرتا ہوں کہ اس آیت کے مضمون کو دل کی آنکھیں کھول کر دیکھیں کیا اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو اللہ تعالیٰ کی تابعداری نہیں کہا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری خود اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے کیا اب بھی منکرین حدیث اپنے باطل عقیدہ سے باز نہ آئیں گے ۔ کہ نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں ہے ۔

چھٹی شہادت

قولہ تعالےٰ ، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ تا ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝ سورۃ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ :- البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے ۔

حاصل یہ نکلا کہ خدا پرستوں ، قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بہترین نمونہ ہے ۔ یعنی خدا پرستوں کو چاہیئے کہ اپنی زندگی کے تمام اعمال میں رحمۃ للعالمین کا نمونہ اختیار کریں ۔ اللہ تعالےٰ سے قیامت کے دن جب یہ لوگ ملیں گے تو ان سے راضی ہو گا کیونکہ ان لوگوں نے اپنی زندگی حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نمونہ پر ڈھال رکھی تھی ۔

منکرین حدیث غور کرکے دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت کتنی بلند ہے کہ آپ کے اتباع کے سوا نجات ہی نہیں ہو گی ۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو قرآن مجید کے اتباع کا حکم فرمایا اور اتباع قرآن مجید کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم چلنے میں محدود فرما دیا ۔

ساتویں شہادت

قولہ تعالےٰ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى - سورۃ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ :- اور نہ وہ (رسول) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے ۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے ۔

نتیجہ

اللہ تعالےٰ کے اس فرمان سے ثابت ہوا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں ۔ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ پر القاء کیا جاتا ہے ۔

فرق فقط اتنا ہے کہ وحی متلو (جو پڑھ کر سنائی گئی) جو اسے قرآن کہا جاتا ہے اور جو وحی غیر متلو (جو پڑھ کر سنائی نہیں گئی ۔ بلکہ دل میں ڈالی گئی) جو اسے حدیث کہتے ہیں ۔

عبرت

منکرین حدیث کے لئے اس میں عبرت ہے ان کا یہ کہنا کہ نبی کی کوئی دینی اور شرعی حیثیت نہیں ہے کس قدر غلط اور نبی کی توہین ہے ۔ اللہ جل شانہٗ تو نبی کے ہر فرمان کو اپنا فرمان فرمائیں کہ پیغمبر کی ہر بات دینی اور شرعی حیثیت رکھتی ہے اور منکرین اپنی جہالت اور بدقسمتی کے باعث اس کی مخالفت کریں ۔ نعوذ باللہ من ذالک . . . .

میدان محشر

منکر حدیث اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں تو اللہ تعالےٰ کی مخالفت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہی کرتے جائیں پھر سوچ لیں کہ میدان محشر میں ان کے حق میں کیا فیصلہ ہو گا اور کس مقام پر بھیجے جائیں گے ۔

آٹھویں شہادت

قولہ تعالےٰ ، یود الذین کفروا سے حدیثا تک سورۃ النساء رکوع ۶ پارہ ۵

ترجمہ :- جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور رسول کی نافرمانی کی تھی وہ اس دن آرزو کریں گے کہ زمین کے برابر ہو جائیں تو اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے ۔

حاشیہ شاہ عبد القادر رح

تب (قیامت کے دن) منکر آرزو کریں گے کہ ہم انسان نہ ہوتے ۔ مٹی میں مل کر خاک ہو جاتے اے منکرین حدیث آپ نے دیکھ لیا ۔ اللہ تعالےٰ کے احکام کے ماننے سے انکار اور پیغمبر کی سنت پر عمل نہ کرنے سے کیا نتیجہ نکلا خدا کرے کہ اللہ تعالےٰ تمہیں گمراہی سے نکال کر راہ راست پر لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ ورنہ قیامت کے دن دست حسرت ملو گے اور دنیا کی زندگی کا گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا ۔ وما علینا الا البلاغ

نویں شہادت

قولہ تعالےٰ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ سورۃ الجمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸ - ترجمہ رسول" انھیں اللہ کی کتاب کی تعلیم دیتا ہے ۔

ساری دنیا کا اتفاق

تمام نبی نوع انسان اس بات پر متفق ہیں کہ ہر استاد کتاب کے الفاظ کو پیش نظر رکھ کر اس کی ایسی تفصیل اور تشریح کرتا ہے جس سے طالب علم کو کتاب کا مطلب سمجھ میں آ جائے اور بعض اوقات استاد کو عملی طور پر وہ کام طالب علم کو کرکے بھی دکھانا پڑتا ہے تاکہ طالب علم پورے طور پر اس کام سے واقف ہو جائے ۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو قرآن مجید کا مطلب زبانی بھی سمجھایا اسے مسلمان حدیث رسول کہتے ہیں اور بعض اوقات عمل بھی کرکے دکھایا جسے مسلمان سنت رسول کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ۔ تعجب ہے کہ منکرین حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم قرآن مان کر آپ کی حدیث کا انکار کس طرح کرتے ہیں ۔

عقل چھن جاتی ہے

اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ بعض گناہوں کی شامت کے باعث انسان کی عقل چھین لیتا ہے ۔ منکرین حدیث چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں کہ " نبی کی کوئی تشریعی حیثیت نہیں ۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کی عقل چھین لی ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ سے لے کر ہر دور میں کروڑہا انسان جن چیزوں کی تصدیق اور تعمیل کرتے آئے ہیں ۔ انھیں یہ آج چودھویں صدی ہجری میں غیر مصدقہ اور ناقابل عمل قرار دے رہے ہیں ۔

دعا

اے اللہ ان منکرین حدیث کو گمراہی کے گڑھے سے نکال اور انھیں توفیق دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین سے تائب ہوں اور اصلی اور کھرے مسلمان ہو جائیں آمین یا الہ العالمین ۔ وما علینا الا البلاغ ۔

روزنامہ نوائے پاکستان لاہور ۲ مئی ۵۵ء

مجلس ذکر منعقدہ ۲۴ اپریل ۱۹۵۸ء مطابق ۴ شوال ۱۳۷۷ھ

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ——— "خاموش مبلغ"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ،

اَمَّا بَعْدُ:— آج کا عنوان عرض کرنے سے پہلے حلقۂ ذکر میں شامل ہونے والوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے **خوشخبری** عرض کرنا چاہتا ہوں۔ حدیث شریف کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خدا کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں میں ان لوگوں کو تلاش کرتی رہتی ہے۔ جو ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ پس جب وہ کسی جگہ ذکر الٰہی کرنے والے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں آؤ اپنے مقصد کی طرف آؤ۔ (یعنی ذکر الٰہی کو سننے کے لئے) اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس وہ فرشتے (آ جاتے ہیں اور) اپنے پروں سے ذکر الٰہی کرنے والوں کو ڈھانک لیتے ہیں۔ اور آسمان دنیا تک پھیل جاتے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ (جب فرشتے واپس جاتے ہیں تو) ان کا پروردگار اُن سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ اُن سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے فرشتے کہتے ہیں۔ تیری پاکی بیان کر رہے تھے تیری عظمت و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے تیری تعریف کر رہے تھے۔ اور عظمت کے ساتھ تجھ کو یاد کر رہے تھے۔ پھر خداوند تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں قسم ہے خدا کی انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا۔ خداوند تعالیٰ کہتا ہے۔ اگر وہ مجھ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے اگر وہ تجھ کو دیکھ لیتے تو تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ تیری بزرگی بیان کرتے۔ اور بہت زیادہ تیری پاکی کا ذکر کرتے۔ پھر خداوند تعالیٰ پوچھتا ہے۔ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں۔ وہ تجھ سے جنت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے۔ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں۔ نہیں خدا کی قسم انہوں نے جنت کو نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ جنت کو دیکھ لیتے تو جنت کی خواہش ان میں بڑھ جاتی۔ جنت کی طلب اُن میں زیادہ ہو جاتی اور جنت کی طرف ان کی رغبت بہت بڑھ جاتی پھر اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے اور وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں دوزخ کی آگ سے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں۔ خدا کی قسم اے پروردگار اس کو انہوں نے نہیں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو ان کا کیا حال ہوتا؟ فرشتے کہتے ہیں اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو وہ اس سے بہت زیادہ بھاگتے۔ اور بہت زیادہ خوفزدہ ہوتے۔ خداوند تعالیٰ کہتا ہے۔ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُن کو بخش دیا (یہ سُن کر) اُن فرشتوں سے ایک فرشتہ کہتا ہے۔ ان لوگوں میں سے ایک ایسا شخص بھی تھا جو ان میں شامل نہ تھا۔ راہ چلتا کھڑا ہو گیا تھا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وہ (یعنی ذکر الٰہی کرنے والے لوگ) ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ نہیں محروم رکھا جاتا اُنکے پاس بیٹھنے والا۔ (بخاری۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپکو استقامت

اصل مضمون کا عنوان

آدھے منٹ میں تین فائدے

۱۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول

۲۔ دل میں سکون

۳۔ شیطان کو شکست

یہ تینوں برکتیں آدھے منٹ میں حاصل ہو سکتی ہیں۔

شیطان مُہلت لے کر آیا ہے۔ کہ تیری مخلوق کو گمراہ کروں گا

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (سورۃ الزمر رکوع ۵ پ ۲۳) ترجمہ:— تیری عزت کی قسم۔ میں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں جو تیرے خالص بندے ہوں گے۔

عربی مقولہ ہے۔ لِكُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ۔ یعنی ہر فن کے لئے علیحدہ علیحدہ کاریگر ہوتے ہیں۔ بھوک لگتی ہے تو اس کے لئے نانبائی دال روٹی پکا کر رکھتے ہیں۔ لوگ حسب ضرورت وہاں جا کر کھانا کھا لیتے ہیں۔ جوتی کی ضرورت پورا کرنے کے لئے بعض جوتیوں کی دُکان کھول لیتے ہیں اور پھر سب مرد عورت بچے بوڑھے وہاں جا کر اپنے اپنے لئے جوتا خرید لیتے ہیں۔ برتنوں کی ضروریات پورا کرنے کے لئے کسیرا بازار (لاہور) میں برتنوں کی دُکانیں کھلی ہوئی ہیں۔ تن پوشی کے لئے کپڑا درکار ہے تو غیر ملکی کارخانوں سے طرح طرح کا کپڑا آ کر بازار میں فروخت ہوتا ہے

امراض روحانی کے علاج کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ ع ۱ پ ۲۸) ترجمہ۔ وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔ اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلم قرآن بھی ہیں اور باطن کو امراض روحانی سے شفایاب بھی فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی ذمہ داریوں کو آپؐ کی امت کے بعض افراد نے اپنے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ ان ذمہ داریوں کو علمی نقطۂ نگاہ سے سمجھانا تو علماء کرام کا کام ہے مثلاً فارغ التحصیل علماء کرام کو وُہی شخص قرآن پڑھا سکتا ہے۔ جس کا اپنا عبور علوم متداولہ مروجہ پر ہو۔ اور صفت مزکّی کے حامل یعنی امراض باطنی سے شفایاب کرنے کے لئے صوفیائے عظام کی صحبت ضروری ہے۔

امراض روحانی میں ایک بیماری حسد ہے
عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (رواہ ابوداؤد)
ترجمہ :- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس لیے کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ (یعنی نیکیوں کو فنا کر دیتا ہے) جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ دوسری روحانی بیماری ریا ہے۔ وَعَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّیَاءُ (رواہ احمد)
ترجمہ :- محمود بن لبیدؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس چیز سے میں تمہارے لئے بہت ڈرتا ہوں وہ شرک اصغر ہے۔ (چھوٹا شرک) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے۔ فرمایا ریاء جب تک مزکّی صحیح طور پر تربیت نہ کرے۔ ان بیماریوں سے شفا نہیں ہو سکتی۔

میں کہا کرتا ہوں کہ جس طالب علم نے آج عربی پڑھنے کے لئے ضَرَبَ یَضْرِبُ اب شروع کیا ہے اور اُس کی ٹوپی پھٹی ہوئی ہے۔ جوتی ٹوٹی ہوئی ہے۔ کُرتہ پھٹا ہُوا ہے۔ میں اُس کی قدر کرتا ہوں۔ یہ اس لئے کہ یہ طالب علم بڑا ہو کر اپنے اُستاد کی مسند سنبھالے گا اور اس کے مقابلہ میں بی اے اور فورتھ ایر کے طالب علم جو بہترین بوٹ سوٹ میں ملبوس کنگھی پٹی کئے ہوئے نہایت صاف ستھرے ہوں۔ میری نگاہ میں ان کی کوئی عزت نہیں ہے۔ کیونکہ عربی کا طالب علم عالم ہو کر قَالَ اللّٰہ وقال الرَّسُوْل کی اشاعت کرے گا۔ اور انگریزی داں نوجوانوں سے اس خدمت کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان کو زمانۂ تعلیم میں کتاب اللہ سے روشناس نہیں کیا گیا۔

مزکّی کی ضرورت

کلہاڑی جب لوہار کی دوکان سے نکلتی ہے تو اس کی ظاہری خوبصورتی کے لئے نکل پالش کی ضرورت ہوتی ہے۔ نکل ہو جانے کے بعد دیدہ زیب بھی ہو جاتی ہے۔ بعینہٖ جب عالم تحصیل علوم سے فارغ ہو کر نکلتے ہیں تو انہیں مزکّی کی ضرورت ہوتی ہے۔ قال تو سکھاتے ہیں علماء کرام اور حال کی اصلاح صوفیاء عظام فرماتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ الایہ (سورہ آل عمران رکوع ۱۹ پ ۴) (ترجمہ وہ جو اللہ کو اُٹھتے اور بیٹھتے اور کروٹ پر لیٹے یاد کرتے ہیں۔

انسان بنانے کا نصاب اور دستور العمل قرآن ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اسوہ حسنہ اور اس کے بعد پھر صحابہ کرامؓ بھی معیار ہی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی..... ایک پیشینگوئی موجود ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَاءِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْهُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّهٗ عَلَانِیَةً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَاءِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّةً وَّتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ (رواہ الترمذی)

ترجمہ :- حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت پر ایک ایسا ہی زمانہ آئیگا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ بالکل درست اور ٹھیک۔ جیسی کہ دونوں جوتیاں برابر اور ٹھیک ٹھیک ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے علانیہ بدکاری کی ہوگی۔ تو میری اُمت میں بھی ایسے لوگ ہوں گے جو ایسا کرینگے اور بنی اسرائیل کی قوم ۷۲ فرقوں میں منقسم ہو گئی تھی۔ میری اُمت تہتّر ۷۳ فرقوں میں منقسم ہوگی۔ جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب دوزخ میں جائینگے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ ۔ آپؐ نے فرمایا وہ فرقہ جس میں میں ہوں اور میرے اصحابؓ۔

در اصل رنگ ہے قرآن۔ رنگ فروش ہیں علمائے کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ صوفیائے کرام قال کو حال بناتے ہیں اور صبغۃ اللہ کا رنگ چڑھاتے ہیں جیسے رنگ فروش سے رنگ خرید کر رنگساز کے پاس لے جاتے ہیں۔ اور رنگساز پگڑی کی تار تار میں رنگ پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے دو قسم پیدا کئے ہیں وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ۔ علماء کرام بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اور صوفیاء عظام بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اکثر علماء کرام عالم تو ہوتے ہیں۔ لیکن دوسروں کی اصلاح نہیں کر سکتے مگر صوفیاء کرام دُوسروں کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اللہ والے مذکورہ بالا تینوں نعمتیں ۱- خدا کی رضا کا تمغہ۔ ۲- دل کا سکون اور ۳- شیطان کو شکست دینا۔ آدھے منٹ میں سکھا دیتے ہیں۔

گمراہی کا گائیڈ شیطان ہے جو سینما کو لے جاتا ہے اور جہنم کا ٹکٹ دلاتا ہے بیوی بچوں کو جلدی جلدی کھانا کھلا کر تیار کرتے ہیں۔ اور میاں صاحب سب کو لے کر سینما پہنچاتے ہیں اور وہاں سے جہنم کا ٹکٹ خریدتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے مُربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ ہمارے قادری خاندان میں ذکر کا ایک طریقہ یہ ہے۔ کہ زمین پر دایاں قدم رکھتے وقت اللہ کہا جائے اور بایاں قدم رکھتے وقت ھُو کہا جائے جو آدھے منٹ میں ادا ہو سکتا ہے۔ ادھر اللہ ھُو کہا اور اُدھر رضائے الٰہی کا تمغہ حاصل ہوا۔ جس کا ثبوت فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ۔ میں ہے۔ یعنے تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا۔ جس کو خدا یاد کرے اُس جیسا خوش نصیب اور کوئی ہے؟ جب اللہ یاد کرے گا تو دل کو چین آئے گا۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبردار اللہ کے ذکر سے سکون حاصل ہوتا ہے)

اگر سارا دن دوکان پر بیٹھ کر جھوٹ بولا تو ذکر سے کیا فائدہ۔ دل کا شیشہ صاف ہو تو ذکر کا لطف بھی آتا ہے۔ اگر برتن بدبودار ہو تو اس میں خوشبودار چیز ڈالنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ شیطان اگرچہ "اے اللہ تیری عزت کی قسم میں سب کو گمراہ کر دوں گا" کا اعلان کر چکا ہے۔ لیکن اللہ ھو کی نام کی دہشت کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ

آذان کی آواز سن کر شیطان اتنی دور بھاگ جاتا ہے۔ جہاں آذان کی آواز نہیں پہنچ سکتی۔

دائیں قدم پر اللہ۔ بائیں قدم پر ھُو یہ آدھے منٹ میں اللہ والے سکھاتے ہیں۔ ہر قدم پر زمین بھی دعائیں دیتی جائیگی۔ اس قسم کا زمین پر چلنے والا ہو تو زمین بھی قبر میں جانیکے بعد کہتی ہے کہ جب تو زمین پر چلتا تھا تو مجھے بڑا ہی پیارا لگتا تھا۔ اور آج دیکھ میں تجھ سے کیا سلوک کرتی ہوں اور اسکے بعد نگاہ کی دوری تک فراخ ہو جاتی ہے۔ اللہ والوں نے کیسا رنگ چڑھایا۔ اللہ تعالیٰ بھی خوش ہے اور زمین بھی خوش ہو جاتی ہے۔ اگر ذکر نہیں کرتا اور بدمعاشی کرتا رہا ہے۔ دن کو دھوکہ فریب رات کو غافل تو قبر بھی تنگ ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ جب تو زمین پر چلتا تھا تو مجھے بہت ہی بُرا لگتا تھا۔ آج دیکھ میں تجھ سے کیسا سلوک کرتی ہوں اور وہ اس قدر تنگ ہو جاتی ہے اور اس کو دباتی ہے کہ اسکی دائیں طرف کی پسلیاں بائیں طرف اور بائیں کی دائیں طرف ہو جاتی ہیں۔ صدق اللہ العلی العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم۔ ونحن علیٰ ذالک من الشٰھدین

خدا تعالےٰ کا فرمان سچا ہے۔ حضورؐ کا فرمان بھی سچا ہے۔ اللہ والے فرماتے ہیں۔ اطلبوا الاستقامۃ ولا تطلبوا الکرامۃ لان الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں شامل ہونے کی برکت سے استقامت عطا فرمائے۔ آمین آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔

کہ اللہ تعالےٰ جس راستے پر لے جا رہا ہے۔ اس پر استقامت عطا فرمائے۔ ایمان اور اسلام لحد قبر کے اندر لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میں آپ کے حق میں یہی دعائیں کرتا ہوں —

آمین یا رب العالمین

مساکین کی فضیلت

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ دعا کی کہ یا اللہ! مجھے مسکینوں میں زندہ رکھنا، مسکینوں میں موت دینا اور مسکینوں ہی میں میرا حشر فرمانا۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا کیوں یا رسول اللہ؟ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اس لئے کہ یہ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اے عائشہ! کبھی کسی مسکین کو واپس نہ لوٹاؤ اگرچہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ دو۔ مسکینوں سے محبّت کرو اور انہیں اپنے قریب کرو اس لئے کہ اس سے اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن اپنا قرب نصیب کرے گا۔ (سنن ترمذی: ۲۳۵۲)

فرشتوں کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ وسلم نے فرمایا کہ بندوں پر کوئی صبح نہیں آتی مگر اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا نعم البدل عطا فرما اور اے اللہ! روک کر رکھنے والے کے مال کو ہلاک فرما۔ (صحیح بخاری: ۱۴۴۲)

مجلسِ ذکر

منعقدہ یکم مئی ۱۹۵۸ء مطابق ۱۱ر شوال ۱۳۷۷ھ

(مرتبہ خاموش مبلغ)

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد

عرض یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اس جہان میں پیدا کیا ہے لیکن یہاں پر سدا رہنے کے لئے نہیں بلکہ انسان یہاں چند روز کے لئے زندگی بسر کرنے آیا ہے۔ جیسے چند روز ماں کے پیٹ میں رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اس دنیا میں بھی چند روز کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اصل وطن آخرت ہے۔ دُنیا میں ہم اس لئے آتے ہیں کہ دنیا میں آخرۃ کیلئے سرمایہ اکٹھا کر کے جائیں۔ آج کا عنوان ہے

آخرت کی صحت

دُنیا کی صحت کو صحت جسمانی اور آخرت کی صحت کو صحت روحانی کہا جاتا ہے۔ صحت روحانی کو درست رکھنا فرض اوّل ہے اور صحت جسمانی کی اصلاح نمبر دوم ہے جن کی صحت روحانی ٹھیک نہیں ہوگی۔ وہاں اُن کا علاج کیا جائے گا۔ اور علاج کے لئے جہنم میں رکھا جائے گا۔ اور اگر دل میں نور ایمان ہوا تو کچھ مدت بعد دوزخ سے نجات دلائی جائے گی۔

حدیث شریف میں ہے:۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لِتِلْکَ مِنْ عَلَمٍ یُّعْرَفُ بِہٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ۔

(ترجمہ) ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کی ہدایت کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے) پھر فرمایا جب نور سینہ کے اندر داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہؐ کیا اس حالت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کی شناخت کی جا سکے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں اور وہ نشانی غرور کے گھر (یعنی دنیا) سے دُور ہونا (۲) آخرت کی طرف رجوع کرنا اور مرنے سے پہلے موت کے لئے تیاری کرنا ہے (یعنی)

ہر چیز اپنی علامتوں سے پہچانی جاتی ہے اگر مذکورہ تینوں علامتیں پائی جاتی ہیں تو صحت روحانی ٹھیک ہے۔

اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ یعنی اس دھوکہ کے گھر سے طبیعت ہٹتی نظر آئے۔ بیوی بچے اور کاروبار سب بڑے ہی پیلے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

کھلونے دیکے بہلایا گیا ہوں

جیسے کھلونوں سے بچہ کھیلتا رہتا ہے اور فائدہ کچھ نہیں ہوتا اسی طرح صرف انسانی حاجتوں کے پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسباب مہیا فرما دئے ہیں۔ اگر دنیا میں دل پھنسنے نہ پائے تو سب سے فائدہ اٹھائے۔ آخرۃ میں اللہ تعالیٰ بھی راضی ہو جاتے اور قبر بہشت کا باغ بن جائے۔ یہ چیز تربیت اور صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ اکثریت کا یہ حال ہے کہ اسباب دنیا بیوی بچوں کی ضروریات اور کاروبار کا تو بڑا ہی خیال ہے نہیں ہے تو آخرۃ کا خیال نہیں ہے۔ بیوی طمع کی، یار بیٹے طمع کے یار، بھائی طمع کے یار سب طمع کے یار سب غدار ہیں کوئی بھی بے طمع کا یار نہیں۔ اگر ہے تو صرف اللہ تعالیٰ یا پھر اللہ کے رسولؐ اور اللہ والے بے طمع کے یار ہیں۔ اگر خاوند کما کر لائے اور لا کر بیوی کو دے تو بیوی بڑی خوش ہوتی ہے۔ اور اگر خاوند کما کر نہ لائے تو بیوی سوگوار ہوتی ہے۔ اور چھوٹا بچہ بھی کہتا ہے آبا پیسہ اگر پیسہ نہ دو تو روٹھ جاتا ہے۔ میں عورتوں سے کہا کرتا ہوں کہ مرد بھی طمع کے یار ہیں۔ ان کی باورچن بنو ان کے بستر لگاؤ۔ اولاد بھی جنو، ان کے بچوں کی بھنگن بھی بنو، درزن بنو اور خدمت بھی کرو تو خاوند راضی ورنہ ناراض گویا سب طمع کے یار ہیں اور تعلقات کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں سب کی خواہش پوری کرتے ہیں لیکن اللہ کی خواہش پوری نہیں کرتے۔ خدا بلائے (نماز کے لئے) تو ایک منٹ کے لئے جانا بھی ناگوار ہوتا ہے۔ رسولِ خدا بے طمع کے یار ہیں۔ جب تک ایک بھی توحید پرست جہنم میں ہوگا اور جب تک اُسے نکال کر جنت میں نہیں لائیں گے۔ اس وقت تک اپنے مقام محمود پر قیام نہیں فرمائیں گے۔ اس کے بعد اللہ والے بے طمع کے یار ہیں لیکن یہ کہیں کہیں ملتے ہیں۔ میرے دو مربی ہیں۔ میں اللہ کا نام پوچھنے سندھ جاتا تھا۔ انھیں مجھ سے اتنی محبت تھی کہ جس کی حد نہیں۔ میں نے کبھی ایک روپیہ بھی نذرانہ نہیں دیا۔ ہوتا ہی نہ تھا۔ اُن کی دعاؤں کی برکت سے اب اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ وہ سیّد اور میں اُمتی۔ وہ سندھی اور میں پنجابی۔ لیکن مجھ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ صرف اس لئے کہ میں اللہ کا نام سیکھنے کے لئے اُن کے ہاں جاتا تھا۔ جب آدمی مر جائے گا تو زندگی کی قدر و قیمت معلوم ہوگی۔ بیوی بڑی غمخوار ہے لیکن قبر میں نہ بیوی نہ اولاد اور نہ مال۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو شیخ کامل کی نعمت نصیب فرمائے اور ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲- وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ

(طبیعت ادھر سے ہٹ جائے اور آخرت کی طرف لگ جائے) دُنیا کے کاموں کے مقابلہ میں آخرۃ کے کاموں کو ترجیح دیں۔ اکثر طبائع میں دُنیا مطلوب محبوب و مقصود ہوتی ہے۔ حدیث:۔ مَنْ اَحَبَّ الدُّنْیَا اَضَرَّ

بے مثال نصیحتیں

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۱) اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

(۲) اور (صدقہ) ان لوگوں سے شروع کرو جو تمھاری کفالت میں ہوں۔

(۳) اور بہتر صدقہ وہ ہے جو دل کی مال داری سے کیا جائے۔ (یعنی جس کے دینے کی وجہ سے انسان خود محتاج نہ بن جائے)

(۴) اور جو شخص سوال سے بچنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بچالیتا ہے۔

(۵) اور جو شخص (لوگوں سے) مستغنی ہونا چاہے اللہ تعالیٰ اسے لوگوں سے بے نیاز کردیتا ہے۔ (صحیح بخاری:۱۴۲۷)

باخبر رہنا   (کتاب الرقاق)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-
جو شخص دُنیا کو محبوب بنائے گا آخرت کو نقصان پہنچائے گا۔ اگر آخرۃ کو محبوب بنائے گا تو دُنیا کو نقصان پہنچائے گا۔ ایک کو ترجیح دینی پڑے گی۔ کئی کلرک ملازم رشوت لیتے ہی نہیں۔ اُن کے گھر میں رزق کی افراط نہ ہوگی اور جو رشوت لائیں گے اُن کے گھر میں ہر چیز کی فراوانی ہوگی۔

عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ۔

ترجمہ:- جابرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہے۔ جنّت میں داخل نہ ہوگا اور جس گوشت نے حرام (مال) سے نشو و نما حاصل کی ہے وہ دوزخ ہی کے لائق ہے   (احمد دارمی بیہقی)

جو شخص فقط حلال ہی کا مال کما کر گھر میں لانا چاہے گا۔ وہ حرام کے لاکھوں پر تھوکے گا بھی نہیں۔ اللہ کے بندوں کی صحبت میں بیٹھنے سے یہ رنگ پیدا ہوتا ہے۔ میں ایسے نوجوانوں کو جانتا ہوں جو رشوت پر پیشاب بھی نہ کریں گے۔

اسباب دُنیا کو مقصود بالذات نہ بنایئے۔ ان سے فائدہ ضرور اٹھایئے جس کام میں آخرت خراب نہ ہو وہ کام کریں۔ کوئی کام کرتے ہوئے یہ پہلے خیال رکھیں کہ آخرۃ تو خراب نہ ہو جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ رُخ پھیر دیتا ہے۔ تو آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

۳۔ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ

تیسری چیز موت کے آنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرتے رہنا۔ جیسے حاجی صاحبان نے حج کے لئے درخواست دے رکھی ہے اور جب دیکھتے ہیں کہ درخواست منظور ہو گئی ہے تو سب ضروریاتِ سفر پہلے ہی سے تیار کر کے رکھا ہوتا ہے۔ اطلاع ملتے ہی روانہ ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح مرنے سے پہلے موت کی تیاری کر رکھنی چاہئے تاکہ جب عزرائیلؑ آکر روح قبض کریں تو موت مذموم نہ ہو بلکہ موت محمود ۲۴
۲۴ حاصل ہو۔

ہمارے قادری خاندان میں پہلا سبق یہ پڑھایا جاتا ہے کہ کسی کی دلآزاری نہ کرو۔ کسی کو جانی مالی بدنی نقصان نہ پہنچاؤ۔ اور پانچ وقت کی نماز قائم کرو اور اللہ ہو کا ذکر۔

یہ انتظار مت کرو کہ بوڑھے ہوں گے تو دیکھا جائے گا۔ کیا جوانوں کو موت نہیں آتی۔ کیا ماں باپ اولاد کو دفن نہیں کرتے کیا دادے پوتوں کو اور نانے نواسوں کو دفن نہیں کرتے۔

کیا یہ ضروری ہے کہ بوڑھے ہو کر ہی موت آئے گی؟ لہٰذا جس کا کچھ دینا ہے دیدیں۔ جس کو ناراض کیا ہے اُس کو راضی کر لیں۔ جس کا قرض دینا ہے اس کو ادا کر دیں۔ جس سے رشتہ کا عہد کیا ہے وہ عہد فوراً پورا کر دیں۔ غرض جو جس کا حق ہے ایک رات پہلے دیدیں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا سے دل ہٹا کر آخرت کی طرف رُخ پھیرنے اور موت کی تیاری کرنے کی فکر عطا فرمائے اور اس نور کے حاصل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یاالہ العلمین

مجلس ذکر

منعقدہ ۸ رمئی ۱۹۵۸ء مطابق ۱۸ شوال ۱۳۷۷ھ

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ۔ (خاموش مبلغ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد

عرض یہ ہے کہ یہ اجتماع ہر جمعرات کو ہوتا ہے ۔ جو خصوصی جماعت کا ہے ۔ وہ اللہ کے بندے جو اللہ ھو کا ذکر سیکھنے کے لئے (قادری خاندان کے طریقہ پر) یہاں جمع ہو جاتے ہیں ۔ صوفیاء کرام کے چار طریقے ...... چشتی قادری ۔ نقشبندی اور سہروردی مشہور ہیں ۔ مقصد سب کا ایک ہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روحانی بیماریوں سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے رخصت ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین !

ظاہر کی صفائی کو تو ہر آدمی سمجھتا ہے ۔ لیکن باطنی امراض روحانی کا پتہ کتاب و سنت سے چلتا ہے ۔ اہل علم حضرات کو کتاب و سنت کے پڑھنے سے ان بیماریوں کی اطلاع تو ہو جاتی ہے لیکن باوجود اس کے ان امراض سے شفا نہیں ہوتی ۔ جب تک کسی ہادی یعنی باطن کے کامل کی صحبت میں رہ کر علاج نہ کرایا جائے ۔

راہ نما وہی ہو سکتا ہے جس نے اپنے بزرگوں کی خدمت میں مدتِ مدید تک رہ کر اپنی باطنی تربیت کرائی ہو ۔ امراض روحانی سے شفایاب ہونے کے لئے ایسے شیخ کامل کی صحبت میں رہنا پڑتا ہے ۔ اور شیخ کامل طالب کو اپنے طریق پر چلاتا ہے اور ہر طرح سے اس کی اصلاح کے لئے نگہداشت رکھتا ہے ۔ آج جو کچھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ دعا دین کی کتابوں میں موجود ہے ۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا ۔

امراض روحانی سے شفا پانے کے لئے

یہ دعا بہترین نسخہ ہے

طبیب کے صرف دوا بتا دینے سے شفا نہیں ہوتی ۔ یہاں تک کہ مریض بازار سے دوا لائے اور حسب ہدایت طبیب دوا تیار کرے اور استعمال میں لائے ۔ فقط اطلاع پانے سے شفایاب نہیں ہو سکتا ۔

یہ عجیب نسخہ ساری دنیا کو جنت میں پہنچانے کا کفیل ہے ۔ یعنی "اے اللہ مجھے میری اپنی نظر میں ذلیل کر دے اور لوگوں کی نظر میں معزز بنا دے" اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو واقعی انسان کی اصلاح ہو جائے ۔ خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ خود دوسروں کی توہین کرتا رہے ، تو اس کو احساس نہیں ہوتا اور اپنے خلاف کوئی بات سنے تو بڑا غصہ لگتا ہے ۔

اہل اللہ یہ سکھاتے ہیں بشرطیکہ متاثر میں بھی صلاحیت ہو ۔ اور مؤثر میں بھی صلاحیت ہو ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز عطا فرمایا تھا واقعی وہ اس قابل تھے ۔ دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ گزرے ہیں ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر ہیں ۔ کسی امت نے اپنے نبیؑ کی اتنی قدر شناسی نہیں کی جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے کی ہے قیامت کے دن بعض پیغمبرؑ ایسے آئیں گے کہ ان کے ساتھ ایک بھی امتی نہ ہوگا بعض کے ساتھ صرف ایک ہوگا ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو تو حضورؐ کے جیتے جی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے ۔ یعنی تم تمام امتوں سے بہترین امت ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے یہ الفاظ نازل فرمائے ۔ جس کو خدا تعالیٰ خیر امت قرار دے اس سے بڑھ کر بھی کوئی عزت کا مقام ہو سکتا ہے ۔

بہر حال امراض روحانی کا ذکر قرآن مجید اور ارشاداتِ نبوی میں ہے اور قرآن مجید و حدیث کا فقط ترجمہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہو سکتی

والوں کی صحبت میں مدت مدید تک رہ کر اصلاح باطن کرانی پڑتی ہے ۔

میں بے نماز کے ہاتھ کی چیز حلال سمجھتا ہوں اور کافر جس نے مٹھائی بنائی ہے اگر کوئی چیز ہمارے مذہب کے خلاف اس میں نہیں ڈالی اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیز کھانی جائز ہے ۔ البتہ ہندو مشرک کے ہاتھ سے ذبح کی ہوئی چیز کھانا حرام ہے ۔

جو شخص باطن کو پاک کرنا چاہے یا روحانیت کی پرواز کو تیز کرنا چاہتا ہے اس کے لئے بے نماز کے ہاتھ کی چیز کھانے سے بھی مصلحتاً منع کرتا ہوں حالانکہ شرعاً اس کے کھانے کی کوئی ممانعت نہیں ۔

ایک مثال ۔ ایک عورت نے لیمپ میں تیل ڈالا ۔ اور صابن سے ہاتھ دھو کر آٹا گوندھا اور روٹی پکائی ۔ تو اس کے ہاتھ کے مسامات سے مٹی کے تیل کی بو کا اثر آٹے میں ضرور آ جائے گا اور نازک طبع انسان فوراً محسوس کرے گا کہ کھانے میں مٹی کے تیل کی بو کا اثر ہے ۔ جو شخص اقرب الی اللہ ہونا چاہتا ہے اس کو باطن کی صفائی کے لئے کچھ پابندیاں ضرور کرنی پڑتی ہیں ۔

کیا مذکورۃ الصدر دعا کی عبارت پڑھنے سے واقعی انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں ۔ ہرگز نہیں ۔

اپنے وقت کے مجدد شیخ احمد سرہندیؒ کا نقشبندی خاندان ہے ۔ ان کے مکتوبات میں ہے کہ ہر کافر فرنگ ملحد زندیق کو اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں یہ ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا ۔

ہم ان کو مجدد مانتے ہیں ۔ ان کے پایہ کا کوئی ولی نہیں ــــ یہ کیسا رنگ چڑھا ہوا ہے کہ وہ ملحد و زندیق اور یہود و نصاریٰ کو اپنے سے بہتر کہتے ہیں ۔

بعض آدمی میرے پاس آکر کہتے ہیں کہ دعا کیجئے فلاں مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں ۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ

صدقہ سے رزق میں برکت ہوتی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو (ضرورت مندوں پر) خرچ کر، میں بھی تجھ پر خرچ کروں گا۔ (صحیح بخاری:۵۲۵۳)

کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پوچھا کہ کون سا اسلام (اسلام کا کون سا عمل) سب سے بہتر ہے؟ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھلاؤ اور جسے جانتے ہو اور جسے نہ جانتے ہو، سب کو سلام کرو۔ (صحیح بخاری:۱۲)

استغفار پڑھا کرو۔ مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ کوئی مصیبت تم کو نہیں پہنچتی۔ مگر تمہارے ہی ہاتھوں کی کرتوت ہے اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر گناہوں سے توبہ کرو۔ ہر ایک گناہ کی نوعیت علیحدہ ہوتی ہے اور ہر مصیبت تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس لئے جو گناہ تم نے کئے ہیں اُن کو سامنے رکھ کر توبہ کرو۔ اللہ تعالےٰ گناہ معاف فرما دے گا اور مصیبت سے نجات دے گا۔

انسان اپنی برائیوں کو دیکھے اپنے عیبوں پر نظر رکھے اور دوسرے کی خوبیوں اور محاسن پر نظر ڈالے یہ حضرت مجددؒ کے شایان شان ہے۔

کافر کی زبان میں قوت گویائی اللہ کی ہے آنکھوں میں بینائی اللہ کی دی ہوئی ہے۔ زندگی اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اس کی زبان اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کی مظہر ہے۔ دماغ میں عقل خالق العقل کا پرتو ہے۔ سمیع سے سماعت کی کرنٹ (کانوں میں شنوائی) آ رہی ہے۔ صفت بطش کا عکس (ہاتھ میں پکڑنے کی قوت) پڑ رہا ہے گویا کہ وہ کافر ملحد زندیق ساری صفات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ کافر میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو پر نظر رکھے اور اپنے عیب گن گن کر سامنے رکھے۔ حالانکہ یہ خود بھی اِن صفات الٰہیہ کا مظہر ہے ان کو نظر انداز کر دے۔ ان چیزوں کا قال حال ہو جائے تو مجدد صاحب والا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت رائے پوری مدظلہٗ سے ایک قصہ سن کر مولوی حبیب اللہ صاحب نے بیان کیا کہ ایک بزرگ کا خادم کوئی تصوف کی کتاب پڑھ رہا تھا تو اس بزرگ نے منع کیا کہ تصوف کی کتاب مت پڑھو۔ ہم سے بدظن ہو جاؤ گے کیونکہ سوانح لکھنے والے نے تو سب خوبیاں چن چن کر لکھ دی ہیں۔ جب یہ پڑھے گا تو سمجھے گا کہ میرے ۲۴

۴ شیخ میں تو فلاں فلاں کمزوریاں ہیں۔ جب عقیدت گئی تو رنگ بھی گیا۔

اگر شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو رنگ چڑھتا ہے۔ طالب صادق کی تین علامتیں عرض کیا کرتا ہوں۔ عقیدت ادب اور اطاعت میں فرق نہ آئے۔ تو یہ چیز حال بن جاتی ہے کہ غیر کے محاسن تو صفات الٰہیہ کا مظہر ہیں اور اپنی بشری کمزوریاں بھی سامنے ہیں۔ اگر یہ سبق پک جائے تو رنگ چڑھ جائے گا۔

صوفیائے کرام کے یہاں ایک جملہ ہے "جو دم غافل سو دم کافر" اگر ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے خالی جائے تو نفس کو ڈانٹتے ہیں۔

جو انسان نماز نہیں پڑھتا وہ گدھے سے بدتر ہے۔ حیّ علی الصّلوٰۃ سنے اور نہ آئے۔ تو گدھے سے بھی بدتر ہے۔ گدھا سارا دن بوجھ ڈھوتا ہے مار بھی کھاتا ہے لیکن مالک کی حکم عدولی نہیں کرتا۔

اللہ تعالےٰ سے دُعا کیجئے کہ ہر قطرۂ خون میں آج کا سبق رچ جائے۔ پک جائے اور قال حال ہو جائے۔

آمین یا الہ العالمین

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

مجلسِ ذکر

منعقدہ مؤرخہ ۲۵ شوال المکرم ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۵ مئی ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ (خاموش مبلغ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اما بعد

یہ مجلس اُن احباب کے لئے ہے جن کو شوق ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ امراض روحانی سے شفایاب ہو کر اس دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ روحانی امراض کا اس دُنیا میں احساس تک بھی نہیں ہوتا۔ ان کا علاج پھر جہنم ہوگی اگر امراض روحانی سے شفایاب نہ ہوا تو قبر جہنم کا گڑھا بنے گی۔ تا آنکہ شفایاب ہو جائے۔ یہ چیز سمجھانے سے آتی ہے میرے مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ جن کی صحبت میں یہ سمجھ حاصل ہوئی ہے۔ سب سے زیادہ محبوب اللہ کی ذات ہے۔ اس کے بعد محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پھر اُن سے۔ یہ احساس اُن کی صحبت سے ہوا۔ اس آئینہ میں کتنے آدمیوں کو احساس ہے کہ اگر امراض روحانی سے شفایاب ہو کر نہ گئے تو قبر میں علاج ہوگا۔

تجارت پیشہ ہیں تو دوکان دوکان صبح سے عشاء تک دوکان اور رات کو گھر جا کر سو گئے۔ دفتر کے ملازم ہیں تو دن بھر دفتر میں کام کرتے ہیں۔ اور باقی مثلیں گھر لے آتے ہیں۔ زراعت پیشہ ہیں تو دن رات کاشت کاشت... ایسے کتنے ہیں جنہیں یہ احساس ہے کہ ہم روحانی امراض میں مبتلا ہیں۔ احساس بھی عام طور پر توجہ دلانے سے ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ یعنی رسول اللہ تمہیں جو حکم دیں اس کو کر گزرو۔ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

لَقَدْ کَانَ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ یعنی تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین نمونہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے اتباع کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کے باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کی ایک حدیث شریف میں ہے فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ۔ یعنی تم پر لازم ہے کہ میرے اور خلفاء راشدین کے طریقے کو مضبوط پکڑ لو۔ خلفائے راشدین چار ہیں

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ
(۲) " عمر فاروق رضؓ
(۳) " عثمان ذوالنورین
(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آج ـــــ حضرت عمر بن خطاب کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو حدیث کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ عَنْ حُذَیْفَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ لَآ اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ فَاقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ

(رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کب تک تمہارے درمیان رہوں۔ پس تم میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء (متابعت) کرو۔

دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شیعہ حضرات کو بھی ان کی عزت و احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جو لوگ حضرات ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی توہین کریں گے وہ اپنی بھی خیر نہیں منائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص نے

میرے دوست کو اذیت دی۔ میں اس سے لڑائی کا اعلان کرتا ہوں۔

ایک موقعہ پر ایران کے شیعہ امام سے لاہور کے بعض علماء نے سوال کیا کہ اہل بیت حضرات کے مزارات کوئٹہ میں ہیں۔ ان کا کیا حال ہے شیعہ امام نے کہا کہ ان کی برکت سے اتنے اتنے فاصلہ پر جتنے مدفون ہیں سب مغفور ہیں سب جنتی ہیں۔

اس پر اہل سنت والجماعت کے علماء نے اعتراض کیا کہ اہل بیت کی اتنی برکت ہے۔ کہ گرد اگرد کے تمام مدفون جنتی ہیں اور جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلو میں اور بغل میں لے کر سوئے ہوئے ہیں۔ اُن کی کوئی برکت نہیں؟

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ انسان جب ضد پر آ جائے تو حق کی مخالفت کرتا ہے۔

فرمان باری تعالےٰ ہے:۔ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَ سَاءَتْ مَصِیْرًا۔

ترجمہ:۔ اور جو کوئی رسُول کی مخالفت کرے بعد اس کے اس پر سیدھی راہ کھُل چکی ہو۔ اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اُسی طرف چلائیں گے جدھر وُہ خود پھر گیا ہے اور اُسے دوزخ میں ڈالیں گے۔ اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔

وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ

میں رسول اللہ کے مومنین سے مراد صحابہ کرام ہی ہیں اور اُن میں استثناء بھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ کی اُمت میں صحابہ کرام کے لئے مبارک بادی کے اعلان آسمان سے نازل فرمائے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی صحابہ کرام کو معیاری درجہ دیا ہے جو لوگ صحابہ کرام کو معیار نہیں مانتے وُہ گمراہ ہیں۔ خدا تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ اَلصَّحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ

حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں۔ اِن میں سے تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے (رزین)

ہر حنفی عالم بہتر۷۲ فرقوں والی حدیث پڑھ کر آتا ہے۔ اور اس میں بھی واحدۃٌ فی الجنّۃ یعنی جنتی فرقے کی علامت مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ ہی ہے صحابہؓ میں یہی اصحابیؓ تو آتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطابؓ کا ایک واقعہ ہے۔ حضرت موسیٰ اشعری اور حضرت عمر کی گفتگو ہے۔ فاروق اعظم کا درجہ بلند ہے —— قیصر و کسریٰ کی دو بڑی سلطنتیں حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں ہی فتح ہوئی ہیں۔ حُسن تقدیر کہہ دیجئے کہ اُن کی محنت اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ اس بات کو تو غیر مسلم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اگر ایک عمرؓ اور پیدا ہو جاتے تو تمام دُنیا میں اسلام پھیل جاتا اور کفر مٹ جاتا۔

حضرت ابی موسیٰؓ اور حضرت عمرؓ کا مکالمہ

عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ بْنِ اَبِیْ مُوسیٰ قَالَ قَالَ لِیْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ ھَلْ تَدْرِیْ مَا قَالَ اَبِیْ لِاَبِیْکَ یَا اَبَا مُوْسیٰ ھَلْ یَسُرُّکَ اَنْ اِسْلَامُنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ ھِجْرَتُنَا مَعَہٗ وَ جِھَادُنَا مَعَہٗ وَ عَمَلُنَا کُلُّہٗ مَعَہٗ بَرَدَ لَنَا وَ اِنَّ کُلَّ عَمَلٍ عَمِلْنَا بَعْدَہٗ نَجَوْنَا مِنْہُ کَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقَالَ اَبُوْکَ لِاَبِیْ لَا وَاللّٰہِ قَدْ جَاھَدْنَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ صَلَّیْنَا وَ صُمْنَا وَ عَمِلْنَا خَیْرًا کَثِیْرًا وَ اَسْلَمَ عَلٰی اَیْدِیْنَا بَشَرٌ کَثِیْرٌ وَ اِنَّا لَنَرْجُوْ ذَالِکَ قَالَ اَبِیْ وَلٰکِنِّیْ اَنَا وَالَّذِیْ نَفْسُ عُمَرَ بِیَدِہٖ لَوَدِدْتُ اَنَّ ذٰلِکَ بَرَدَ لَنَا وَ اَنَّ کُلَّ شَیْءٍ عَمِلْنَا بَعْدَہٗ نَجَوْنَا مِنْہُ کَفَافًا رَأْسًا بِرَأْسٍ فَقُلْتُ اِنَّ اَبَاکَ وَاللّٰہِ کَانَ خَیْرًا مِّنْ اَبِیْ (رواہ البخاری)

مشکوٰۃ باب البکاء و خوف

ترجمہ:۔

ابی بُردہ بن ابی موسیٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے کہا تم جانتے ہو میرے باپ نے تمہارے باپ سے کیا کہا تھا۔ میں نے کہا کہ مجھ کو معلوم نہیں۔ عبداللہؓ نے کہا میرے باپ نے تمہارے باپ سے کہا تھا اے ابو موسیٰ رضؓ کیا یہ بات تجھ کو خوش کرتی ہے کہ ہمارا اِسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی بعثت) کے ساتھ تھا۔ اور ہماری ہجرت آپکے ساتھ تھی۔ اور ہمارا جہاد آپ کے ساتھ تھا۔ اور ہمارے سارے اعمال آپکے ساتھ تھے جو ہمارے مال غنیمت کیطرح ہیں (یعنی ثابت و برقرار) اور آپکے بعد جو عمل ہم نے کئے ہیں اِن سے اگر ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں تو ہمارے لئے کافی ہیں۔ تمہارے باپ نے یہ سن کر میرے باپ سے کہا۔ نہیں یوں نہیں۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے جہاد کیا۔ ہم نے نماز پڑھی ہم نے روزے رکھے اور بہت سے نیک اعمال کئے۔ اور ہمارے ہاتھوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور اُمید ہے کہ ہم کو اِن اعمال کا ثواب ملیگا۔ میرے باپ نے یہ سن کر کہا لیکن میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ جو اعمال ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئے ہیں وہی ثابت و برقرار ہیں اور جو اعمال ہم نے آپ کے بعد کئے ہیں اُن سے ہم برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ میں نے یہ سن کر کہا کہ تمہارے باپ خدا کی قسم میرے باپ سے بہتر تھے۔ (بخاری)

اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکیاں کر کے یہ خیال نہ کرے کہ میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ انسان خود ہی فیصلہ نہ کر بیٹھے کہ میں بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو گیا ہوں اپنے اوپر مغرور نہیں ہونا چاہیئے۔ طالبعلم کتنا ہی محنتی ہو اور کورس خواہ کتنا ہی رٹا ہوا ہو لیکن جب تک ممتحن امتحان لے کر پاس نہ کرے اُسے اعتماد نہیں ہوتا۔

بعض اوقات سب سے کم درجہ کی استعداد رکھنے والے طالب علم نمبر اول پاس ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیکیاں اتنی کرائے جتنی حضرت عمرؓ سے دین کی خدمت لی ہے لیکن انانیت پیدا نہ ہونے پائے۔ اعتماد

نیکیوں پر نہ ہو تو تین روحانی بیماریوں سے شفا نصیب ہو جاتی ہے۔

مہلک بیماریاں

جسمانی بیماریوں میں سب سے مہلک بیماری دق اور سل ہے۔ دق کے دس کروڑ مریض بھی ہوں تو روحانی بیماریوں سے کم ہیں۔ دق کا علاج اللہ تعالیٰ نے نہ ڈاکٹروں کو بتایا ہے اور نہ معالجین (یونانی طبیبوں) کے پاس ہے۔ اس میں ایک درجہ ایسا آ جاتا ہے کہ مریض لا علاج ہو جاتا ہے۔ کل ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا ہوتا ہے اور آج موت واقع ہو جانے کے بعد آرام سے سو رہا ہے۔

مسئلہ:- رشتہ داروں کی انتظار میں جنازہ روک کر رکھنا غلط ہے۔ حکم یہی ہے کہ جب انسان فوت ہو جائے تو جلد از جلد قبرستان پہنچا دیں۔ دق اور سل مرنے سے پہلے ختم ہو جاتے ہیں لیکن روحانی امراض قبر میں بھی ساتھ جائیں گی۔ میدان محشر میں بھی تڑپائیں گی اور قیامت میں جہنم پہنچائیں گی

تین مہلک بیماریاں

۱- عجب ۲- کبر ۳- ریا

عجب کے معنی خود پسندی ہے اگر تربیت یافتہ ہو تو خدا کے فضل کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔ در اصل نیکی کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی بخشتا ہے اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں نے ہی کیا۔ جب تک نیکی کا یقین ہی نہ ہو کہ قبول ہے یا نہیں جس کو ہم نیکی سمجھتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ دوکاندار اپنی طرف سے حساب صاف کر کے بیٹھا ہوتا ہے لیکن آڈیٹر چیک کرنے والا ہزاروں کی غلطیاں نکالتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی نیکیوں [illegible] ــے گا۔

[illegible] تعالیٰ ہے:-

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا

(سورۃ الکہف ع ۱۲ پ ۱۶)

ترجمہ:- کہہ دو۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ جو اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارے میں ہیں۔ وہ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں کھوئی گئی۔ اور وہ خیال کرتے رہے کہ بیشک وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔

غرض نیکیوں پہ غرور پیدا نہ ہو۔ ہم تو سمجھیں کہ نیکیوں کے انبار لگ گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکی کو نیکی ہی تسلیم کر کے کامیاب نہ فرمائیں۔

(۲) کبر۔ کبر کی تعریف ہے:-

بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ

یعنی حق بات کو نہ ماننا اور اپنے آپ سے لوگوں کو حقیر سمجھنا۔ تربیت یافتہ ہوگا تو سمجھے گا۔ ممکن ہے اس شخص کی نیکیاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوں اور میری قبول نہ ہوں۔ غرض یہ کہ کسی کو حقیر نہ سمجھے گا۔ اور یہ خیال نہیں ہوگا کہ میں مغفور ہوں۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ سب نیکیوں کو قبول نہ کر لے۔

(۳) ریاء۔ ریاء کے معنی ہیں غیر کا دکھلاوا ریا شرک ہے

ایک آدمی نے کافی روپیہ خرچ کر کے مسجد بنائی اور دل میں خیالات اٹھتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں نے فلاں کے باپ نے فلاں کے دادا نے یہ مسجد بنوائی تھی تو ایسے ریاکار کو ایک اینٹ کا بھی ثواب نہیں ملے گا۔

حضرت فاروق اعظمؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کریں۔ تو پھر انشاء اللہ نیکیوں کے کرنے کے باعث غرور پیدا نہ ہوگا۔ عجب اور ریاء سے بھی محفوظ رہے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس مجلس میں بیٹھنے کی برکت سے ان ارشادات کا حامل بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں کہا کرتا ہوں رنگ ہے قرآن رنگ فروش ہیں علماء کرام اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ ان کی برکت سے رنگ چڑھتا ہے۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ امراض روحانی سے شفایاب کر کے اس دنیا سے لے جائے۔

آپس میں مل بیٹھنے کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ میں آپ کو اطلاع دوں۔ [illegible] ــب کہا ہے ؎

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر نظر آتے تھے سب کے عیب و ہنر
پڑی حال پہ جب کہ اپنی نظر
تو کسی کا کوئی عیب ہی نہ رہا

صوفیائے کرام ادھر سے رخ ہٹا کر ادھر کر دیتے ہیں ؎

تجھے پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ہادی رخ پھیر دیتا ہے۔ گدھے کو آپ برا سمجھتے ہیں لیکن وہ اپنے مجازی آقا کی اطاعت خوب کرتا ہے۔ تھکا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن سارا دن بوریے ڈھوتا ہے۔ گھوڑا پانچ سواریاں اور ٹانگہ لے کر بھاگا جا رہا ہے۔ چابک کھا رہا ہے۔ لیکن اپنے مجازی آقا کی اطاعت سے انکار کی مجال نہیں۔

ایک نکتہ

گدھا دو ڈیوٹیاں دے رہا ہے ایک مجازی آقا کی اور ایک حقیقی آقا کی تسبیح یعنی اللہ کے ذکر میں شاغل ہے۔ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو سمجھ دیتا ہے۔ انھیں اللہ ھو کے پاک نام کی برکت سے محسوس ہوتا ہے کہ گدھا دو ڈیوٹیاں دے رہا ہے مگر یہ بدبخت انسان چوبیس گھنٹوں میں کل ۱۷ منٹ بھی نماز کے لئے خدا تعالیٰ کو نہیں دیتا۔

مجالس ذکر :- منعقدہ جمعرات ۲۲ رمئی ۱۹۵۸ء مطابق ۲ ذیقعد ۱۳۷۷ھ

مسلمان کا فرض ہے کہ آخرۃ کو دنیا پر ترجیح دے

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ نے مندرجہ بالا عنوان کے تحت حسب ذیل تقریر فرمائی۔ (خاموش مبلغ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اما بعد

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ اَعْمَالِكُمْ (رواہ مسلم) (باب الریاء والسمعۃ)

ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا مدار خوبصورتی یا مال کی زیادتی پر نہیں ہے بلکہ اس کے یہاں اعمال کی قیمت دل کی نیت اور جذبہ پر ہوتی ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ دل کو دیکھتا ہے۔ اس کے بعد اعمال کو دیکھتا ہے اور دل کے جذبہ کے مطابق عمل کی قیمت لگاتا ہے۔

حدیث شریف :-

عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ دُنْيَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا يَبْقٰى عَلٰى مَا يَفْنٰى (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:- ابی موسیٰؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنی دنیا کو عزیز و محبوب رکھتا ہے (اس قدر عزیز رکھتا کہ خدا کی محبت پر غالب آ جائے) وہ اپنی آخرت کو ضرر پہنچاتا ہے اور جو شخص اپنی آخرت کو عزیز رکھتا ہے وہ اپنی دنیا کو ضرر پہنچاتا ہے۔ پس تم اس چیز کو اختیار کرو جو باقی رہنے والی ہے اور فنا ہونے والی چیز کو چھوڑ دو۔

دین اور دنیا دونوں برابر نہیں چل سکتیں۔ ایک کو اصل اور دوسری کو فرع بنانا پڑے گا۔ جیسے بیوی گھر کی مالکہ ہے اور خادمہ اس کی لونڈی۔ عام طور پر دنیا کو ترجیح دی جاتی ہے اور دین کو نمبر دوم پر رکھا جاتا ہے۔

اگر دنیا کو مقصود بالذات بنائیں گے تو آخرت کو نقصان پہنچائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے میری امت تم اس چیز کو ترجیح دینا جو باقی رہنے والی ہے۔

دنیا کی زندگی آخرۃ کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ۔

عام طور پر ماں کے پیٹ میں بچہ ۹ ماہ دس دن رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری امت کی عمریں ۶۰ اور ۷۰ سال کے درمیان ہوں گی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں عمریں زیادہ ہوتی تھیں حضرت نوحؑ نے ساڑھے نو سو سال (نبی ہونے کے بعد) تبلیغ کی ہے۔ نبوت سے پہلے کی عمر خدا جانے اور امت کے غرق ہو جانے کے بعد بھی حضرت نوحؑ زندہ رہے۔ جیسے ماں کے پیٹ کی زندگی عارضی تھی اسی طرح دنیا کی زندگی بھی عارضی ہے اور سدا رہنے کی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا فانی اور آخرۃ باقی ہے

موت کو ذبح کیا جائیگا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے تو، موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر ذبح کیا جائے گا۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا صَارَ اَهْلُ الْجَنَّةِ اِلَى الْجَنَّةِ وَاَهْلُ النَّارِ اِلَى النَّارِ جِيْءَ بِالْمَوْتِ حَتّٰى يُجْعَلَ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ثُمَّ يُذْبَحُ ثُمَّ يُنَادِىْ مُنَادٍ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَيَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ فَيَزْدَادُ اَهْلُ الْجَنَّةِ فَرَحًا اِلٰى فَرَحِهِمْ وَيَزْدَادُ اَهْلُ النَّارِ حُزْنًا اِلٰى حُزْنِهِمْ (متفق علیہ)

ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس وقت جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا۔ اور دوزخ اور جنت کے درمیان اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر اعلان کیا جائے گا۔ کہ اے جنتیو! اور اے دوزخیو! اب موت نہیں آئیگی یہ سن کر جنتیوں کی فرحت و مسرت بڑھ جائے گی اور دوزخی رنج و غم کے دریا میں ڈوب جائیں گے۔

ثابت یہ ہوا کہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی ہے جو شخص دنیا کو محبوب بنائے گا آخرۃ کو نقصان پہنچائے گا۔ ایک کو اصل اور دوسری کو تابع بنانا پڑے گا۔ زندگی کے ہر شعبہ اور ہر قدم پر دنیا سے بھی چھٹکارا نہیں اور آخرت سے بھی چھٹکارا نہیں۔ جو بے ایمان آخرت کو نہیں مانتے ــــ وہ قیامت کے دن کہیں گے۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا

ہائے افسوس کس نے ہمیں ہماری خوابگاہ سے اُٹھایا۔ اور پھر خود ہی کہیں گے

هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ

یہی ہے جو رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا (سورہ یٰسین)

اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ آخرت کو ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

دوکانداروں کیلئے مستقل دوزخ کا وعید!

ارشاد باری تعالیٰ ہے :- وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۙ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ؕ (سورہ مطففین پ ۳۰ ع ۱)

ترجمہ:- کم تولنے والوں کے لئے تباہی ہے وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کریں تو پورا لیں اور جب اُن کو ماپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں۔

منڈی یا بازار سے چالیس سیر گندم لاؤ گھر میں $39\frac{1}{2}$ سیر ہوگی۔ یعنی آدھ سیر تین پاؤ ضرور کم ہوگی۔ غرض ہر جگہ انسان بد دیانتی کر سکتا ہے اور دیانتداری

سے بھی کام کر سکتا ہے۔

بعض ملازمت پیشہ اور تجارت پیشہ حلال چاہتے ہیں اور بعض حرام کھاتے ہیں۔ دونوں ملسکتے ہیں۔ دین و دُنیا ہر جگہ لازم ملزوم ہیں خواہ شادی ہو یا غمی۔

ایک شادی شریعت محمّدیہ کے اتباع کی ہے اور ایک شادی شریعت محمّدیہ کے خلاف ہے۔ اسی طرح ایک مرنا وُہ ہے جو شریعت کے مطابق ہے اور ایک غمی وُہ ہے جو خلاف سنّت ہے اسی طرح ایک منگنی شریعت کے مطابق اور دوسری شریعت کے خلاف ہے۔

بعض صحابہ کرامؓ کو ختنہ کی تقریب پر دعوت دی گئی تو انھوں نے انکار کر دیا۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ سنّت نہ تھی۔ اس زمانہ میں امیر کے بیٹے کے ختنہ کی تقریب بھی اتنی پُر تکلّف ہوتی ہے کہ غریب کے بیٹے کی شادی پر بھی اتنا خرچ نہیں ہوتا۔ اگر دنیا کو ترجیح دوگے تو اللہ تعالےٰ اور حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ارشاد کی مخالفت ہوگی۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوٓا إِخْوَانَ الشَّيٰطِينِ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُورًا ۝ (سورۃ بنی اسرائیل ع ۳ پ ۱۵)

ترجمہ:۔ مال کو بیجا خرچ نہ کرو۔ بیشک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔

شادی کے موقعہ پر لڑکی والوں کے رشتہ دار آتے ہیں اور لڑکے والوں کے رشتہ دار بھی آتے ہیں لیکن ختنہ کے موقعہ پر ایسی کیا ضرورت ہے۔

دین دنیا ہر جگہ اکٹھے ہیں ایک رشتہ دیندار ہے لیکن لڑکے کی آمدنی کم ہے۔ اور دوسرا رشتہ پکّا بے دین ہے مگر تنخواہ پانچسو روپیہ ماہوار ہے تو اس بے دین کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ایسے بے دین کے گھر بیاہی جانے والی لڑکی قیامت کے دن اپنے ابّا امّاں پر لعنت بھیجے گی اور کہے گی کہ میرے ماں باپ نے مجھے اس بے دین کے پلّے باندھ دیا۔ جن لوگوں نے دنیا کو ترجیح دی خوب سینما دیکھے خوب ڈانس کھیلے۔ خوب شرابیں پیں اور وہ قیامت کے دن کہیں گے میرے ماں باپ نے تیرا دین نہ سکھایا۔ کالج کے ہوسٹل کا دروازہ دکھایا لیکن مسجد کا دروازہ نہ دکھایا۔ اور دین نہ سکھایا۔ ایسے ماں باپ اپنے بیٹے بیٹوں کے بدخواہ ہیں۔ نہ نماز آتی ہے نہ التحیات آتی ہے نہ دعاء قنوت آتی ہے۔ لڑکی کو بی-اے تک تو پڑھایا لیکن قرآن ناظرہ بھی نہ پڑھایا۔ لڑکی کی آخرت خراب ہوگئی اور ایسی لڑکیاں بھی جہنم میں جائیں گی اور کہیں گی اے اللہ ہمارے بڑوں (ابّا اور امّاں) کو دوزخ کا دوگنا عذاب دے کہ انھوں نے دنیا کا علم تو پڑھایا مگر دین نہ سکھایا۔

شادی غمی تجارت ملازمت ہر جگہ دین و دنیا آتی ہیں۔ شیطان ان کو یہ پڑھاتا ہے کہ شادی پر آتشبازی اور باجہ نہ بجایا تو لوگ کہیں گے جنازہ جا رہا ہے۔ قرآن شریف کا خاتمہ اس لفظ پر ہے کہ بعض انسان عین شیطان ہیں۔

جس لڑکے کے سر پر سہرا ہو میں اس کا نکاح نہیں پڑھا کرتا۔ تم شریعت کی مخالفت کرو۔ تو ہم تمہارے ساتھ نہیں۔ ایسی خلاف سنّت براتوں سے میں اُٹھ کر چلا آتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ یہ جذبہ اور قوت ایمانی عطا فرمائے۔ اللہ کی باتیں سننے سے یہ جرأت پیدا ہو جاتی ہے کہ برادری ساری ایک طرف ہو جائے۔ دنیا ساری ایک طرف ہو جائے لیکن وہ خلاف شرع رسوم کی مخالفت کرتے ہیں۔ جرأت ایمانی قرآن مجید مسلسل سننے سے آجاتی ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ جس لڑکی نے آپ کے گھر کا پانی پینا ہے۔ وہ باپ کے گھر کا کبھی نہیں پی سکتی۔ اے مسلمان تیرا تو تقدیر پر ایمان ہے

قرآن کا فیصلہ

اَلْخَبِيثٰتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ (سورۃ النور ع ۳ پ ۱۸)

ترجمہ:۔ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں۔ اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں۔

تم اگر طیّب بنوگے تو اللہ تعالیٰ طیّب عورتیں دے گا اور اگر تم خبیث بنوگے تو اللہ تعالیٰ خبیث عورتیں دے گا۔ دروازہ الٰہی پر آنے سے انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔ جو آتا ہے خالی نہیں جاتا۔ لیکن جو نہیں آتا اس کو اللہ تعالیٰ دینے نہیں جاتا۔ نمک میں تاثیر ہے۔ کونین میں تاثیر ہے۔ کیا قرآن میں تاثیر نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ مسلسل قرآن سننے سے طبیعت میں انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ استقامت عطا فرمائے۔ اور لحد قبر تک ایمان سلامت رہے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ۔

مجلسِ ذکر:- منعقدہ جمعرات ۲۹ مئی ۱۹۵۸ء مطابق ۱۱ ذیقعد ۱۳۷۷ھ

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

شفایابی کے بعد انسان پھر بیمار ہو جاتا ہے

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ مجلس اُن اللہ کے بندوں کی ہوتی ہے جن کو شوق ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ہمارا ظاہری و باطنی معاملہ صاف رہے کامل وہ ہے جس کا ظاہر بھی وہی ہو اور ظاہر بھی وہی ہو۔ آم بظاہر خوبصورت ہو اور اندر لیموں کے رس کی طرح ترش ہو تو بیکار ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ صورت اور سیرت دونوں خوبصورت ہوں یا پھر اگر صورت اچھی نہ ہو تو سیرت ضرور اچھی ہو۔ سہارنی آم بالکل کچے معلوم ہوتے ہیں یعنی بظاہر بالکل سبز اور اندر ایسی عمدہ رس ہوتی ہے کہ لاہور کے پکّے آموں میں بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح انسان کی بھی صورت اور سیرت دونوں خوبصورت ہونی چاہئیں۔ اگر صورت میں کچھ کمی رہے تو رہے سیرت میں کمی نہ رہنے پائے۔ باطن کی کمی کے باعث انسان مہلک امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔ مہلک امراض کا علاج ہادی کرتا ہے۔ جب تک ہادی اطلاع نہ دے ان رُوحانی امراض مہلکہ کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ ہادی شفایابی کے نسخے بتائیگا اور دیکھ بھال کرے گا کہ امراض رُوحانی سے مریض شفایاب ہُوا ہے یا نہیں۔ عام طور پر روحانی امراض کا احساس نہیں ہوتا کہ میں بیمار ہوں۔ وہ بیمار بڑا ہی بدنصیب ہوتا ہے۔ جس کو لا علاج ہونے کے بعد معلوم ہو کہ میں بیمار ہوں امراض رُوحانی کی طرف توجہ بھی ہادی دلاتا ہے۔ حسد کیا چیز ہے؟ کبر کیا چیز ہے۔ ریا کیا چیز ہے؟ میں اس وقت ان امراض کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ ہادی کامل ہو۔ اور طالب کی عقیدت ادب اور اطاعت میں فرق نہ آئے تو صحت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے جن لوگوں کو عقیدت تھی اور اطاعت بھی کرتے تھے اُن کی قبریں بہشت کا باغ ہیں۔ اور بعض ایسے بھی تھے جن کے دل میں عقیدت نہیں تھی اور نہ ہی ادب کرتے تھے۔ اُن کا سردار رئیس المنافقین عبد اللہ ابن اُبیّ جب مرگیا تو حضورؐ نے نمازِ جنازہ بھی پڑھائی۔ پیراہن مبارک کا کفن بھی دیا لیکن اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

سورہ التوبہ رکوع ۹ پارہ ۱۰

ترجمہ: (تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ اُنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا۔ اور اللہ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا) بس اس بے ادب کے لئے تمہاری دُعا مغفرت ہرگز قبول نہ کروں گا۔ لہٰذا پیغمبرؐ کی نافرمانی کے سبب جہنّم میں جائیگا ہمارا ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہر صحابی جنّت کا وارث ہے۔

جسمانی امراض کا احساس ہوتا ہے۔ سر میں درد ہو۔ پیٹ میں درد ہو۔ کمر میں درد ہو تو طبیب علاج کرتا ہے۔ اور محسوس ہوتا ہے اسی طرح ہادی (طبیب رُوحانی) بھی بیماری کی اطلاع دیتا ہے۔ علامات بتلاتا ہے۔ علاج بتاتا ہے۔ اور پھر نگہداشت بھی کرتا ہے کہ اس روحانی بیماری کا اثر زائل ہُوا ہے یا نہیں۔ رُوحانی بیماریاں مندرجہ ذیل ہیں۔

عُجب، کبر، ریا اور حسد وغیرہ علم جسمانی بیماری سے شفایاب ہونے کے بعد بھی جب تک کہ آدمی دُنیا میں موجود ہے بیماری کے دوبارہ لاحق ہونے کا خطرہ ہے یعنی نزلہ زکام بخار کا طبیب سے علاج کرایا۔ طبیعت ٹھیک ہوگئی۔ پھر کئی دن کے بعد کوئی اور عارضہ لاحق ہوگیا۔ پھر علاج کرایا شفا ہوگئی۔ پھر بخار ہوگیا۔ غرض یہ ہے کہ جسمانی بیماریوں سے نجات قبر میں پہنچکر ہی ہوتی ہے۔ لیکن روحانی امراض قبر میں بھی پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اور اُن کے اثرات اگر شفایاب ہوکر دُنیا سے نہ گیا تو میدانِ حشر میں بھی تڑپائیں گے۔ اور آخری علاج جہنم میں ہوگا۔ اگر دُنیا میں کسی ہادی کی صحبت میں تربیت نصیب ہو جائے تو پھر بھی جسمانی بیماریوں کی طرح روحانی امراض عود کرکے آتے ہیں۔ ان کی اچھی طرح نگہداشت کرنی پڑتی ہے۔

صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اس صورتِ حال کو قبض اور بسط کہتے ہیں۔ روحانیت کی لذّت سلب ہو جانے کی وجہ کو قبض کہتے ہیں۔ جب تک لحد قبر میں داخل نہ ہو جائے بیماری عود کرکے آتی ہے ان کا علاج جاری رکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً آپ روزانہ پندرہ ۱۵ تسبیح ذکر کیا کرتے تھے آپ نے چار دن ذکر چھوڑ دیا۔ ذکر کی برکت سے جو سرور تھا وہ گیا۔ لذّت سلب ہوگئی۔ طبیعت بجھ گئی۔ ہادی کے پاس گئے۔ ہادی علاج بتلائے گا۔ جس طرح طبیب ہر بیماری کا الگ الگ علاج کرتا ہے۔ اسی طرح اس کے بھی مختلف طریقے ہیں۔ یہ مت خیال کیجئے کہ اللہ ہو کے پاک نام کی برکت سے جو شفا حاصل ہوگئی ہے۔ یہ ہمیشہ رہے گی۔ بعض احباب مجھ سے شکایت کرتے ہیں کہ ذکر کرتا ہوں لذّت اور سرور نہیں آتا۔ میں سبب بتاتا ہوں اور کہا کرتا ہوں کہ آپ نے کوئی حرام یا مشتبہ چیز بے خبری میں کھا لی ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ تعالےٰ کے ذکر کی لذّت کا اثر زائل ہوگیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ذکر کی برکت سے طبیعت میں لطافت اور نزاکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور حرام کی چیز کھانے سے فوراً اللہ تعالےٰ کے نام کی لذّت سلب ہو جاتی ہے۔ بہت سی چیزیں لاہور میں صورتاً حلال اور حقیقتاً حرام ہیں۔ لاہور کا گوشت۔ گوجروں کا دودھ اور گھی۔ بکری کا گوشت بظاہر حلال ہے اور اگر بکری چوری کی ہو تو ذاکر کی طبیعت پر حرام کا اثر پڑتا ہے اور طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔ دل کی آنکھوں سے تمیز ہوتی ہے۔ ہٰذا حلالٌ ہٰذا حرامٌ۔ کوئی شخص جان بوجھ کر سنکھیا کھائے اور خودکشی کرے تو اُس کے لئے جنّت حرام ہے اور اس کی سزا جہنّم ہے اور اگر کوئی دوسرا دودھ میں

سنکھیا ملا دے تو وہ اپنا اثر ضرور دکھائیگا اسی طرح اگر حرام کھائیں گے تو اللہ کے نام کی لذّت سلب ہو جائیگی۔ حرام کو حرام سمجھ کر نہیں کھایا تو جان بوجھ کر کھانے کے مجرم تو نہ ہونگے۔ البتہ وہ اثر ضرور دکھلائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہوسکے علاج کی کوشش کیجئے۔ کیونکہ شفایابی کے بعد انسان پھر بیمار ہو جاتا ہے۔ خلقِ خدا سے تعلق ٹھیک رکھیں۔ کسی کا مال ناحق نہ کھائیں۔ کسی کو نہ ستائیں۔ اور حلال رزق کھائیں۔ تو صحت پھر بحال ہو جائیگی۔

جو لوگ باطن کی بینائی نہیں رکھتے انہیں تو ان چیزوں کا احساس تک بھی نہیں ہوتا۔ اس کے لئے بھی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اگر روٹی کمانے کے لئے ۸ گھنٹے خرچ کرتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کا نام سیکھنے کے لئے بھی روزانہ کچھ نہ کچھ وقت نکالنا چاہیئے۔

اللہ تعالےٰ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ میں نے ان کے ہاں اکثر دیکھا ہے کہ اللہ کا نام سیکھنے کے لئے وہاں جتنے بھی مقیم تھے مجال ہے کہ کوئی چیز بازار سے خرید کر کھائیں۔ جو چیز لنگر سے آتی تھی وہی کھاتے تھے۔ حضرت دین پوریؒ کے ہاں جو لوگ تربیت کے لئے آتے تھے اُن کے لئے چاولوں کا پھیکا بھات اور مٹی کا پیالہ۔ بعض اوقات برتنوں میں بھی حرام گھسا ہُوا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ صحت رُوحانی عطا فرمائے۔

ہر شخص اپنی روحانی بیماری کا علاج خود نہیں کرسکتا۔ اس کے لئے ہادی سے رہنمائی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ جن کو باطن کی آنکھیں ملتی ہیں وہ احتیاط کرتے ہیں۔ محنت کرنے سے یہ آنکھیں حاصل ہوتی ہیں۔ صفائی باطن اور امراض رُوحانی سے شفا پانے کے لئے بھی وقت کی ضرورت ہے۔

بعض اوقات حرام چیز کھانے سے اور بعض ایسے خبیث النفس ہوتے ہیں کہ اُن کی صحبت میں جانے سے ذکر الٰہی کی لذّت سلب ہو جاتی ہے۔ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ لحد قبر میں ایمان صحیح سالم لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

دنیا میں پیٹ پالنے کے لئے اگر وقت صرف ہوتا ہے تو روحانیت کی لذت حاصل کرنے کے لئے بھی محنت کی ضرورت ہے۔ جب یہ آنکھ خدا دیتا ہے۔ تو رُوحانیت کی لذّت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

آپ میرے لئے دُعا کریں۔ میں بھی خطرے میں ہوں۔ مجھے بھی صحت رُوحانی بحال کرکے اللہ تعالیٰ قبر میں لے جائے۔ اللہ تعالےٰ کے نام کی لذت بہت لذیذ ہوتی ہے۔ اس میں محنت کی ضرورت ہے۔ پھر ایک درجہ ایسا آتا ہے۔ کہ حلال اور حرام کی تمیز ہونے لگتی ہے۔

ضرورت سے زائد مال خرچ کر دینا بہتر ہے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن آدم! اپنی ضرورت سے زائد مال خرچ کر دینا تیرے لیے بہتر ہے اگر تو اس کو روک لے گا تو تیرے لیے برا ہو گا۔ اور دینے کی ابتداء اپنے اہل و عیال سے کر۔ اور اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۰۳۶)

مجلس ذکر: منعقدہ جمعرات ۱۶ ذیقعد ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ جون ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

رُوحانی امراض کا علاج ذکرِ الٰہی کی کثرت ہے

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد عرض یہ ہے کہ ہمارے اجتماع کا مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ اور آپ کو رُوحانی بیماریوں سے بچائے اور شفا کامل و عاجل عطا فرمائے۔ شفا کامل ہونے کے بعد دُنیا سے اُٹھائے۔ جسمانی بیماریوں کا احساس بچّے بُوڑھے مرد عورت سب کو ہوتا ہے۔ لیکن روحانی بیماریوں کا احساس نہیں ہوتا اور وہ ہوتی ہیں مہلک اگر ان مہلک بیماریوں سے شفایاب ہوکر نہ گیا تو قبر دوزخ کا گڑھا بنے گی اور پھر قبر میں بھی تڑپے گا۔ اور اس وقت کچھ نہ بنے گا۔ اگر ان امراض سے شفایاب ہو کر جائے تو قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ قرآن مجید کی برکت اور کثرتِ ورد سے اِنسان کا اندر صاف ہوتا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ذکر بکثرت کیا جائے اور ہادی کامل ہو تو شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ مریض شفا تب پاتا ہے جب علاج بھی کرے۔ اور پرہیز بھی کرے۔ علاج سے جتنی شفا ہوگی بد پرہیزی سے اتنی تکلیف بڑھ جائے گی۔ اللہ تعالےٰ کے پاک نام کی برکت سے رُوحانی امراض سے بھی شفا ہو جاتی ہے۔

علاج اور پرہیز بتانا میرا فرض ہے علاج ذکرِ الٰہی کی کثرت ہے۔ پرہیز یہ ہے کہ حرام نہ کھائے۔ فریب اور دھوکہ سے کسی کا مال نہ کھا جائے۔ جو ہمارا حق نہیں ہے۔ جیسے رشوت یا کئی دوسرے طریقوں سے سادہ مزاج آدمی کو لُوٹ کر کھا جاتے ہیں۔ پرہیز یہ ہے کہ ضمیر ملامت کرتا ہے کہ یہ میرا حق نہیں ہے۔ ہر سرکاری ملازم جانتا ہے کہ گورنمنٹ نے میرے چھ گھنٹے کی قیمت بصورت مشاہرہ دے کر اپنی رعایا کی خدمت کے لئے مجھے مامور کیا ہے۔ رشوت لیتے وقت وہ جانتا ہے کہ میں ناحق لے رہا ہوں۔ وہ جانتا ہے کہ یہ حرام ہے۔

دوکاندار جانتا ہے کہ دھوکہ دے رہا ہوں۔ پانی ملا دودھ دے رہا ہوں۔ یہ بد دیانتی ہے۔ اگر مریض کو پتہ ہو کہ یہ چیز میرے لئے مضر ہے اور وہ بغیر اجازت طبیب کوئی چیز کھا لے تو طبیب کا قصور نہیں ہوتا۔ قصور اُس کا اپنا ہے کہ پرہیز نہیں کرتا۔ رُوحانی امراض میں سے ایک بیماری کبر ہے۔ یعنی اپنے آپ کو معزز اور دوسروں کو حقیر سمجھنا۔ دوسری حسد ہے۔ حسد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کسی کو کوئی نعمت دے رکھی ہے۔ یہ کہے کہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ تیسری عُجب یعنی کام تو اللہ کے فضل سے سر انجام پائے اور یہ اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے۔ چوتھی سب سے مہلک بیماری ریا ہے۔ یعنی کام نام و نمود اور دکھلاوے کے لئے ہو۔ حالانکہ ہر کام محض اللہ تعالےٰ کی رضا ہی کے لئے ہونا چاہیئے تھا۔

انسان جان بوجھ کر بد پرہیزی کرتا ہے۔ اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (سورہ الجاثیہ رکوع ۲ پارہ ۲۵)

ترجمہ۔ بھلا آپ نے اس کو بھی دیکھا جو اپنی خواہش کا بندہ بن گیا۔

خدا وہ ہے عزّ اسمہٗ و جل مجدہٗ، اے اللہ جس کام سے تو راضی مَیں راضی اور جس سے تو ناراض مَیں بھی بیزار۔ اگر یہ درجہ نفس کو دے تو نفس خدا بیوی کو دے تو بیوی خُدا۔

وُہ خُدا جو زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے۔ ماں کے پیٹ میں اپنی قدرت کاملہ سے انسان کا وجود بنانے والا ہے۔ کانوں میں شنوائی۔ آنکھوں میں بینائی زبان میں قوّتِ گویائی پیدا کرنے والا ہے۔ اگر اُس کے سامنے ہتھیار ڈال دے تو خدا پرست ورنہ مشرک۔ جو مریض علاج بھی کرے اور بد پرہیزی بھی کرے تو اس مریض کو شفا نہیں ہوتی۔ اللہ کا پاک نام رُوحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پاک نام کی برکتوں سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اللہ تعالےٰ نے ہر ایک کے دل میں نیکی اور بدی کا القا کر دیا ہے۔

ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا۔ سورہ الشمس پ ۳۰ ع

پھر اُس کو اُس کی بدی اور نیکی سمجھائی۔ اندر سے ضمیر خود رہنمائی کرتا ہے کہ یہ غلط ہے اور یہ صحیح ہے۔ وَاعِظُ اللّٰهِ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ۔ واعظ الٰہی (ضمیر) جو تلقین کرتا جائے اس کو مانتے جائیے ناجائز مال سے پرہیز کرتے ہوئے ہادی کی اطاعت کی جائے۔ تو ایک درجہ ایسا آتا ہے کہ خود بخود احساس ہوتا ہے۔ فطرت رہنمائی کرتی ہے کہ تو بُرا کام کر رہا ہے۔ جو اللہ کے دروازہ پر اخلاص سے لینے کے لئے آئے تو اللہ دیتا ہے۔ اور جو لینے کے لئے نہ آئے اللہ دینے نہیں جاتا اگر سچ بولیں تو خواہش نفسانی کی سب لذّتوں کو دبانا پڑتا ہے۔ سچ کے مقابلہ میں سارے جہان کی بادشاہی کھوٹا سودا ہے۔ یہ لذّت عارضی ہے۔ اور وہ دائمی ہے۔ اللہ کے نام کی بڑی برکتیں ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ صحبت میں آنے ہی سے ان برکتوں کا احساس ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے پاک نام کے وہ عجائبات ہیں کہ ایک ایک کو موتی کے نام سے تعبیر کرتا ہوں۔ اللہ کے نام میں برکت ہی برکت ہے۔ اللہ تعالےٰ سے دُعا کیجئے کہ مجھے استقامت عطا فرمائے۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ جو اللہ کا کا ہو جائے، اللہ اُس کا ہو جاتا ہے۔

مجلس ذکر منعقدہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۲ جون ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

خاموش مُبلّغ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اَمَّا بَعۡدُ۔

عرض یہ ہے کہ اپنی اور آپ کی اصلاحِ حال کے لئے یہ اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ مَیں کہا کرتا ہوں۔ کہنے اور کرنے میں بڑا فرق ہے۔ ع

گفتن و کردن فرقے دارد

زبانی اصلاح کا ہر ایک قائل ہوتا ہے۔ لیکن اس کا عمل میں لانا اور چیز ہے۔ آج عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

سبق لینا اور چیز ہے اور اُس کا پکانا اور چیز ہے

آپ سب جانتے ہیں کہ طالب علم اُستاد سے سبق لیتا ہے پھر اُس کو پکاتا ہے۔ اُستاد نے تین چار مرتبہ کہا ... تقریر کی تصحیح کرا دی) اور یاد تب ہوگا کہ جب پچاس ساٹھ مرتبہ دہرائے گا۔ جب تک پچاس ساٹھ مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ نہ کہے گا وہ ذہن نشین نہ ہوگا۔ اسی طرح باطن کے اسباق بھی پڑھنا اور چیز ہے اور پکانا اور چیز ہے۔ آج پکانے کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں اُستاد بتلا دیتا ہے کہ یہ شَدّ ہے یہ جزم ہے یہ ضمہ ہے۔ یہ زبر ہے یہ زیر ہے وغیرہ لیکن اُستاد کے صرف اتنا بتا دینے سے وہ سبق پختہ نہیں ہو جاتا۔ آدمی پڑھ تو لیتا ہے منٹوں میں اور پکتا ہے گھنٹوں میں۔ بعینہٖ اسی طرح اصلاحِ حال کے لئے جو امراض ہیں اُن کے نام اور اُن کے باطنی اثرات تو منٹوں میں عرض کئے جاسکتے ہیں۔ اور اس سبق کے پکانے میں جو موانع پیش آتے ہیں وہ تو میں بتلا دیا کرتا ہوں۔ مثلاً یہ حسد ہے یہ کبر ہے عجب ہے ریا ہے۔ میرے عرض کرنے سے آپ کی سمجھ میں تو یہ چیزیں آجاتی ہیں۔ سبق مَیں نے کھلوا دیا۔ لیکن اس مجلس میں سمجھا دینے سے کیا واقعی آپ سے ریا نکل گیا ہے۔ واقعی حسد نکل گیا ہے۔ پکانے کا طریقہ یہ ہے کہ تخلیہ میں بیٹھ کر سوچا کیجئے۔ کہ فلاں کے پاس نعمت ہے۔ کیا میرے خیال میں اس کے خلاف حسد ہے۔ کیا مَیں اس میں مبتلا تو نہیں ہوں۔ حسد یہ ہے کہ کسی کو کوئی نعمت اللہ تعالےٰ عطا فرمائے اور یہ خیال کرے کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ اور پھر سوچا کیجئے۔ کیا کبر کی بیماری تو مجھ میں نہیں ہے۔ کبر یہ ہے کہ انسان دوسروں کو گھٹیا اور رذیل سمجھے اور اپنے آپ کو بڑا اور معزز شمار کرے۔ اور پھر جب دیکھے کہ مجھ میں فلاں فلاں بیماری ہے تو پھر اس کی اصلاح کی خود بخود کوشش کرے۔ اس کا طریقہ اپنے شیخ سے معلوم کرے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اس طریقہ سے ضرور فائدہ ہوگا۔ اس کا طریقہ صرف یہی ہے کہ تخلیہ میں بیٹھ کر سوچے کہ یہ سبق حال بھی ہوگیا ہے یا نہیں۔ گھر میں علیحدہ کمرہ ہو یا دیہات میں عموماً مسجد خالی ہوتی ہے۔ اُس وقت تخلیہ میں بیٹھکر سوچا کیجئے۔ جب اللہ تعالےٰ سمجھ دے تو رضاء بقضاء الٰہی کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ قال سے حال محض سُننے سے یا سبق لینے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ شب و روز جد و جہد بھی کرنی پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا تنگی کے بعد آسانی ہوتی ہے۔ جب آدمی اس کے لئے خوب محنت کرے گا اور تکالیف برداشت کرے گا۔ تو یہ چیز ویسے حاصل نہیں ہوتی۔ کچھ مشقت اور کام کی ضرورت ہے۔

بیٹھ کر کبر کے معنی سوچا کیجئے۔ مَیں قاری ہوں اور قرآن کا فاضل ہوں دوسروں کو صحیح پڑھنا بھی نہیں آتا گویا دوسروں کو غیر مکمل اور ناقص سمجھا۔ اپنے آپ کو مکمل سمجھا۔ یہ کبر ہے۔

عجب یہ ہے کہ کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے سر انجام ہو اور فضل خداوندی کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے یہ عجب ہے جیسے ایک مقدمہ میں ایک حاکم نے آپ کا کیس ہمدردی سے سُنا۔ اور صحیح فیصلہ دیا تو جج کا شریف الطبع ہونا واقعہ کا سُننا یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کا دل نرم کیا اُس کو سمجھ عطا کی اور آپ سے صحیح واقعات سُننے پر آمادہ کیا یہ سب اللہ کا فضل ہے۔ اور فضل خداوندی کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھنا ایک بیماری ہے۔ جسے عُجب کہا جاتا ہے۔ تو ہاں تخلیہ میں بیٹھ کر یہ سوچا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھ میں اپنے فضل سے جو کمال رکھا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نخوت اور کبر کی وجہ سے مردود قرار دے اور مجھ کو باکمال ہونے کے باوجود اللہ اس جاہل کو اچھا بنا دے۔ مجھے پیچھے ہٹا دے اور اس جاہل کو قبول فرما لے۔ ممکن ہے، مجھ سے یہ اچھا ہو۔

ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانیؒ اپنی کتاب مکتوبات جو نہایت خوشخط چھپی ہوئی ہے میں لکھا ہے۔ مجدّد الف ثانیؒ کہہ رہے ہیں اے اللہ جس کو تو کافر کہتا ہے یہ مجھ سے اچھّا ہے۔ ہر کافر فرنگ ملحد اور زندیق کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہیں۔

ملحد وہ ہے جو راہ سے بھٹک چکا ہے۔ زندیق وہ ہے جو بظاہر مسلمان اور اندر سے پکّا بے ایمان ہے۔ مجدّدؒ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ مجھ سے اچھّا ہے۔

آپ ظاہر کے فاضل اجل اور باطن کے کامل اکمل ہیں۔ بایں ہمہ اپنی ہستی کچھ نہیں سمجھتے۔ جنگل میں کہیں جاکر تخلیہ میں یہ سوچا کیجئے! اس کو عربی میں مراقبہ کہتے ہیں

امراض رُوحانی کے علاج سے متنبّہ کر چکا ہوں۔ امراض رُوحانی کی اطلاع پانے کے لئے شفایابی کے لئے سوچنا چاہیئے اور پکانا چاہیئے۔ جیسے حضرت مجدد صاحبؒ

اپنے آپ کو زندیق سے بھی گھٹیا سمجھتے ہیں۔ کبر کا نکلنا بہت مشکل ہے۔ عالم بھی ہو مقرر بھی ہو خطیب بھی ہو۔ اور پھر یہ سمجھے کہ اُس جاہل دیہاتی سے گھٹیا ہوں۔ اور اگر یہ خیال آیا کہ مَیں فاضل ہوں اور یہ جاہل ہے۔ تو گویا مَیں آئی اور نیکیاں ختم ہوئیں تخلیہ میں بیٹھ کر سوچا کریں کہ عُجب کی بیماری سے شفا پاگیا ہوں یا ابھی ہے۔ حسد کی بیماری سے شفا پا گیا ہوں یا ابھی ہے۔

یا اللہ تیرا شکر ہے۔ شاید مجھے دولت دیتا تو مَیں بے ایمان ہو جاتا۔ دولت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ نہیں دی ہوگی قیامت کے دن وہ گنجا سانپ بن جائیگا۔ ڈسے گا اور کہے گا۔ اَنَا کَنزُكَ اَنَا مَالُكَ

خُدا نے آسودہ حالی دی تو دُنیا داروں کے رنگ میں آکر بے دین ہو گیا۔

دولت میں مست ہر بُرائی اور ناجائز کام میں مست۔ حلال حرام کی تمیز نہیں ہے۔ دولت نے ایسا ڈسا کہ اندھا ہوگیا۔ اگر پیسے نہ ہوتے تو بہت سے گناہوں سے بچ سکتا تھا۔ کئی آدمی آپ دیکھیں گے پہلے غریب تھے دولت ملی غرور آگیا۔ اندھے ہوگئے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس دُنیا میں رہتے ہُوئے ان بیماریوں سے شفا نصیب فرمائے آمین یا الٰہ العالمین۔

اللہ تعالےٰ کا ہر حال میں شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اَلحَمدُ عَلٰی کُلِّ حَالٍ وَاَعُوذُ بِاللہِ مِنْ حَالِ اَھلِ النَّارِ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدقہ کی قدردانی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے پاک کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے اور اللہ صرف پاک کمائی کو قبول کرتا ہے۔ پھر اس کو خیرات کرنے والے کے لیے پالتا رہتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی شخص اپنے بچھڑے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ خیرات پہاڑ کے برابر ہو جاتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۴۱۰)

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۷ر ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۶ر جون ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ——— خاموش مُبلّغ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْد! میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ انسان کے اندر دو قسم کی بیماریاں ہیں ۱۔ جسمانی ۲۔ رُوحانی۔ جسمانی بیماریوں کا احساس تو ہر ادنیٰ و اعلٰے، بوڑھے اور بچے امیر غریب اور شاہ و گدا کو ہوتا ہے۔ لیکن رُوحانی بیماریوں کا احساس نہیں ہوتا۔ جب تک کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا بندہ احساس نہ کرائے۔ قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں روحانی، بیماریوں کا ذکر تو آتا ہے۔ لیکن ان کا احساس عام طور پر علماء کرام تک کو بھی نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روحانی طبیب نمبر اوّل تھے۔ آپ کے بعد صحابہ کرام پھر تابعین اور ان کے بعد تبع تابعین۔ حتیٰ کہ آج تک روحانی امراض کے معالج پیدا ہوتے رہے ہیں۔ آج بھی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک رہیں گے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتے ہیں کہ وہ کون ہیں۔ اس قسم کے حضرات پہلے روحانی بیماریوں کا احساس کراتے ہیں۔ اور اس کے بعد شفا کا طریقہ بتلاتے ہیں۔ اور پھر اپنی صحبت میں بٹھا کر روحانی امراض سے شفا دلاتے ہیں۔

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ہادی سے اخذ فیض کے لئے عقیدت، ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ جسمانی امراض، میں ڈاکٹر یا طبیب سے عقیدت اور ادب کی ضرورت نہیں۔ اگر مرض کی تشخیص ٹھیک ہے اور نسخہ بھی ٹھیک تجویز کیا ہے تو نسخہ اس کی ہدایات کے ماتحت استعمال کرنے سے انشاء اللہ شفا ہو جائیگی لیکن روحانی امراض سے شفا پانے کے لئے طبیب روحانی سے عقیدت، ادب اور اطاعت کی ضرورت ہے۔ کامل خواہ زبانی کم سمجھائے لیکن ان کی صحبت میں عقیدت ادب اور اطاعت سے مدت مدید رہنے کے بعد رنگ چڑھ جاتا ہے۔

ایک عجیب واقعہ عرض کرتا ہوں۔ میرے دو مربّی ہیں۔ شجرہ میں ایک دائیں طرف اور دوسرے بائیں طرف۔ میرے دادا پیر رحمۃ اللہ علیہ ایک ہیں۔ کچھ اسباب ایسے تھے جن کی وجہ سے میرے کاسۂ گدائی میں دونوں دروازوں سے کچھ نہ کچھ ڈالا جاتا تھا۔ دائیں طرف والے اللہ تعالےٰ کے جمالِ اتم کے مظہر تھے۔ اور بائیں طرف والے جلالِ اتم کے مظہر تھے۔ بائیں طرف والے حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام حاجی اللہ ورایا تھا۔ وہ جاہل مطلق تھا۔ قرآن مجید ناظرہ بھی پڑھا ہوا نہ تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ مہمانوں کو لنگر سے کھانا لا کر دینا اور جب وہ کھا چکیں تو خالی برتن لنگر میں پہنچا دینا۔ لنگر کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کنواں تھا۔ جس کے ساتھ زمین بھی تھی۔ اس زمین میں مہمانوں کے لئے سبزی وغیرہ اور ان کے گھوڑوں کے لئے گھاس وغیرہ کاشت ہوتی تھی۔ اور اس زمین کے کناروں پر حضرتؒ نے کھجور کے پودے لگوائے ہوئے تھے۔ تاکہ جو مہمان خدا یاد کرنے کے لئے آئیں ان کی کھجوریں مہمانوں کی تواضع میں صرف کی جائیں۔ مجھے یاد ہے کہ عصر کے وقت ایک شخص نے حضرتؒ سے شکایت کی کہ حضرت دارالحفاظ کے لڑکے کھجور کے درختوں پر چڑھ کر کچی کھجوریں توڑ کر کھاتے ہیں۔ حضرتؒ چونکہ جلالی مزاج تھے اس لئے آپ کو بہت غصہ آیا اور حاجی اللہ ورایا سے فرمایا کہ ان بدمعاشوں کو پکڑ لاؤ۔ میں ان کو سزا دوں گا۔ حاجی اللہ ورایا نے فوراً یہ جواب دیا کہ حضرت سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔ اگرچہ وہ جاہل مطلق تھا لیکن حضرت کی صحبت میں اس پر رنگ چڑھا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے حضرتؒ کی طبیعت کا رخ بدل دیا۔ اس کے اس جواب پر حضرت خاموش ہو گئے۔ اللہ والوں کی جو بھی خدمت کرتا ہے۔ وہ ضرور اس کی جزائے خیر دیتے ہیں۔ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کسی کا احسان برداشت نہیں کر سکتے۔

اللہ والوں کو احساس ہوتا ہے کہ، کون اخلاص سے ان کی خدمت کر رہا

ہے۔ حاجی اللہ دوایا لنگر کا کام دن رات اخلاص سے کرتا تھا۔ پیسہ ایک نہ لیتا تھا۔ حضرت امروٹیؒ کی توجہ سے اس کی انانیت فنا ہو چکی تھی۔ جب انانیت فنا ہو جاتی ہے تو للّٰہیت آجاتی ہے حضرتؒ کی تربیت کا اثر تھا کہ فوراً اس نے یہ جواب دیا کہ حضرت سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

صدقے ہیں ترے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی مری مٹا دے خاک بے جان کر دے

گفتن و کردن فرقے دارد۔

کسی بے عمل استاد سے ساری "اخلاق جلالی" پڑھ جانے سے کھوٹے دھیلے جتنا بھی اثر نہ ہوگا۔ اور کسی اللہ والے کے پاس ایک گھڑی بیٹھنے سے بھی کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوگا۔ اسی لئے تو کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا

امراض روحانی سے شفا یاب ہو کر جائیں گے تو اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے قبر کو بہشت کے باغوں میں سے باغ بنا دیگا۔ ورنہ قبر دوزخ کا گڑھا بن جائے گی۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس دنیا سے امراض روحانی سے شفایاب ہو کر جانے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

وقت ختم ہو چکا ہے اور میں تمہید ہی میں رہ گیا ہوں۔ میرا آج کا عنوان تھا "انسان کامل کون ہے"۔ جسمانی لحاظ سے انسان کامل وہ ہے جس کی بینائی، شنوائی سلامت ہو۔ نہ سر سے گنجا ہو نہ ہاتھ سے لنجا ہو نہ پاؤں سے لنگڑا ہو۔ غرضیکہ اس کے سب اعضا سلامت ہوں۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ کے ہاں کامل انسان وہ ہے جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو نبھائے۔

خدا کی قسم کامل انسان دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔ کسی کا بیوی بچوں سے سلوک ٹھیک ہے تو والدین سے خراب ہے بیوی کے لئے عید کے موقع پر نیا جوڑا بھی آرہا ہے اور نفتی سینڈل بھی آ رہے ہیں اور ماں بیچاری کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں اور جوتی ٹوٹی ہوئی ہے۔ کامل انسان وہ ہے جسکے لئے ماں باپ، بھائی بہن اور باقی رشتہ دار سب کے دل سے دعا نکلے

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو کامل انسان بنا کر دنیا سے اٹھائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

کامل انسان امراض روحانی سے شفا پانے کے بعد بنتا ہے۔ کامل انسان وہ ہے جو سب کے حقوق ادا کرے اور اپنی اپنی جگہ سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرے۔ کامل انسان وہ نہیں ہے کہ بیوی پر تو مفتون ہے اور ماں بے چاری کی خبر نہیں لیتا۔ غرضیکہ کامل انسان وہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی رضا میں فنا ہو۔ اور اللہ تعالےٰ جس طرح اس کے اوقات کو تقسیم کرے اس کے مطابق زندگی کے لمحات کو بسر کرے۔

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا ہولناک انجام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی آدمی اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کے مال کو قیامت کے دن آگ کے سانپ کی صورت میں بنا دیا جائے گا، پھر اس سے اس کی پیشانی کو داغا جائے گا۔ اور یہ اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے یہاں تک کہ لوگوں کا حساب مکمل ہو جائے گا۔ (سنن نسائی:۱۱۵۵۷)

مجلسِ ذکر :- منعقدہ جمعرات ۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۳ر جولائی ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ :- مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں - کہ یہ اجتماع اُن اللہ کے بندوں کے لئے ہوتا ہے۔ جن کو شوق ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کو رُوحانی بیماریوں سے شفایاب فرما کر دُنیا سے اُٹھائے۔ اگر خدانخواستہ امراضِ رُوحانی سے شفا نہ ہُوئی تو مرنے کے بعد قبر دوزخ کا گڑھا بن جائے گی۔ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراضِ رُوحانی سے شفایاب ہو کر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب القول الجمیل میں فرماتے ہیں کہ وہ شخص خلق اللہ کی اصلاح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس نے مدت ہائے مدیدہ تک اپنے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر اپنی اصلاحِ حال کرائی ہو میں تو بہت گنہگار ہوں۔ اللہ تعالےٰ میرے دونوں مربیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین اُن کے حکم کی تعمیل میں مَیں کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اصلاحِ حال کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مَیں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں اس کو اگر آپ گوشِ ہوش سے سُنیں گے اور لوحِ دل پر لکھ کر لے جائیں گے تو مجھے اللہ تعالےٰ کے فضل سے امید ہے کہ آپ اپنے بیوی بچّوں کی اصلاح کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

آج نئی چیز عرض کرنا چاہتا ہوں اور یہی آج کا عنوان ہے

اس دُنیا میں رہتے ہوئے انسان کی رُوحانیت پر بے ساختہ مخالف خارجی اثرات پڑتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ

(اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے) رہبانیت کے معنی ہیں کہ دُنیا و ما فیہا سے قطع تعلق کر کے کسی علیحدہ جگہ پر جا بیٹھنا۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ کوئی درجۂ کمال نہیں کہ انسان سب کچھ چھوڑ کر علیحدہ جگہ پر جا بیٹھے۔ کمال تو یہ ہے کہ سب میں رہے اور پھر تعلق باللہ میں خلل بھی نہ آنے پائے۔

اس دُنیا میں رہ کر انسان کی رُوحانیت پر زد پڑتی رہے گی۔ ہر وقت گھر میں بیٹھے رہنا مشکل ہے۔ باہر نکلنے سے روحانیت پر زد پڑے گی۔ جس طرح ایک نازک مزاج انسان بازار یا گلی کوچے سے گزرے گا تو کہیں بھنگن نے کوڑا کرکٹ پھینکا ہُوا ہوگا۔ کہیں گوبر پڑا ہوگا۔ تو خواہ مخواہ طبیعت میں تکدر پیدا ہوگا۔

حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اولیاء کرام میں سے ہیں اُن کا مزار دہلی میں ہے۔ اور وہ انتہائی نازک مزاج تھے۔ شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کے خلیفہ ہیں۔ وہ مرزا صاحب رحؒ کے خادم خاص تھے۔ اور اُن کے مزاج شناس بھی تھے۔ ایک دفعہ بیٹھک کی صفائی کرنے کے بعد ذرا سا تنکا کہیں پڑا رہ گیا۔ مرزا صاحب برداشت نہ کر سکے۔ اور سر پکڑ کر فرمایا - ارے غلام علی تو نے تو مجھے مار ہی ڈالا۔

انسان کتنا ہی تربیت یافتہ ہو اس جہان میں رہتے ہوئے اس کی طبیعت پر عکس پڑتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم صغیرہ و کبیرہ سب گناہوں سے پاک تھے۔ لیکن اس جہان میں رہنے کے باعث آپ پر بھی خارجی اثرات کا اثر پڑتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ فِی الْيَوْمِ اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (رواہ البخاری)

(ترجمہ) ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ خدا کی قسم ہے میں استغفار کرتا ہوں اللہ سے اور توبہ کرتا ہوں خدا کی طرف دن میں ستّر بار سے زیادہ۔

آپ کا دوسرا ارشاد ہے :-

عَنِ الْاَغَرِّ الْمُزَنِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهُ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِیْ وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةٍ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) اغر مزنی کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہ پردہ ڈالا جاتا ہے میرے دل پر اور مَیں استغفار کرتا ہوں دن میں سو بار

ان دونوں احادیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ستّر مرتبہ یا سو مرتبہ استغفار فرمایا کرتے تھے اور یہ اس لئے کہ اُمّت پر جو آئندہ حالات پیش آنے والے ہیں اُن کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں بھی تاثّر پیدا ہوتا تھا۔ اور استغفار اُن حضرات کے لئے پڑھتے تھے اور یہ اسلئے کہ جن پر ان حالات کا ورود ہونے والا تھا۔

انسان کتنا بھی پاکباز ہو لیکن پھر بھی ماحول سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً گھر سے باہر آئے تو دو لڑکے آپس میں لڑ رہے تھے اور ایک دوسرے کو گالیاں بک رہے تھے۔ ان کو دیکھ کر طبیعت میں تکدر پیدا ہوگا۔ یا گھر میں داخل ہوئے اور بیوی اکھڑ مزاج تھی جو کسی وجہ سے بگڑی ہُوئی تھی۔ اُس نے دو چار سُنا دیں تو طبیعت میں پریشانی پیدا ہوگئی۔

مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اللہ تعالےٰ نے بہت تیز مزاج بیوی عطا کی ہوئی تھی جو اپنے آپ کو مرزا صاحب کا ہم پلّہ سمجھتی تھی۔ اُنہوں نے اپنے خدام کو حکم دے رکھا تھا کہ جب وہ دروازے پر کسی کام کے لئے جائیں تو بیوی صاحبہ جو اُلٹ پلٹ فرمائیں وہ سُن کر خاموش ہو کر چلے آئیں۔ وہ اللہ کی بندی مرزا صاحب رحؒ کو دو چار صلواتیں سُنا دیتیں۔ خُدّام کو حکم تھا کہ جواب میں کوئی بات مُنہ سے نہ نکالیں۔ ایک دفعہ مرزا صاحب رحؒ نے ایک پٹھان کو کسی کام کے لئے دروازہ پر بھیجا۔ اور بیوی صاحبہ نے حسب معمول مرزا صاحب رحؒ کو بُرا بھلا کہا۔ تو وہ پٹھان اپنے مرشد کی بے عزّتی کو برداشت نہ کر سکا اور سخت کلامی سے

جواب دیا۔ اس پر مرزا صاحبؒ نے اُسے فرمایا کہ میں روزانہ اس کی گالیاں سُنتا ہوں۔ اور خاموش رہتا ہوں تم ایک دن بھی برداشت نہ کر سکے۔

انسان رُوحانی امراض سے خواہ کتنا ہی شفایافتہ ہو افتاں و خیزاں افتاں و خیزاں چلنا پڑتا ہے۔ اسّی فیصدی انسان کی طبیعت پر اثر پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً گناہ کیا مشتبہ یا حرام مال کھایا۔ اگر باطن کا اندھا ہو تو اُس کو احساس نہیں ہوگا۔ لیکن اگر اللہ اللہ کرنے کی برکت سے طبیعت میں کچھ جلا پیدا شدہ ہے۔ تو مشتبہ یا حرام مال کھانے کے بعد فوراً طبیعت میں احساس پیدا ہوگا۔ ایک درجہ کمال کا ایسا بھی آتا ہے کہ انسان حلال اور حرام میں ایک منٹ سے پہلے تمیز کرسکتا ہے۔ ان چیزوں کا تعلق باطن سے ہے۔ جیسے طبیب نبض پر ہاتھ رکھ کر یا ڈاکٹر تھرما میٹر کے ذریعہ بخار کا درجہ حرارت معلوم کرسکتا ہے۔ اسی طرح طبیبِ روحانی امراضِ روحانی کا پتہ لگا سکتا ہے۔ تین تاریں کامل کے قلب سے جُڑ جائیں۔ تو طالب کی طبیعت پر کامل کا عکس پڑتا ہے۔ اور وُہ تین تاریں یہ ہیں۔

۱۔ عقیدہ۔ ۲۔ ادب۔ ۳۔ اطاعت۔

مَیں اکثر کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک میں سے وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے نہیں ہوتے نہیں ہوتے۔ ان میں سے ایک موتی ہے حلال اور حرام میں تمیز۔

کیا بادشاہ سلامت کو حلال اور حرام کی تمیز ہوتی ہے؟ کسی اللہ والے سے باطن کی اصلاح کرائی ہو تو کھانے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ کوئی نہ کوئی مشتبہ یا حرام چیز کھائی ہے جس کے باعث نورِ باطن سلب ہوگیا۔ حرام حلال کی تمیز نہ ہو تو حرام بھی کھا جائے گا۔ اور اگر تمیز ہوگی تو کروڑوں روپیہ رشوت پیش کی جائے گی تو بھی نہ لے گا۔

اللہ تعالےٰ کا فضل شاملِ حال ہو اور طالب محنت شاقہ کرے اور شیخ کی توجہ میسّر آجائے تو اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے حلال و حرام کی تمیز پیدا ہو جائیگی۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراضِ رُوحانی سے شفایاب فرمائے۔

آمین یا الٰہ العالمین

رشتہ داروں کو صدقات دینے کا اجر

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسکین پر صدقہ (کا ثواب صرف) ایک ہی صدقہ ہے۔ اور رشتہ دار پر صدقہ دو نیکیاں ہیں: صدقہ اور صلہ رحمی۔ (ابن ماجہ: ۱۸۴۴)

صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ دینے سے مال میں کمی نہیں ہوتی اور جو بندہ معاف کرتا رہتا ہے اس کی عزت زیادہ ہوتی ہے اور جو تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا رتبہ اور بلند کردیتا ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۵۸۸)

مال کی زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا انجام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن وہ مال ایک گنجے سانپ کی صورت میں آئے گا جس کی دو آنکھوں پر سیاہ داغ ہوں گے۔ وہ اس کے جبڑوں سے اسے اس کو پکڑ لے گا پھر اس سے کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ (شعب الایمان: ۳۰۲۹)

مجلس ذکر: منعقدہ جمعرات ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۰ جولائی ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد حافظ حمید اللہ صاحب نے مندرجہ ذیل تقریر پڑھ کر سنائی۔ کیونکہ آج ہی حضرت اقدس مدظلہ العالی پانچ روز کے لئے سندھ کے دورہ پر تشریف لے گئے ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

رُوحانیت کی تربیت بھی قانونِ قدرت کے مُطابق ہی ہُوا کرتی ہے

قانونِ قدرت یہ ہے کہ مربی کی محنت کا اثر تب ظاہر ہوتا ہے کہ تربیت کی جانے والی چیز میں مربی کی محنت اور کوشش کے ظاہر ہونے کی صلاحیت پائی جائے۔

مثلاً

ایک بڑا ہی محنتی کاشتکار اس زمین میں ہل جوتے۔ اور کئی بار ہل جوت کر اسے خوب نرم کردے۔ لیکن اگر وہ زمین ایسی ہو کہ اس میں شور بہت بڑی مقدار میں پیدا ہوچکا ہے گویا زمین کا ایک ایک ذرہ شور ہی ہو گیا ہے۔ اب اگر اس زمین شور میں کاشتکار بیج بوئیگا تو یقیناً اس بیج کے اُگنے سے پہلے ہی شور اسے کھا جائیگا اور دانے مٹی میں مٹی ہو جائیں گے۔ کاشتکار کی محنت برباد ہوگی۔ اور نتیجہ صفر نکلے گا۔ اور

بعض زمینیں ایسی طاقتور

بھی ہوتی ہیں کہ کاشتکار فقط ایک مرتبہ ہل چلا کر بیج ڈال آتا ہے۔ زمین خود ایسی طاقتور ہوتی ہے۔ کہ موسم کے باعث ایک در مرتبہ بارش بھی ہو گئی۔ خدا تعالیٰ کی قدرت یا تو کاشتکار اس دن سرزمین پر گیا تھا۔ جس دن دانے بو کر آیا تھا۔ اور یا کاشت کے پک جلنے پر کاٹنے جاتا ہے۔ کاٹ کر فقط بھوسے سے دانوں کو الگ کرنے کی محنت کاشتکار کو کرنی پڑتی ہے۔ اور بس

اور بعض زمینیں متوسط

طاقت کی ہوتی ہیں۔ ان میں کاشتکار دو تین مرتبہ ہل چلاتا ہے تاکہ زمین نرم ہو جائے اور دانے بونے کے بعد تین چار مرتبہ اس کاشت کو پانی بھی دیتا ہے۔ تب کہیں محنت شاقہ کے بعد کاشت کے پکنے اور بار آور ہونے کی توقع ہوتی ہے۔

اور بعض زمینیں

ایسی کمزور بھی ہوتی ہیں کہ باوجود اس کے کہ تین مرتبہ کھیت کو پانی بھی پلایا مگر پھر بھی زمین کی کمزوری کے باعث دانہ باریک اور اندر گودا بمقابلہ طاقتور زمین کے تھوڑا پایا جاتا ہے۔ حالانکہ اس تفاوت میں کاشتکار کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ زمین کی طبعی کمزوری کا اثر ہوتا ہے۔

علیٰ ہٰذالقیاس

شیخ خواہ کتنا ہی کامل کیوں نہ ہو۔ مگر اس کی محنت اور توجہ قلبی کے نتائج کے ظاہر ہونے میں باطن کی تربیت کرنے والے طالبِ حق کی استعداد کو بھی بہت بڑا دخل ہے۔ اس لئے وہی نصابِ تعلیم رُوحانی جو ایک طالب ایک سال میں پُورا کرلیتا ہے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ اسی نصاب کو دس سال میں بھی پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتے۔

اگر کامل کی صحبت میں

طالب کی اصلاح مکمل طور پر ہو جائے۔ تو پھر اللہ تعالےٰ کے فضل سے طالب بہت سی رُوحانیت کو نقصان پہنچانے والی چیزوں سے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔ جو غیر تربیت یافتہ ہرگز نہیں بچا سکتا۔ مثلاً بعض چیزیں صورت میں حلال ہوتی ہیں۔ اور اصل میں حرام ہوتی ہیں۔ مثلاً ہم نے بازار سے بکری کا گوشت خریدا۔ بکری اگرچہ حلال ہوتی ہے۔ لیکن اگر وہ بکری جس کا گوشت ہم نے خرید کر کھایا ہے وہ بکری چوری کرکے لائی گئی تھی۔ اب چوری کی ہونے کے باعث اس کا گوشت حرام ہو گیا ہے۔ علیٰ ہٰذالقیاس موجودہ زمانہ میں بد دیانتی عام ہو جانے کے باعث خورد و نوش کی بہت سی چیزیں مشتبہ یا حرام ہوتی ہیں۔ آپ بہت سے نیک آدمیوں کو یہ شکایت کرتے ہُوئے پائینگے کہ نماز تو پڑھتے ہیں۔ مگر نماز میں بیشمار خیالات آجانے کے باعث لطف نہیں آتا۔ اس بے لطفی کا اصل باعث وہی ہے۔ جو عرض کر چکا ہوں۔ اور اس مرض کا علاج بھی وہی ہے۔ جو پیش کر چکا ہوں۔

اگر شیخ واقع میں کامل

ہو اور طالب صادق ہو۔ یعنی اپنے شیخ کے متعلق اس کو تین نعمتیں نصیب ہو جائیں۔ عقیدۃ۔ ادب اور اطاعت تو پھر اللہ تعالےٰ کے پاک نام کے ذکر کی برکت سے زیادہ سے زیادہ تقریباً دو ماہ کے عرصہ کے اندر طالب کو محسوس ہونے لگ جاتا ہے۔ کہ شیخ کے حضور میں خاموشی سے بیٹھنے کے باوجود اس کی طرف سے کوئی چیز آرہی ہے جو میرے دل کے اطمینان اور سرور کا باعث بن رہی ہے۔

آخری دُعا

اللھم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ذِکر کے فوائد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اَمَّا بَعۡدُ۔ اس اجتماع کا ایک مقصد یہ ہے کہ ہم اکٹھے بیٹھ کر اللہ کا ذکر کریں اکٹھے مل کر ذکر کرنے کے فوائد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں بیان فرمائے ہیں۔ جس کا حاصل مطلب یہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے فرشتوں کی ایک جماعت ہے۔ جو راستوں میں اُن لوگوں کی تلاش کرتی رہتی ہے۔ جو ذکرِ الٰہی کرتے ہیں۔ پس جب وہ کسی جگہ ذکرِ الٰہی کرنے والے لوگوں کو پا لیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہتے ہیں۔ آؤ اپنے مقصد کی طرف آؤ۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پس وہ فرشتے اپنے پروں سے ذکرِ الٰہی کرنے والوں کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ اور آسمان دُنیا تک پھیل جاتے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کا پروردگار اُن سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ وہ اُن سے زیادہ اپنے بندوں کے حال سے واقف ہوتا ہے کہ میرے بندے کیا کہہ رہے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیری تسبیح بیان کر رہے تھے۔ تیری عظمت و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے۔ تیری تعریف کر رہے تھے۔ اور عظمت کے ساتھ تجھ کو یاد کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا انہوں نے مجھ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ خدا کی قسم انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اگر وہ مجھ کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ تجھ کو دیکھ لیتے تو تیری بہت زیادہ عبادت کرتے اور بہت زیادہ تیری بزرگی بیان کرتے اور بہت زیادہ تیری تسبیح کرتے۔ پھر

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دور کیجئے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو بجھاتا ہے اور بری موت کو دور کرتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۶۶۴)

انسان کے کام آنے والا مال

حضرت مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ سورۃ التکاثر پڑھ رہے تھے اور فرما رہے تھے: ابن آدم کہتا ہے "میرا مال، میرا مال" حالانکہ اے ابن آدم! تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھا لیا اور ختم کر لیا، یا جو تو نے پہن لیا اور پرانا کر لیا، یا جو تو نے صدقہ کر دیا اور آگے پہنچا دیا۔ (صحیح مسلم: ۳۰۶۱)

اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ وہ تجھ سے جنّت مانگتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے کیا انہوں نے جنّت کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں نہیں۔ خدا کی قسم انہوں نے جنّت کو نہیں دیکھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں اگر وہ جنّت کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ جنّت کو دیکھ لیتے۔ تو جنّت کی خواہش اُن میں بڑھ جاتی۔ جنّت کی طلب اُن میں زیادہ ہو جاتی۔ اور جنّت کی طرف ان کی رغبت بڑھ جاتی۔ پھر اللہ تعالےٰ پوچھتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے عرض کرتے ہیں دوزخ کی آگ سے۔ اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کیا اُنہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ نہیں۔ خدا کی قسم اے پروردگار اس کو اُنہوں نے نہیں دیکھا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو اُن کا کیا حال ہوتا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیتے تو وُہ اس سے بہت زیادہ بھاگتے اور بہت زیادہ خوفزدہ ہوتے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَیں تم کو گواہ بناتا ہوں۔ کہ مَیں نے اُن سب کو بخش دیا۔ اُن فرشتوں میں سے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے ان لوگوں میں تو ایک ایسا بھی شخص تھا جو ان میں شامل نہ تھا۔ راہ چلتا کھڑا ہوگیا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وہ ایسے بیٹھنے والے ہیں کہ اُن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رکھا جاتا۔ (بخاری)

غرضیکہ اس اجتماع کا یہ مقصد ہے کہ ہم آپس میں مل بیٹھیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں تاکہ ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں فرشتے جمع ہو جائیں اور حاضرین پر اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہو۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں روحانی امراض سے شفایاب فرما کر دُنیا سے اُٹھائے۔ انسان کے اندر کئی قسم کی رُوحانی بیماریاں ہوتی ہیں۔ جب تک معالج روحانی متنبّہ نہ کرے ان بیماریوں کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ ان امراضِ روحانی کا ذکر کتاب و سُنّت میں موجود ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی جب تک ہادی متنبّہ نہ کرے اُن کا علم نہیں ہوتا۔ جس طرح طب کی جامع کتاب اُس وقت تک کار آمد نہیں ہوسکتی جب تک کہ کوئی طبیب حاذق مریض کے مناسب حال اُس سے نسخہ تجویز نہ کرے۔ جسمانی امراض سے شفا پانے کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہے ۱۔ طبیب کامل بیماری کی صحیح تشخیص کرے۔ ۲۔ طب کی کتاب سے مریض کے مناسب حال نسخہ تجویز کرے۔ ۳۔ مریض نسخہ تیار کروا کر حسبِ ہدایات استعمال کرے۔ ۴۔ طبیب کامل جن چیزوں سے پرہیز بتائے۔ اُن سے پرہیز کرے۔ بد پرہیزی سے بیمار کو شفا نہیں ہوتی۔

اسی طرح رُوحانی امراض کے لئے بھی چار درجے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو ایسے ہی طبیب روحانی مہیّا فرمائے۔ جو کتاب و سُنّت کی روشنی میں امراضِ روحانی کا علاج اور پرہیز بتا سکیں۔

ہمارے ہاں ایک مثل مشہور ہے۔ "نیم حکیم خطرۂ جان۔ نیم مُلّا خطرۂ ایمان!" اسی طرح روحانی امراض کے بعض کھوٹے معالج ہوتے ہیں۔ سینکڑوں برس پیشتر اُن کے خاندان میں کوئی کامل گزرا ہے ان کی نسبت سے یہ صاحبزادہ صاحب بھی پیر سمجھے جاتے ہیں۔ ورنہ اُن میں اپنا کوئی کمال نہیں ہوتا۔ سوائے اہلحدیث کے لاہوریوں کے ہر گھر کا ایک پیر ہوتا ہے خواہ وہ عین شیطان ہی کیوں نہ ہو۔ لاہوریوں نے تو کرنل لارنس (جو انگریزوں کا جاسوس تھا) کو پیر بنا کر کوٹھی بھی دی قالین بھی دیئے۔ اس کو بزرگ سمجھ کر مسلمانوں کی مستورات بھی تعویذ لینے کے لئے اس کے پاس آتی جاتی رہتی تھیں۔ ہماری انجمن حمایت اسلام کے صدر مولانا غلام محی الدین قصوری کا خدا بھلا کرے کہ انہوں نے اس کی نشاندہی کی کہ یہ تو انگریزوں کا جاسوس ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اس سے کوٹھی وغیرہ سب کچھ چھین لی اور اُسے نکال دیا۔ وہ رنگ کا گورا تھا۔ عوام کے ہاں نور کے معنی یہ ہیں۔ کہ انسان رنگ کا گورا ہو۔ اسی لئے کرنل لارنس کو بزرگ سمجھا جاتا تھا۔

مَیں کہا کرتا ہوں کہ موتی ملنے ارزاں لیکن اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں ہیں۔ لاہور اب اُجڑ گیا ہے۔ ورنہ پہلے موتی ہندوؤں کے گھروں میں بھی ہوتے تھے۔ اوّل تو مسلمان کمانا نہیں جانتا۔ اگر کما لے تو سنبھالنا نہیں جانتا۔

مَیں چالیس سال سے لاہور میں رہتا ہوں۔ اور ایسے اشخاص کو جانتا ہوں جن کو باپ کے مرنے کے بعد کوٹھی کے علاوہ ایک لاکھ روپیہ نقد وراثت میں ملا۔ لیکن اُنہوں نے شراب اور بدکاری میں اُڑا دیا۔ اس کے مقابلہ میں ہندو پکوڑے بیچنا شروع کرتا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں لکھ پتی بن جاتا تھا۔ کیونکہ وہ کمانا بھی جانتا تھا۔ اور سنبھالنا بھی جانتا تھا۔

مَیں عرض کر رہا تھا کہ کامل اگرچہ نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں۔ ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ کامل کا ملنا اللہ تعالےٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ مَیں سارے سندھ کو جانتا ہوں میرے مربّی حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے سندھ میں چار خلفاء تھے۔ اُن میں سے تین تو اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اور ایک باقی ہیں اور وہ بھی بیمار رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کو شفا عطا فرمائے۔ اور تا دیر سلامت رکھے۔ ان کے علاوہ سارے سندھ میں ایک بھی کامل نہیں۔ اسی طرح لاہور کی چودہ لاکھ آبادی میں ایک بھی کامل نہیں۔ خدا کی قسم کامل انسان دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہیں۔

میرے معزّز دوستو! اگر کھانا نہ ملے اور انسان بھوک سے مر جائے۔ اور اگر ایمان سلامت ہے تو مرنے کے بعد قبر جنّت کا باغ بن جائے گی۔ لیکن اگر ہادی نہ ملا اور امراض روحانی سے شفا نہ ہوئی تو مرنے کے بعد قبر جہنّم کا گڑھا بن جائے گی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ کامل کی کس قدر ضرورت ہے۔ کامل وہ ہے جو اپنے بزرگوں کی صحبت میں مدت مدید رہ کر اپنی تکمیل کرا چکا ہو۔ اور کتاب و سنّت کا شدت سے پابند ہو۔

کامل سے اللہ تعالےٰ کا نام سیکھنے کے بعد اگر اکل حلال اور صدقِ مقال نہ ہو تو بھی انسان کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔ ایک حکیم صاحب سیالکوٹ سے میرے پاس اللہ تعالےٰ کا نام سیکھنے کے لئے آئے۔ سال کے بعد اُنہوں نے

شکایت کی کہ مجھے کوئی فائدہ نہیں ہُوا
میں نے اُن سے کہا کہ بے نماز کے ہاتھ
کا پکا ہُوا کھانا نہ کھائیں۔ اُنہوں نے کہا
میری تو بیوی نماز نہیں پڑھتی۔ دوسرے
یہ کہ آپ حکیم ہیں۔ آپ کے پاس
ہرطرح کا بیمار علاج کے لئے آئے گا
اُن میں سے جو اللہ کے نیک بندے
ہوں آپ اُن سے جو رقم وصول کریں۔
وہ اپنے لئے رکھیں اور باقی آمدنی گھر
والوں کو دیدیں۔ انشاء اللہ ان پابندیوں
سے اللہ تعالےٰ کے نام کی برکتوں کا ظہور
ہوگا۔ اسی طرح ایک مولوی صاحب اللہ
کا نام پوچھ گئے۔ انہوں نے مجھے خط
لکھا کہ مجھے کچھ فائدہ نہیں ہُوا۔ مَیں نے
اُن سے دریافت کیا کہ کھانا کہاں سے
کھاتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ طلبا
کے لئے جو روٹیاں مسلمانوں کے گھروں
سے آتی ہیں اسی میں سے مَیں بھی
کھاتا ہوں۔ مَیں نے پھر اُن کو لکھا کہ یہ
اسی کا اثر ہے۔ کہ ذکرِ الٰہی کا اثر
آپ کے وجود میں ظاہر نہیں ہوتا۔ کیونکہ
جن گھروں سے طلباء کے لئے روٹیاں
آتی ہیں اُن میں سے کوئی رشوت لیتا
ہوگا کسی کی بیوی بے نماز ہوگی جس کے
ہاتھ کا پکا ہُوا کھانا آپ کے ہاں آتا ہے
فتویٰ اور چیز ہے اور تقویٰ اور چیز ہے
فتویٰ تو یہ ہے کہ مسلمان بے نماز کے
ہاتھ کی پکی ہوئی چیز تو بجائے خود رہی
بلکہ ہندو کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز بھی
کھانی جائز ہے۔ بشرطیکہ اُس نے کوئی
صریح حرام چیز اُس میں نہ ملا دی ہو۔
اور تقویٰ یہ ہے کہ اگر آپ اللہ تعالےٰ
کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو بے نماز
مسلمان کے ہاتھ کی پکی ہوئی چیز سے
بھی پرہیز کریں۔ اللہ ہُو کے پاک نام
کی برکت سے ایک درجہ ایسا بھی آتا
ہے کہ اگر آپ کے سامنے چند چیزیں
لاکر رکھی جائیں تو آپ یقیناً تمیز
کرسکیں گے۔ ہٰذا حلالٌ و ہٰذا حرامٌ۔
اگر اللہ تعالےٰ کے پاک نام کے انوار
حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بے نماز کے
ہاتھ کی پکی ہوئی چیز ہرگز استعمال
نہ کریں۔ اگرچہ ایسی چیز کا استعمال کرنا
فتویٰ کے لحاظ سے ناجائز نہیں ہے۔
لیکن تقویٰ کے لحاظ سے تزکیہ باطن کے
لئے ضرور نقصان دہ ہے۔

اولیاء کرام کے جوتوں کی خاک ہیں
سے جو موتی ملتے ہیں اُن میں سے ایک
موتی **حلال اور حرام چیز کی
تمیز بھی ہے**"۔

اللہ تعالےٰ کا نام سیکھا بھی جائے
تو اُس سے جو سکھانے کے قابل ہو۔
میرے مربّی حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ
کا ایک واقعہ عرض کرتا ہوں جو مجھے
حضرت کے خلیفہ مولانا عبدالعزیز صاحبؒ
نے سُنایا تھا۔ حضرتؒ کے ہاں ایک پیر
مہمان آکر ٹھیرا۔ جب وہ رُخصت
ہونے لگا تو حضرتؒ نے اس سے فرمایا۔
کہ تمہیں کسی شخص کو بیعت کرنا جائز
ہی نہیں ہے۔ کیونکہ کسی کے دل میں
داخل ہونا آسان ہے؟

مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنی روحانیت
کی توجہ سے طالب کی استعداد اور اس
کی کمی بیشی کا اندازہ نہیں لگا سکتا وہ
طالب کی رُوحانی تربیت کیسے کر سکتا
ہے۔ طالب کی ریاضت اور شیخ کی توجّہ
اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے یہ درجہ حاصل ہو جاتا ہے
طالب کی ریاضت کثرتِ ذکر ہے۔ حضرت مدنیؒ
بارہ ہزار روزانہ اللہ ہو۔ . . . .
. . . . کی تلقین فرماتے تھے۔ بعض
حضرات پندرہ ہزار روزانہ اللہ ہو کا
ذکر تلقین فرماتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کے نام کا ذکر بالالتزام
کیا کیجئے۔ اور جہاں تک ممکن ہو حلال
رزق کھانے کی کوشش کیا کیجئے۔ اگرچہ
اس زمانہ میں حرام سے بچنا بڑا ہی
مشکل ہے۔ کیونکہ عام طور پر مسلمانوں
کی طبیعتوں میں بھی دیانتداری نہیں رہی
اس لئے وہ حلال اور حرام کو مخلوط
کرنے میں عام طور پر پرہیز نہیں کرتے۔
اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو امراض
روحانی کا علاج کرنے کا شوق عطا
فرمائے اور پرہیز کرنے کی توفیق بھی
مرحمت فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ
لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ
اِلَيْكَ ۔

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۶ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۴ جولائی ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ——— (مرتبہ چوہدری عبدالرحمٰن خاں صاحب ایم-اے ایل ایل بی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡد

جمعرات کی شام کو ہمارا آپس میں مل بیٹھنا اس غرض سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا عبدیت کا تعلق درست کر کے دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا کرے کہ میرا اور آپ کا عبدیت کا تعلق ایسا درست ہو جائے کہ اُس میں کوئی کمی رہنے نہ پائے۔ اگر خُدانخواستہ کوئی کمی رہ گئی تو اس کو قبر میں دُور کیا جائے گا۔ ہر نیکی کی توفیق اللہ کا فضل ہے۔ اس لئے ہم عبدیت کا تعلق درست کرنے میں بھی اس کے فضل کے ہی طالب ہیں۔ دُعا کیجئے کہ دُنیا سے رخصت ہونے سے پہلے وہ جس طرح چاہتا ہے اس طرح سے ہمارا اس سے عبدیت کا تعلق درست ہوجائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اس اجتماع کی رُوح اور اس کا اصل مقصد یہی ہے۔ اسی کو پھیر پھار کر میں مختلف طریقوں سے عرض کر دیا کرتا ہوں۔ آج کا عنوان ہے:

عبدیّت کے لحاظ سے دینداروں کے دو درجے ہیں

۱۔ نازلہ (ادنیٰ) ۲۔ اعلیٰ

یہ دو درجے دیندار طبقہ کے ہیں۔ اور یہ طبقہ اقلیت میں ہے۔ بے دینوں کی اکثریت ہے۔ ان کو تو عبدیت کا تعلق درست کرنے کی فکر ہی نہیں۔ وہ اور مشاغل میں مصروف ہیں۔ ان میں سے بعض صبح اُٹھ کر کچھ کھا پی کر دُکان پر چلے جاتے ہیں۔ اور جب تک رات کو دس گیارہ بجے تک گاہکوں کی آمد و رفت رہتی ہے دُکان پر بیٹھے رہتے ہیں اس کے بعد گھر آکر کھانا کھا کر سو رہتے ہیں۔ ان کو نہ خدا کا پتہ ہے۔ اور نہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا شوق ہے۔ یہ غافلوں کی ایک مد ہے۔ ملازم پیشہ کی۔ وہ بھی صبح نہا دھو کر دفتر کا یونیفارم (سوٹ) بدل کر دفتر چلے جاتے ہیں۔ دن بھر وہاں کام یا باتیں کرتے رہتے ہیں۔ شام کو تھک کر گھر آئے۔ کھانا کھایا۔ ذرا بیوی بچوں سے دل بہلایا۔ اس کے بعد یا تو سو رہے یا سینما چلے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ پیشہ کے لحاظ سے غافلوں کی بے شمار قسمیں ہیں جن کا نہ تعلق باللہ درست ہے اور نہ ان کو ان کا احساس ہے۔ یہ بدقسمت ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو خوش قسمت بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

دیندار طبقہ کے مندرجہ بالا دو درجے ہیں۔ دونوں احکامِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں ادنیٰ درجے کے دیندار تو ڈر کر احکامِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور اعلیٰ درجے والے

عرش والے کے ہاں کوئی کمی نہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اے بلال! (ضرورت مندوں پر) خرچ کرو اور عرش والے سے یہ ڈر مت رکھو کہ وہ دینے میں کمی کر دے گا۔ (شعب الایمان: ۱۲۸۳)

شوق سے تعمیل کرتے ہیں۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ جس سے آپ سمجھ جائینگے۔ طالب علموں کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ۱- وہ جن کو طبعاً پڑھائی کا شوق ہوتا ہے۔ اُستاد کو انہیں مارنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور نہ والدین کو انہیں کہنا پڑتا ہے کہ سبق یاد کیوں نہیں کرتے۔ اس قسم کے بچّوں کو مائیں بعض اوقات کہتی ہیں کہ بس کرو آکر سو جاؤ۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ابھی میرا کام بہت پڑا ہے۔ مجھے پڑھنے دیجئے۔ یہ طبعاً پڑھائی کے شوقین ہیں۔ ۲- وہ جو اُستاد کی مار کی وجہ سے سبق پکاتے ہیں۔ وہ حساب کے سوال اس لئے گھر سے کر کے لاتے ہیں کہ اگر نہ کئے تو اُستاد مارے گا۔

اس کو اِدھر لے جائیے۔ دینداروں کا ایک طبقہ اللہ تعالےٰ کے ڈر سے نیک کام کرتا ہے اور بُرے کام سے بچتا ہے۔ وہ نماز اس لئے پڑھتے ہیں کہ اگر نہ پڑھی تو اللہ تعالےٰ دوزخ میں ڈال دے گا۔ اور زکوٰۃ اس لئے ادا کرتے ہیں کہ علماء کرام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا مندرجہ ذیل ارشاد سن رکھا ہے:-

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَلَمْ یُؤَدِّ زَکٰوتَهٗ مُثِّلَ لَهٗ مَالُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ شُجَاعًا اَقْرَعَ لَهٗ زَبِیْبَتَانِ یُطَوَّقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ یَاْخُذُ بِلِهْزِمَتَیْهِ یَعْنِیْ شِدْقَیْهِ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا مَالُكَ اَنَا کَنْزُكَ ثُمَّ تَلَا وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ الْاٰیَه -

(رواہ البخاری)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے مال عطا کیا اور اُس نے زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کے مال کا قیامت کے دن ایک گنجا سانپ بنایا جائے گا۔ جس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے ہوں گے۔ اور سانپ کو طوق بنا کر اُس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ پھر یہ سانپ اس کی دونوں باچھیں پکڑ لے گا اور کہے گا میں تیرا مال اور تیرا خزانہ ہوں۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیت پڑھی ولا تحسبن الذین الخ (یہ گمان نہ کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں آخر آیت تک۔)

میں عورتوں سے کہا کرتا ہوں کہ بیٹی! زیور کی زکوٰۃ تمہارے ذمہ ہے خواہ خاوند سے لے کر ادا کرو۔ اگر نہ ادا کروگی تو یہ سزا تم کو ملے گی۔

قرآن مجید میں بھی زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزا کا ذکر آتا ہے۔

(یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُکْوٰی بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا کَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِکُمْ فَذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَکْنِزُوْنَ ۝) سورہ التوبہ رکوع ۵ پارہ ۱۰

ترجمہ۔ جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا۔ پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی۔ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔

دوزخ کی آگ دُنیا کی آگ سے ستّر گنا زیادہ گرم ہے۔ یعنی دُنیا کی آگ ایک حصّہ گرم ہے اور دوزخ کی آگ اس سے ۶۹ حصّہ زیادہ گرم ہے۔ لہٰذا اس کی مجموعی گرمی ۷۰ حصّہ ہوگئی۔ اس کا خاصہ ہے۔ (ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی ۝)

سورہ اعلیٰ پارہ ۳۰

ترجمہ۔ پھر اس میں نہ تو وہ مرے گا اور نہ جئے گا۔

حرام مال کھانے سے حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے عام دیندار مسلمان اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ النَّارُ اَوْلٰی بِهٖ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان) (باب الکسب وطلب الحلال)

ترجمہ۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہے جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ اور جس گوشت نے حرام سے نشوونما حاصل کی ہے۔ اسکو دوزخ کی آگ اپنے اندر سمیٹنے کے زیادہ لائق ہے۔

دینداروں کا ایک طبقہ خدا کے ڈر سے نیکی کرتا ہے۔ یہ دینداروں کا عام طبقہ ہے۔ یہ ادنےٰ درجہ ہے جو بفضلہٖ تعالےٰ عام مسلمانوں کو حاصل ہے۔ آج میں اعلےٰ درجہ کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔

دُنیا میں ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اگر اس کی تنخواہ اسّی روپیہ ماہوار ہے تو سو روپیہ ہو جائے۔ اس حرص کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ کَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَانِ مِنْ مَّالٍ لَابْتَغٰی ثَالِثًا وَلَا یَمْلَاُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ (متفق علیہ) (باب الامل والحرص)

ترجمہ۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر آدمی کے پاس مال سے بھری ہوئی دو وادیاں ہوں تب بھی وہ تیسری وادی کو تلاش کرے گا۔ اور آدمی کے پیٹ کو کوئی چیز نہیں بھرتی۔ مگر (قبر کی) مٹی اور اللہ تعالےٰ جس بندے کی توبہ کو چاہے قبول کر لیتا ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دُنیا کے مال و دولت کی بجائے عبدیت کے اعلیٰ درجہ کی حرص نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

اعلےٰ درجہ والے اللہ تعالےٰ کو محبوب سمجھ کر اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں

ع سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

پہلے درجہ میں انسان احکامِ الٰہی کی تعمیل کو اپنے لئے تکلیف دہ سمجھتا ہے۔ دوسرے درجہ میں انسان تکلیف نہیں سمجھتا بلکہ خوشی سے تعمیل کرتا ہے۔

اعلےٰ درجہ والوں کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں آتا ہے۔

(وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ کَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ) سورہ البقرہ رکوع ۲۰ پارہ ۲

ترجمہ۔ اور ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں۔ جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہئے۔ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے)

اَشَدُّ اسم تفضیل مذکر کا صیغہ ہے۔ اس کا زور عربی دان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ غیر عربی دان نہیں سمجھ سکتے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محبّت کی شدّت کا اس سے آگے کوئی درجہ نہیں ہے۔ گویا ان کو سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالےٰ ہے۔ بیوی اولاد۔ جائداد اور گھر کا ساز و سامان غرضیکہ کسی چیز کی محبت اللہ تعالےٰ کی محبّت کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی۔ ان کو صرف اللہ تعالےٰ کی محبت ہی مقصود۔ مطلوب اور محبوب ہے۔ اس کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے

عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ

وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَاَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (رواہ ابوداؤد) (کتاب الایمان)

ترجمہ - ابی امامہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے محبت کی اللہ کیلئے اور بغض رکھا اللہ کیلئے اور (کسی کو کچھ) دیا تو اللہ کے لئے اور منع کیا تو خدا کے لئے (یعنی جو کام بھی کیا خدا کے لئے کیا) اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا۔ وہ دوستی اور دشمنی فقط اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے رکھتے ہیں - وہ خرچ اس جگہ کرتے ہیں جہاں اللہ تعالےٰ راضی ہو - جہاں وہ ناراض ہو وہاں خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیتے ہیں - حضورؐ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ

(رواہ مالک) (باب الحب فی اللہ ومن اللہ)

ترجمہ - معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے - خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ جو لوگ آپس میں میری رضا مندی (خوشنودی) کے لئے محبت کرتے ہیں ان سے مجھ کو محبت کرنا ضروری ہے - اور جو لوگ محض میری رضا کے لئے باہم بیٹھتے اور میری تعریف کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان سے (بھی) مجھ کو محبت کرنا واجب ہے -

یہ اللہ تعالےٰ سے محبت کے آثار ہیں۔ نہ کاروبار میں کسی قسم کا اشتراک ہے اور نہ آپس میں کوئی رشتہ داری ہے - محض اللہ تعالےٰ سے تعلق کی بنا پر ایک دوسرے سے محبت ہے اور اسی تعلق کی بنا پر آپس میں مل بیٹھتے ہیں - جیسے آپ بیٹھے ہیں اللہ تعالےٰ کا ذکر ہو رہا ہے - اور آپ اس میں شامل ہیں - اللہ تعالےٰ آپ کی اس نشست کو قبول فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین - دوستی ہے تو اللہ واسطے - محبت ہے تو اللہ واسطے - وہ ہمارے ہاں اللہ تعالےٰ کی محبت کی بنا پر آئے - ہم نے اسی محبت کی بنا پر انکی خاطر تواضع کر دی - سردی ہے تو چائے پلا دی - گرمی ہے تو شربت پلا دیا - آموں کا موسم ہے تو آم بھی کھلا دیئے - نہ رشتہ لینا ہے نہ دینا ہے - ہر کام محبت الٰہی کی وجہ سے ہو رہا ہے - حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس قسم کی محبت رکھنے والوں کے متعلق قیامت کے دن میدان محشر میں اعلان ہوگا - وہ حدیث شریف ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ (رواہ مسلم) (باب الحب فی اللہ ومن اللہ)

ترجمہ - ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - خداوند تعالےٰ قیامت کے دن فرمائے گا - کہاں ہیں وہ لوگ جو میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آپس میں محبت رکھتے تھے - آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دونگا - اور آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے۔

خدا جانے وہاں کتنی مخلوق ہوگی - مجھے یاد ہے کہ ۱۹۳۹ء کی جنگ سے پہلے دنیا میں مسلمانوں کی تعداد سب قوموں سے زیادہ تھی - اسوقت مسلمان ستر کروڑ تھے اور عیسائی ساٹھ کروڑ - میدان محشر میں اربوں سنکھوں اور پدموں مخلوقات ہوگی - اس میں یہ اعلان ہوگا - اور یہ سب کانوں تک پہنچ جائیگا - جس طرح بجلی کی کڑک لاکھوں میلوں تک سنائی دیتی ہے - اللہ تعالےٰ کے تعلق کی بنا پر آپس میں محبت کرنے والوں کو اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دیگا - اور اس دن اس کی رحمت کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا - قیامت کے دن سورج سوا نیزہ پر ہوگا - سب مخلوق پسینہ میں تر ہوگی - کوئی منہ تک پسینہ میں ڈوبا ہوگا - کوئی کمر - کوئی ران اور کوئی گھٹنہ تک - اس دن یہ اعلان ہوگا - اعلان میں اَیْنَ المتحابّون فرمائینگے - این المؤمنون - این المصلون - این الحجاج - یا این الصائمون نہیں فرمائیں گے - یہ بدنصیبی ہے کہ مسلمان حدیث سے کٹ جائے - اس حدیث میں زبان حضورؐ کی ہے اور فرمان اللہ تعالےٰ کا ہے - اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو حدیث شریف پر عمل ایمان نصیب فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

دنیا میں تو یہ مقام حاصل کرنا آسان ہے - سنتے سنتے رنگ چڑھ جاتا ہے - اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس مقام کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین - لاہور والوں کے لئے تو یہ مقام حاصل کرنا کچھ مشکل نہیں ہے - یہاں ہر چیز کی بہتات ہے - جتنے لاہور میں بدمعاش ہیں اتنے اور کسی شہر میں نہیں جتنے یہاں نیک ہیں اتنے کسی اور شہر میں نہیں - دیہات والوں کے لئے یہ مقام حاصل کرنا مشکل ہے - رشتہ لینے دینے سے بالاتر ہوکر اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو المتحابّون فیّ کے زمرہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین

دنیا میں کھری کھوٹی ہر چیز ملتی ہے جس کو تمیز ہو وہی کھری لاسکتا ہے - علماء میں بھی بعض کھرے اور بعض کھوٹے ہوتے ہیں - کھرا عالم وہ ہے - جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن ہو اور بائیں ہاتھ میں حدیث خیر الانام علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام - ان دو نوروں کی روشنی میں خود چلے اور ہمیں چلائے - عالم پیارے ہوں تو ایسے - جاہل بھی ایسے ہی پیارے ہوں جن کو ایسے عالموں سے پیار ہو - میں نے اللہ والوں کے ہاں ایسے جاہل دیکھے ہیں - ان میں للّٰہیت ہوتی ہے - وہ اللہ والوں سے جو باتیں سنتے ہیں وہ یاد کر لیتے ہیں - پھر آپس میں جب مل کر بیٹھتے ہیں تو ان باتوں کو بیان کرتے ہیں - ایک کہتا ہے حضرت نے یوں فرمایا - دوسرا کہتا ہے حضرت نے یوں فرمایا - میرے حضرتؒ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے ایک دفعہ مجھے ہمارے دادا پیر یا پڑدادا پیرؒ کا واقعہ سنایا - نہ اللہ والے اور نہ ان کے ساتھ جانے والی جماعت کھانے کے لئے جاتی ہے - وہ تو پروانہ وار شیخ پر فدا ہوتی ہے آپ جہاں شمع اٹھا کر رکھ دینگے وہیں پروانے آجائینگے - جہاں شیخ ہوگا وہاں جماعت ساتھ ہوگی - ایک دفعہ دادا یا پڑدادا پیرؒ مع جماعت کہیں تشریف لے گئے - جماعت میں ایک مجذوب تھا وہ جماعت کے ساتھ نہ گیا - واپسی پر حضرتؒ نے اس سے پوچھا تم کیوں نہیں گئے - اس نے جواب میں کچھ دوہے پڑھے - جن کا مفہوم یہ تھا کہ تقدیر نے مجھے اس جماعت سے جدا کر دیا - لیکن حقیقت میں اس کی مراد عالم ملکوت کی جماعت سے تھی - یعنی تقدیر الٰہی نے مجھے عالم ملکوت کی جماعت سے اٹھا کر عالم ناسوت میں لا بٹھایا - کیونکہ اس کی تار ادھر لگی ہوئی تھی - ہر مجذوب پاگل نہیں ہوتا اور نہ ہر پاگل مجذوب ہوتا ہے - دید ہو تو تمیز ہوتی ہے - عام طور پر لاہوریوں میں دید نہیں ہے یہ ہر پاگل کو مجذوب سمجھ لیتے ہیں - اللہ تعالیٰ مجھے اور آپکو عبدیت کا اعلےٰ درجہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین -

مجلسِ ذکر: منعقدہ جمعرات ۱۳ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

ہادی کی ضرورت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اَمَّا بَعۡدُ ۔ اس مجلس مبارکہ میں ہر جمعرات کو بعض احباب نئے ہوتے ہیں۔ اس لئے مجھے ان کی اطلاع کے لئے ہر دفعہ اس مجلس کی غرض و غایت بیان کرنی پڑتی ہے۔ اگر ایک جماعت ہوتی۔ تو ایک دفعہ ہی اس کی غرض و غایت بیان کر دینی کافی ہوتی۔ دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے قانون اور ضابطہ کے پابند ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ اس نے ہمیں کیوں پیدا کیا؟ جس غرض کے لئے پیدا کیا ہے۔ اسکے متعلق وہ خود فرماتا ہے۔

(وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ)

سورہ الذاریات رکوع ۳ پارہ ۲۷

ترجمہ - اور میں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے۔

فارسی میں کسی نے اس کو یوں بیان کیا ہے ؎

بندہ آمد از برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

بندگی کا سبق پڑھانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضورؐ بھی بندگی کا سبق پڑھانے کے لئے تشریف لائے۔ یہی سبق یاد دلانے کے لئے یہ مجلس منعقد کی جاتی ہے۔

انسان کو دو قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں۔ ۱۔ ظاہری یا جسمانی ۔۲۔ باطنی یا روحانی ۔ جسمانی بیماریوں کی سمجھ تو گزشتہ رات پیدا ہونے والے بچّے کو بھی ہوتی ہے وہ بول نہیں سکتا۔ لیکن جسم کے کسی عضو میں درد ہو تو چیختا اور چلاتا ہے۔ بچّے سے لے کر بوڑھے تک ۔ گدا سے لے کر شاہ تک ۔ غریب سے لے کر امیر تک سب جسمانی بیماریوں کو سمجھتے ہیں۔ روحانی بیماریوں کی اطلاع فقط ہادی دیتا ہے۔ اصل

انسانی بدن کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے بدن کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہے۔ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کروا دینا صدقہ ہے۔ کسی آدمی کو اس کے سوار ہونے میں مدد دینا یا اس کی سواری پر اس کا مال واسباب لاد دینا صدقہ ہے۔ کسی سے اچھی بات کہنا صدقہ ہے اور ہر وہ قدم جو نماز کے لیے اٹھے صدقہ ہے اور تکلیف دینے والی چیز کو راستہ سے ہٹا دینا صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری: ۲۹۸۹)

ہادی اللہ تعالےٰ ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہادی ہیں - پھر ہادی وہ ہے جس کی زبان سے قرآن بولے۔ جو اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے - اور جس کی زبان سے حدیث بولے جو حضورؐ کا فرمان ہے - بولتے سب ہیں۔ کالجوں کے پرنسپل اور پروفیسر۔ ہائی سکول - مڈل سکول اور پرائمری سکول کے ٹیچر سب بولتے ہیں - لیکن ان میں ایک بھی ہادی نہیں۔

انگریز نے تو پرائمری سے لے کر ایم-اے تک نصابِ تعلیم میں کلمہ بھی نہیں رکھا تھا۔ اس بے ایمان نے اللہ تعالےٰ کا نام نصابِ تعلیم سے کھرچ کر رکھ دیا تھا

جب تک ہادی نہ بتلائے روحانی بیماریوں کا پتہ نہیں لگتا۔ ہادی پہلے ان کا احساس دلاتا ہے اور پھر علاج اور پرہیز تجویز کرتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالےٰ کے فضل سے آہستہ آہستہ شفا ہو جاتی ہے۔ اگر روحانی بیماریوں سے شفایاب ہو کر نہ گئے تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ میں مسلمان نوجوان سے کہا کرتا ہوں - اے نوجوان! یا تو مان جا کہ حضورؐ کا فرمان ٹھیک ہے - کہ قبر جہنم کا گڑھا یا بہشت کا باغ ہوتی ہے - یا ۱۴ سال کے اخراجات میرے پاس لاکر جمع کرا دے۔ اے نوجوان تونے ۱۴ سال باپ کی کمائی کھاکر بی-اے کی ڈگری پائی تھی۔ ادھر بھی ایسا کرنا پڑے گا - ہم تمہیں بھیک مانگ کر مفت کیوں کھلائیں؟ پہلے تمہیں ٹیسٹ کریں گے کہ نورِ فطرت بجھ تو نہیں گیا۔ بعض اوقات نورِ فطرت بجھ بھی جاتا ہے - اس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے - (اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ

سورہ البقرہ رکوع ۱ پارہ ۱

ترجمہ - بے شک جو لوگ انکار کر چکے ہیں برابر ہے انہیں تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اگر نورِ فطرت بجھ نہیں گیا اور تو مسخ نہیں ہو گیا تو پھر تمہیں کسی کامل کے پاس لے جائیں گے اور ان سے عرض کریں گے۔ کہ حضرت! یہ نوجوان باطن کا اندھا ہے۔ اس کی تربیت فرمایئے وہ تمہاری تربیت فرمائیں گے۔ جس دن تمہاری روحانی تکمیل ہو جائیگی اور کامل تمہیں حضرت کاملاً کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیگا تو پھر میانی صاحب میں جاکر دس یا بارہ قبریں پھر جانا تو ایک منٹ سے پہلے پہلے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس کی قبر دوزخ ہے اور اس کی بہشت ہے - عالمِ ملکوت کے حالات ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ ان کو دیکھنے کے لئے دل کی آنکھوں کی ضرورت ہے - دل کی آنکھوں کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے - فرماتے ہیں - (فَاِنَّهَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ○)

سورہ الحج رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں بینا سارے اندھا کوئی-
میں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی ○
رنگی کو نارنگی کہیں - دودھ کرٹے کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں - دیکھ کبیرا رویا

لاہور کی آبادی چودہ لاکھ بتلائی جاتی ہے۔ اگر ایک لاکھ میں ایک بینا ہوتا تو لاہور میں چودہ ہونے چاہیئے تھے - اگر لاہور میں چودہ بینا ہوتے تو لاہور جگمگا اُٹھتا - اب لاہور اندھیر نگری ہے - میں کہا کرتا ہوں کہ یہ اندھوں کا جہان ہے۔ یہاں ایماندار کو بے ایمان اور بے ایمان کو ایماندار کہا جاتا ہے - مولوی بے ایمان ہے - اور شرابی - زانی ایماندار ہیں - مولوی وہ ہے جو قرآن مجید اور حدیث شریف کا عالم ہو - نقلِ کفر کفر نباشد۔ مکہ معظمہ میں ایک ہی پاگل تھا - محمد صلی اللہ علیہ وسلم - اور باقی سب عقلمند۔ حالانکہ حضورؐ اَعْقَلُ اَهْلِ الْاَرْضِ تھے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو تسلی دیتے ہیں -

(نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ○ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ○ وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ○) سورہ القلم رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - قلم کی قسم ہے اور جو اس سے لکھتے ہیں۔ آپ اللہ کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں۔ اور آپ کے لئے تو بے شمار اجر ہے -

اگر ایک شخص کے دو بیٹے ہوں ایک مولوی ہو اور دوسرا بی-اے - لاہوریوں کے ہاں مولوی بے ایمان اور بی-اے ایماندار ہوگا - میں کہا کرتا ہوں کہ میری قوم مالیخولیا کی مریض ہے جو دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتی ہے۔ مالیخولیا کا مریض اپنے بھائی کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ حالانکہ بھائی کے دل میں درد ہے - اور وہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کو شفا عطا فرمائے۔ وہ زبردستی اس کے منہ میں لکڑی ڈال کر دوا پلاتا ہے - اس کا دل چاہتا ہے کہ پتھر مار کر بھائی کا سر پھوڑ ڈالے - دوسرے اس سے مذاق کرتے رہتے ہیں اور وہ ان میں خوش رہتا ہے -

میں عرض کر رہا تھا کہ اگر امراضِ روحانی سے شفایاب ہو کر نہ گئے تو قبر جہنم کا گڑھا بن جائیگی - ایسے شخص کی قبر کے اوپر اگر اس کے بیٹوں نے سنگِ مرمر کا تعویذ بنا دیا تو کیا مردہ بخشا جائے گا؟ قبر چونے گچ اور مردہ بے ایمان - بعض اللہ کے نیک بندوں کی قبر کا نشان بھی نہیں ہوتا - لیکن امراضِ روحانی سے شفایاب ہونے کی وجہ سے قبر بہشت کا باغ بنی ہوئی ہوتی ہے ○

برمزارِ ما غریباں نے چراغ نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

عام طور پر ۵۰۰ روپیہ تنخواہ پانے والا افسر ۷۰ روپیہ تنخواہ والے کلرک کو گھٹیا سمجھتا ہے - اسی طرح کوٹھی والا جھونپڑی والے کو اور سوٹ بوٹ والا کھدر والے کو گھٹیا سمجھتا ہے۔ یہ کبر ہے۔ کبر مہلک روحانی بیماری ہے۔ اس کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے -

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ کِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّکُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّ نَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالَ - اَلْکِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (رواہ مسلم) (باب الغضب و الکبر)

ترجمہ - حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا - وہ جنت میں نہ جائیگا۔ ایک شخص نے عرض کیا - ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (کیا یہ بھی تکبر میں داخل ہے) آپ نے فرمایا خداوند تعالےٰ جمیل ہے - اور جمال کو پسند کرتا ہے - اور تکبر کہتے ہیں حق کو باطل کرنا - اور لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھنا۔

ہادی رُخ پھیر دیتا ہے بشرطیکہ اس پہ اعتماد ہو - ہادی یہ تعلیم دیگا - کہ بیٹا خدا کے ہاں دولت کی کوئی قیمت نہیں - اگر اس کے

ہاں دولت کی قیمت ہوتی تو فرعون غرق نہ ہوتا۔ فرعون کے دل میں کبر تھا۔ اس لئے وہ اپنے مقابلہ میں موسےٰؑ کو ذلیل سمجھتا تھا۔ وہ بے ایمان کتا تھا۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّلَا یَکَادُ یُبِیْنُ ۝ فَلَوْلَآ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِکَةُ مُقْتَرِنِیْنَ ۝

سورۃ الزخرف رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرکے کہہ دیا۔ اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہ رہی ہیں پھر تم کیا نہیں دیکھتے۔

کبر کی وجہ سے فرعون کا بیڑا غرق ہُوا۔ اور موسےٰؑ کامیاب ہوئے۔ ہادی اپریشن کریگا۔ وہ مغرور اور متکبر انسان سے کہے گا کہ اے بدنصیب! تو مردود ہے۔ دولت کی وجہ سے تو سینما جاتا ہے اور زنا کرتا ہے۔ اور جس غریب کو تو ذلیل سمجھتا ہے ممکن ہے اللہ تعالےٰ کے ہاں اس کی قیمت زیادہ ہو۔ وہ اللہ تعالےٰ کے دربار کا درباری ہو۔ اس کے پاس پیسہ ہی نہیں کہ سنیما جائے۔ اس مجلس میں آنے سے آہستہ آہستہ رنگ چڑھ جاتا ہے۔ بعض اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ لاہوری ان کے مُنہ پر تھوکنا بھی اپنی کسر شان سمجھیں۔ لیکن اُن کے جوتے پر بھی خدا رحمت اور ان کے ہیٹ پر لعنت نازل ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے مبالغہ نہیں جس طرح بارش جب ہوتی ہے تو جوتا بھی بھیگ جاتا ہے۔ اسی طرح جب کسی وجود پر اللہ تعالےٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ تو اس کے جوتے پر بھی نازل ہوگی۔

جب اللہ تعالےٰ آپ کو یہاں لایا ہے تو مَیں دُعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو خالی نہ لوٹائے۔ مَیں اللہ تعالےٰ کے فضل پر یقین کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اس کے دروازہ پر جو آتا ہے وہ خالی نہیں جاتا۔ جو نہیں آتا اُس کو وہ دیتے نہیں جاتا۔ جیسے ایک شخص اگر کسی کی دعوت کرتا ہے۔ تو اس کی کچھ نہ کچھ خاطر تواضع کرے گا ہی۔ اللہ تعالےٰ جب اپنے دروازہ پر مجھے اور آپ کو لاتا ہے۔ تو دُعا کیجئے کہ وُہ ہم کو امراض روحانی سے شفا عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین

آج مَیں نے ایک رُوحانی بیماری (کبر) کا ذکر کیا ہے۔ دوسری چیز جس کی طرف آج مَیں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وُہ حرام خوری کی عادت ہے۔

اَلْحَرَامُ یَنْجَرُّ اِلَی الْحَرَامِ۔

ترجمہ۔ حرام مال حرام کی طرف کشش کرتا ہے۔

جو حرام کا مال کھائے گا اس کو حرام ہی کی طرف رغبت ہوگی۔ یاد رکھو حرام کھانے سے قبر دوزخ کا گڑھا بن جائیگی۔ جو باطن کے اندھے ہیں وہ تو بڑے شوق سے حرام کھاتے ہیں۔ اگر قرآن مجید کا رنگ چڑھ جائے۔ ایسے شخص کو کوئی حرام دے گا بھی تو نہ لے گا۔ اگر مُنہ میں لکڑی ڈال کر زبردستی کھلانا چاہوگے تو وہ کہے گا چھوڑو تو نگلوں۔ پھر جب چھوڑوگے تو وہ تھوک دے گا۔ اللہ کی باتیں اللہ کے گھر میں ہی سُنائی جاتی ہیں۔ کالجوں۔ دفاتر اور عدالتوں میں یہ باتیں تمہیں کون سُنائے؟ آپ جتنے بیٹھے ہیں یہ تقریباً چار لاکھ انسانی آبادی کا نچوڑ ہیں۔ باقی سب سینما اور دوسرے بدمعاشی کے اڈوں میں ہونگے۔ یا بیٹھکوں میں بیٹھے Discussion (بحث مباحثہ) کر رہے ہونگے۔ یہ ان کی بدقسمتی ہے۔ خوش قسمتی یہ ہے۔ کہ دن کو کما کر لاتے اور بیوی بچوں میں بیٹھ کر کھاتے۔ فرصت کے وقت اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آتے تاکہ دُنیا اور آخرت دونوں سنور جاتیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مال کا مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام پورا کرنا ہے

حضرت ابوواقد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے مال اس لیے اتارا ہے کہ نماز قائم کی جائے اور زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اور اگر ابن آدم کے پاس سونے چاندی کی دو وادیاں بھی ہوں تو وہ ایک اور کی تمنا کرے گا۔ اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے علاوہ کوئی چیز نہیں بھر سکتی، البتہ جو توبہ کرلیتا ہے اللہ اس پر متوجہ ہو جاتا ہے۔ (معجم کبیر: ۳۳۰۱)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۰ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۷ اگست ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

اِنسان کی باطن کی اِصلاح کے مدارج

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ۔ الحمدُ للہِ وَکفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبادِہِ الَّذِینَ اصطَفٰی

اَمَّا بَعد - ہمارا جمعرات کی شام کو آپس میں مل بیٹھنا اس لئے ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمارے باطن کو ایسا بنا دے جیسا کہ وہ اپنے خاص بندوں کو بنانا چاہتا ہے۔ دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ایسا بن کر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین اس کا ذکر آنحضرت صلی علیہ وسلم کے ایک ارشاد میں آتا ہے۔

عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللہَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِکُم وَاَموَالِکُم وَلٰکِن یَّنظُرُ اِلٰی قُلُوبِکُم وَاَعمَالِکُم (رواہ مسلم) (باب الریاء والسمعۃ)

ترجمہ - حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ خداوند تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا - بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

اللہ تعالےٰ کی نظر پہلے دل پر پڑتی ہے پھر دل کے لحاظ سے اعمال کی قیمت دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ میرے اور آپ کے دلوں کو ایسا بنا دے کہ وہ اس کے ہاں سوہنا ہو جائے۔ اگر برتن اندر سے صاف اور قلعی شدہ ہو تو ہر شخص اس میں کھانا پینا پسند کریگا۔ خواہ باہر سے برتن صاف اور قلعی شدہ نہ ہی ہو بعض برتن ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اُوپر سے اُن کو قلعی کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی - اگر برتن چھ ماہ سے صاف نہیں کیا گیا اور وہ اندر سے گندہ ہے تو میرے خیال میں آپ اس میں پانی کبھی نہیں پئیں گے اسی طرح اللہ تعالےٰ کو اندر کی صفائی پسند ہے۔ اندر روحانی امراض سے گندہ ہو تو اللہ تعالےٰ اس کو پسند نہیں فرماتے اندر کی بیماریاں حسد - کبر - ریا - عجب وغیرہ ہیں - اگر یہ بیماریاں اندر رہ گئیں تو ممکن ہے یہ ہماری نیکیوں کو کھا جائیں۔ حسد کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - عَن اَبِی ھُرَیرَۃَ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِیَّاکُم وَالحَسَدَ فَاِنَّ الحَسَدَ یَاکُلُ الحَسَنَاتِ کَمَا تَاکُلُ النَّارُ الحَطَبَ (رواہ ابو داؤد) (باب ما ینھیٰ من التھاجر والتقاطع واتباع العورات)

ترجمہ - ابو ہریرہؓ کہتے ہیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے - (یعنی نیکیوں کو فنا کر دیتا ہے - جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

حضورؐ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نیکیاں تو کی ہیں لیکن حسد نے ان کو برباد کر دیا۔ حسد سے اندر پاک ہو تو نیکیاں نیکیاں شمار ہونگی لیکن اگر اندر کی صفائی نہ ہوئی تو نیکیاں نہ بچیں گی - اللہ کے پاک نام کی برکت سے اور اللہ والوں کی صحبت میں مدتِ مدید تک رہنے سے آہستہ آہستہ طبیعت صاف ہو جاتی ہے - جس طرح ماں ہر وقت بچّے کو ٹوکتی رہتی ہے - بچّہ بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے تو ماں کہتی ہے - کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ - بچّہ آگ کو چھیڑتا ہے تو ماں منع کرتی ہے - انسان کی مثال بعینہٖ بچہ کی سی ہے - یہ غلطیاں کرتا رہتا ہے - ہادی بار بار متنبہ کرتا ہے - پھر اندر کی صفائی ہوتی ہے - کچھ ہادی کے کہنے سے صفائی ہوتی ہے - کچھ عقیدت سے آنے کی برکت سے صفائی ہوتی ہے - اس کے بغیر اندر کی صفائی نہیں ہوتی - فارسی میں کسی نے کہا ہے ع

کہ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم

اندر کی صفائی ہو جائے تو یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے - اگر سالہا سال کے بعد بھی یہ نعمت نصیب ہو جائے - تو اس کو غنیمت سمجھا جائے۔ ان کے وصال کے وقت حضرت دین پوری کی عمر ۱۱۰ سال کے قریب تھی - وہ میری بیعت کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے مَیں نے چالیس سال تک ان کی خدمت میں آمد و رفت رکھی ہے - اللہ تعالےٰ کے فضل سے کچھ میرے کاسۂ گدائی میں پڑتا ہی رہتا تھا - آخر حضرتؒ ہزار سال بھی زندہ رہتے اور میں بھی اتنی مُدّت تک زندہ رہتا تو ہزار سال ان کے دروازہ پر حاضر ہوتا رہتا - ان کی زندگی میں جب کبھی مَیں سندھ جاتا تھا تو میری مجال نہ تھی کہ حاضری دیئے بغیر گزر جاؤں جاتے ہوئے یا آتے ہوئے ضرور حاضر ہوتا - حضرت کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے مولوی عبدالہادی نے مجھے لکھا کہ پہلے آپ ضرور آتے تھے اب آپ کیوں نہیں آتے - مَیں نے انہیں جواب میں لکھا کہ اس کی دو وجہ ہیں ایک تو حضرتؒ کے جوتوں سے کچھ لینا ہوتا تھا - دوسرا ان کی طبیعت میں ملال کا ڈر ہوتا تھا - اب یہ دونوں باتیں نہیں ہیں - شیخ کامل کے دل میں ملال کا آنا طالبِ صادق کے لئے موت کا سبب بن جاتا ہے - ملال سے کنکشن کٹ جاتا ہے - مَیں انگریز سے اتنا نہ ڈرتا تھا جتنا اپنے دونوں مربیوں سے ڈرتا تھا - انگریز کو تو مَیں روز بُرا بھلا کہتا تھا - میرا نظریہ تھا کہ نوجوان کے دل میں یہ عقیدہ راسخ کر دیا جائے - کہ انگریز دشمنِ اسلام ہے - میرے ہاں جو آتے تھے وہ دل میں انگریز کو بُرا سمجھتے تھے جو اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر نہیں آتے ان کو وضع پسند ہے تو انگریز کی - تمدن پسند ہے تو انگریز کا - صورت پیاری ہے تو انگریز کی - انگریز کانٹے اور چھری سے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے - یہ بھی بائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں - مَیں انگریز کی عقل کی داد دیتا ہوں - کہ وہ مسلمان زادوں اور مسلمان زادیوں کو اسلام کا دشمن بنا گیا - یہی تو مولوی کو بے ایمان کہتے ہیں

انسان کے اخلاق کا پتہ اس وقت چلتا ہے - جب کسی سے تصادم ہو - اللہ والوں کی صحبت میں تربیت یافتہ ہوگا - تو ہر تکلیف کو اپنے گناہ کی شامت سمجھے گا - دوسروں سے نہیں لڑیگا - اس طرح نفس کے اغوا سے بچے گا اور گناہ

سے توبہ کرے گا۔ کسی نے فارسی میں کہا ہے۔ آنچہ برماست از ماست۔ ترجمہ جو تکلیف ہم پر آئی ہے یہ ہمارے اعمال کی سزا ہے۔ مثلاً کسی نے اسے بیوقوف کہدیا تو سمجھے گا کوئی حماقت کا کام کیا ہوگا۔ تو وہ کہلوا رہا ہے۔ ہر معاملہ میں اپنے آپ کو قصوروار سمجھے گا اس طرح نفس کے اغوا سے بچ جائیگا۔ کسی کو اللہ تعالےٰ نے موٹر دی ہے تو یہ خیال کرے گا مجھے اس نے ٹانگیں تو دی ہیں۔ کسی کا محتاج تو نہیں کیا۔ کچّا ہوگا تو ہر ایک سے لڑے گا۔ داڑھی اور ریش بڑھا کر۔ سبز کُرتہ اور ٹوپ پہن کر فقیر بن جائے گا۔ لیکن ہر ایک سے لڑتا پھرے گا۔ دوسروں کی نعمتیں دیکھ کر حسد سے جلے گا۔ بار بار ناشکری کرے گا۔ شیخ سعدیؒ کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ ان کے پاؤں میں جوتہ نہ تھا۔ طبیعت پریشان تھی۔ جامع مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے۔ تو ایک شخص کو دیکھا اس کی ٹانگیں کٹی ہوئی تھیں۔ اُنہوں نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا کہ جوتا نہیں تو نہ سہی۔ پاؤں تو دیئے ہیں۔

ع گفتن و کردن فرق دارد۔ یہ باتیں کہنی تو آسان ہیں۔ یہ حال بن جائیں یہ ذرا مشکل کام ہے۔ نوکر نے کوئی ایسی بات کہدی جس سے دل جل گیا۔ اللہ والوں کی صحبت میں تربیت یافتہ ہوگا۔ تو نوکر پر خفا نہ ہوگا بلکہ یہ خیال کرے گا کہ میں نے آقائے حقیقی کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اُٹھایا ہوگا۔ جبھی تو اُس نے نوکر سے میری توہین کرادی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس مقام پر پہنچائے اسی کا نام اصلاح ہے۔ اصلاح کا یہ مطلب ہے۔ کہ اندر ٹھیک ہو جائے۔

اس کے اُوپر ایک اور درجہ آتا ہے۔ اس میں انسان اللہ تعالےٰ کو شفیق اور مہربان سمجھتا ہے۔ پھر اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ عربی میں کسی نے کہا ہے ؎

اَفَادَتْکُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّیْ ثَلَاثَۃً
یَدِیْ وَلِسَانِیْ وَضَمِیْرَ الْمُحَجَّبَا

ترجمہ۔ اے میرے محسن! تیرے احسانوں نے میری تین چیزوں کو تیرا بنا دیا ہے۔ میرے ہاتھ بھی تیرے شکریہ کے لئے اٹھتے ہیں۔ میری زبان بھی تیری تعریف کرتی ہے۔ اور میرے سینہ میں جو دل چھپا ہوا وہ بھی تیرا ہی ممنونِ احسان ہے)

اس درجہ میں انسان ہر حکم کو محبوب کا حکم سمجھ کر اس کی تعمیل کرتا ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید کی اِس آیت میں آتا ہے۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

سورہ آل عمران رکوع ۳ پارہ ۳

ترجمہ۔ کہہ دو اگر تم اللہ کی محبّت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔

جب تک باطن کی صفائی نہ ہو اعمال ضائع ہوتے رہتے ہیں۔ سندھی زبان میں ایک ضرب المثل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اندھی پیستی گئی اور کُتیا چاٹتی گئی۔ باطن کے اندھوں کے اعمال صالحہ کا یہی حال ہوتا ہے۔ وہ نیکیاں کرتے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے نیکیوں کے انبار لگا دیئے ہیں۔ لیکن امراضِ روحانی کی وجہ سے سب نیکیاں برباد ہوتی جاتی ہیں۔ کوئی نیکی حسد سے برباد ہوگئی اور کسی کو کبر کھا گیا۔ کبر نکل جائے تو پھر انسان سمجھتا ہے کہ اگرچہ کپڑے میرے اس سے اچھے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ کو یہ زیادہ محبوب ہو۔ اگرچہ میں بڑا سیٹھ اور زمیندار ہوں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا نور اس کے دل میں زیادہ ہو ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ (وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا ط)

سورہ ابراہیم رکوع ۵ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔

جب انسان اللہ تعالےٰ کی ہر نعمت کو اس کا فضل سمجھے گا تو اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے اعتراضوں سے بری ہو جائے گی پھر اول تو گناہ ہی نہ ہونگے۔ اگر ہونگے تو محبوب معاف کرتا جائے گا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ہر تکلیف کو . . . . اپنے گناہوں کی شامت سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس پر الزام دھرنے سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

یہ پہلی سیڑھی ہے۔ دوسری سیڑھی یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو محبوب سمجھا جائے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو یہ درجہ بھی نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

مَیں نے تو یہی دیکھا ہے کہ جس نے کچھ پایا ادب سے پایا۔ کامل کے دل میں ذرا ملال آئے تو کنکشن کٹ جاتا ہے۔ مَیں تو اللہ والوں سے بہت ڈرتا تھا۔ اللہ والوں سے دوستی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی کام آتی ہے۔

ایک دولتمند کی کسی بزرگ سے دوستی تھی۔ وہ بزرگ بہت عرصہ کے بعد اس دولتمند سے ملنے کے لئے آئے تو معلوم ہُوا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ وہ بزرگ اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اُنہوں نے دیکھا کہ عذاب ہو رہا ہے۔ واپس آکر اس کے ورثا سے کہا کہ دیگیں پکاؤ۔ جو آئے کھلاتے جاؤ۔

پھر جاکر دیکھا تو قبر ٹھنڈی ہو چکی تھی اور عذاب ٹل چکا تھا۔ کوئی اللہ تعالےٰ کا ایسا بندہ کھانا کھا گیا۔ جس کی دُعا سے عذاب ٹل گیا۔ ایک اور بزرگ کا واقعہ ہے۔ انہوں نے ایک سانپ کو دیکھا تو اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو اس نے جواب دیا کہ فلاں شخص کو ڈسنے کے لئے جا رہا ہوں۔ یہ بزرگ اس شخص کے مکان پر پہلے پہنچ گئے۔ اس نے عزّت سے بٹھایا اور خوب خاطر مدارات کی۔ یہ کھانا کھا چکے تو سانپ سانپ کا شور ہُوا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہُوا کہ سانپ نے صاحب خانہ کو ڈسنا چاہا مگر اللہ تعالےٰ نے بچا لیا۔ اس بزرگ نے سانپ سے واپسی پر پوچھا کہ ڈس آئے ہو۔ اس نے جواب کہ میرے پہنچنے سے پہلے آپ نے کھانا کھا لیا تھا۔ اس لئے میرا وار کارگر نہ ہُوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی دُعا سے بلا ٹل گئی۔ اللہ تعالیٰ کی بخشش کے راہ نیارے ہیں

یہ اللہ والوں سے سیکھی ہوئی باتیں ہیں۔ مَیں آپ کو انہیں کے راستہ پر لے جا رہا ہوں۔ پھر بھی لاہوری کہتے ہیں کہ بزرگوں کا ادب نہیں کرتے۔ مَیں اللہ والوں کا جتنا ادب کرتا ہوں۔ لاہوریوں میں سے شاید ہی کوئی کرتا ہو۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مَیں کہا کرتا ہوں کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے جو موتی ملتے ہیں وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے۔ نہیں ہوتے یہ ادب نہیں تو اور کیا ہے؟

اکثر لاہوری حفظ مراتب نہیں کرتے۔ اس لئے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کسی نے کہا ہے۔ ع

حفظِ مراتب گر نکنی زندیقی

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس کو محبوب بنا کر اس کے ہر حکم کی تعمیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۲۷ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

رسول اللہ کی اُمت میں سے پاس ہونے والوں کے چار درجے ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْد۔ عرض یہ ہے کہ جمعرات کی شام کو ہمارا یہ اجتماع اس لئے ہوتا ہے کہ ہم آپس میں مل بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کا ذکر کریں۔ تنہا ذکر کرنے میں اتنی برکت نہیں ہوتی جتنی جماعت کے ساتھ مل کر نے سے ہوتی ہے۔ جماعت کے ساتھ مل کر ذکر کرنے کی برکت کا ذکر ایک حدیث شریف میں آتا ہے۔ یہ حدیث شریف میں بارہا عرض کر چکا ہوں ۔ ۴

عرض یہ ہے کہ ہم یہاں اس غرض کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ کی منشاء کے مطابق ہمارا باطن پاک ہو جائے۔ اگر باطن امراض رُوحانی سے پاک ہو گیا تو اللہ تعالےٰ کی رحمت ہمارے شامل حال ہوگی۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ اگر امراض رُوحانی سے باطن پاک نہ ہُوا تو قبر جہنّم کا گڑھا بن جائیگی۔ جن کی قبر جہنم کا گڑھا بنتی ہے ان کے دو درجے ہیں۔

۱۔ جن کا ایمان سلامت تھا۔ یعنی کُفر۔ شرک اور نفاق اعتقادی سے جن کا سینہ صاف تھا۔ سینہ میں نور توحید تھا اور شرک سے سینہ پاک تھا۔ دل میں ایمان تھا۔ کفر نہ تھا۔ اخلاق تھا۔ نفاق اعتقادی نہ تھا۔ لیکن کسی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ اِن گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے قبر کو جہنّم کا گڑھا بنا دیا جائے گا۔ سزا بھگتنے کے بعد عذاب ٹل جائے گا۔ اور قیامت کے دن ان کو بہشت میں داخل کر دیا جائے گا۔

۲۔ جن کے دل میں کفر۔ شرک یا نفاق اعتقادی تھا ان کی قبر بھی جہنّم کا گڑھا بنے گی۔ قیامت کے دن حساب کتاب کے بعد ان کو ابدالآباد کے لئے جہنّم میں داخل کر دیا جائیگا۔ میرا فرض ہے کہ مَیں آپ کی ایسی رہنمائی کروں کہ میرا اور آپ کا باطن ایسا پاک ہو جائے کہ اللہ تعالےٰ ہماری قبروں کو بہشت کا باغ بنا دیں۔

امراضِ روحانی سے شفا یاب ہونا عذاب قبر سے بچنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی جتنی ذمہ داریاں ہیں سب کو اپنی استطاعت کے مطابق نبھائے۔ انسان سمجھتا نہیں لیکن اس کی ذمہ داریاں اتنی زیادہ ہیں کہ جن کی کوئی حد نہیں۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ اگر ماں کے پیٹ میں انسان کو ان سب ذمہ داریوں کا علم ہو جاتا تو یہ ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا کہ اے اللہ مَیں باز آیا۔ مجھے دُنیا میں نہ ہی بھجوائیں تو بہتر ہے۔ اوّل تو اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا مشکل ہے وہ تب راضی ہوگا جب مخلوقِ خدا کو راضی کریں گے۔ مخلوقِ خُدا میں بے شمار انسانوں کے حقوق ہمارے ذمہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ ابّا۔ امّاں۔ بہن۔ بھائی سب کو راضی کرنا پڑے گا۔ ابّا تب راضی ہوگا۔ جب اس کے ماں باپ اور بہن بھائیوں یعنی دادی۔ دادا۔ پھوپھی اور چچا کو راضی کریں گے۔ اسی طرح اماں کو راضی کرنے کے لئے نانا۔ نانی۔ ماموں اور خالہ کو راضی کرنا پڑے گا۔ بہن اور بھائی کو راضی کرنے کے لئے ان کی اولاد کو بھی راضی کرنا پڑے گا۔

ظاہر کی صفائی تو سب کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ظاہر کی صفائی کو نہیں دیکھتے۔ وہ تو دل کی صفائی کو دیکھتے ہیں۔ حضورؐ اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (رواہ مسلم)

(باب الریاء والسمعۃ)

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔)

غرضیکہ اس اجتماع کا مقصد یہ ہے۔ کہ میرا اور آپ کا اندر پاک ہو جائے۔ سب ذمہ داریوں کو نبھانا تکلیف مالایطاق نہیں۔ یہ مسئلہ لاینحل بھی نہیں۔ صرف ایک مرکزی نقطہ کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ نقطہ خوفِ خدا ہے۔ دل میں خوفِ خدا ہو تو انسان سب کے ساتھ ٹھیک چلتا ہے۔

یہ تو تمہید ہی تھی۔ آج میں ایک نئی بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جس طرح آپ کے ہاں پاس ہونے والوں کے تین درجے ہیں۔ فرسٹ ڈویژن۔ سیکنڈ ڈویژن۔ تھرڈ ڈویژن۔ ہر طالب علم چاہتا ہے کہ فرسٹ اور سیکنڈ ڈویژن میں پاس نہ ہو تو کم از کم تھرڈ ڈویژن میں تو پاس ہو جائے

۴ ز ۲۵ جولائی ۱۹۵۸ء کے شمارہ کی مجلس ذکر میں اس حدیث شریف کا ترجمہ پیش کیا جا چکا ہے۔ اس کو ملاحظہ کر لیا جائے۔ (مدیر)

اسی طرح اللہ تعالےٰ کے ہاں چار درجے ہیں - جن کا ذکر قرآن پاک میں آتا ہے - دُعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ مجھے ہر چیز اول قرآن مجید اور اس کے بعد حدیث شریف کی روشنی میں عرض کرنے کی توفیق عطا فرمائے - قرآن مجید کی اس آیت میں ان چار درجوں کا ذکر آتا ہے -

(وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ)

سورہ النساء رکوع ۹ پارہ ۵

ترجمہ - اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہو تو وہ ان کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا وہ نبی اور صدیق اور شہدا اور صالح ہیں - یہ رفیق کیسے اچھے ہیں -

انبیاء علیہم السلام فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونگے - صدیقین سیکنڈ ڈویژن - شہدا تھرڈ ڈویژن اور صالحین فورتھ ڈویژن میں پاس ہوں گے -

یہ ہیں اللہ تعالےٰ کے چار ڈویژن - اللہ تعالےٰ حضورؐ کی اُمّت کو سبق دے رہے ہیں - کہ تم میں سے جو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہؐ کی تابعداری کریں گے ان کو ان حضرات کے ساتھ شامل کردیا جائے گا - یہ خود پیغمبر - صدیق - شہید اور صالح نہیں ہونگے - لیکن ایسے نیک ہونگے کہ ان حضرات کی معیت کا شرف پائیں گے - یہ سب رسول اللہ کے اُمّتی ہوں گے - فرسٹ ڈویژن میں پاس ہونے اور انبیاء علیہم السلام کی معیت کا شرف پانے والے وہ حضرات ہونگے جن کو نہ دولت اور نہ جائداد مطلوب تھی - ان کو فقط اللہ تعالےٰ کے بندوں کی اصلاح کی فکر تھی - وہ دن رات اسی فکر میں سرگرداں تھے - نہ اولاد یاد تھی ، نہ کھانا پینا یاد تھا اور نہ آرام یاد تھا - انبیاء علیہم السلام کے اندر بھی یہی جذبہ ہوتا ہے - ان کو نہ معاوضہ کا خیال ہوتا ہے اور نہ جان کی پروا ہوتی ہے - وہ یہ اعلان فرماتے ہیں -

(وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝)

(سورہ الشعراء رکوع ۶ پارہ ۱۹)

ترجمہ - اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا - میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے -

انبیاء علیہم السلام کام کیا کرتے ہیں ؟

اس کے متعلق نوحؑ جو سب سے پہلے پیغمبر ہیں - فرماتے ہیں

(قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝)

سورہ نوح رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - کہا اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بُلایا -

انبیاء علیہم السلام دن رات اصلاحِ خلق اللہ کا کام کرتے ہیں - اور اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضروریات کا کفیل ایک اللہ تعالےٰ کو بناتے ہیں - ان کو دن رات اصلاح خلق اللہ کی فکر ہوتی ہے - وہ ان کو جہنّم سے بچانے کی تدابیر بتلاتے رہتے ہیں -

حضورؐ کی اُمّت کی نجات کا پروگرام ارکان خمسۂ اسلام ہے - کلمہ توحید کے بعد پانچ وقتہ نماز ادا کریں - سال میں ایک مہینہ ماہ رمضان کے روزے رکھیں - اگر اللہ تعالےٰ نے دولت دی ہے تو ہر سال پائی پائی گن کر زکوٰۃ ادا کریں اور عمر میں ایک دفعہ حج کریں - اللہ تعالےٰ کفر - شرک اور نفاقِ اعتقادی سے محفوظ رکھے - اور سینہ میں نورِ توحید بھردے - تو انشاء اللہ نجات ہو جائے گی - یہ ایک درجہ والوں کا میں ذکر کر رہا ہوں - یہ خود نبی نہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کی شان میں فنا ہیں -

نماز کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں مندرجہ ذیل فرمانِ شاہی جاری فرمایا تھا - جو مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے -

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى عُمَّالِهٖ اِنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِيْ الصَّلٰوةُ مَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ الحدیث رواہ مالک) (باب المواقیت)

ترجمہ - حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے عاملوں (حاکموں) کو یہ لکھا کہ تمہارے کاموں میں میرے نزدیک سب سے اہم نماز ہے - پس جس نے محافظت کی نماز کی اور محفوظ رکھا اس کو اس نے محافظت کی اپنے دین کی اور جس نے ضائع کیا نماز کو پس وہ ضائع کرنے والا ہے بہت زیادہ اس چیز کو جو نماز کے سوا ہے -

حضرت عمرؓ کے نزدیک سب کاموں کے لئے نماز معیار ہے - اس فرمانِ شاہی کے بعد ان کا کوئی افسر بے نماز رہ سکتا تھا - مجھے یاد ہے کسی زمانہ میں دہلی سے بمبئی تک ایک میل گاڑی چلا کرتی تھی - جس میں صرف فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے ڈبے ہوتے تھے - انٹر اور تیسرا درجہ نہ تھا - لیکن ان فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے مسافروں کی معیت میں سفر کرنے والے سرونٹ بھی اسی گاڑی میں جاتے تھے - ان کے پاس ٹکٹ تھرڈ کلاس کے ہوتے تھے - یہ ہے معیت کا شرف -

سورہ النساء کی جو آیت میں نے اُوپر ذکر کی ہے اس میں کم از کم درجہ صالحین کا ہے - صالح کس کو کہتے ہیں؟ آپ پھل وہ پسند کرتے ہیں جو سالم ہو - یعنی جس میں کوئی داغ نہ ہو - مثلاً آم اگر ۴/۵ حصّہ اچھا اور ۱/۵ حصہ سڑا ہُوا ہو تو آپ لائیں گے ؟ میرے خیال میں آپ کبھی نہیں لائیں گے - آپ کو آم سالم چاہیئے - اسی طرح صالح وہ ہے جس کا تعلق بالخالق اور تعلق بالمخلوق دونوں درست ہوں - صالح فقط پانچ وقتہ نمازی نہیں نہ فقط روزہ دار ہے - فقط زکوٰۃ دینے والا بھی نہیں - فقط حج کرنے والا نہیں - فقط تہجد گزار بھی نہیں - صالح بننے کے لئے اور کچھ بھی ضروری ہے - تعلق بالمخلوق بھی درست ہو -

گھر جاکر اس آئینہ میں مُنہ دیکھئے - کہ کس کس سے تعلق درست ہے - نفس نہیں مرتا یہ تعلق درست نہیں ہونے دیتا - بھائی اور بہن آپ سے نہیں بولتے تو آپ بھی ان سے نہیں بولتے - وہ آپ کے گھر نہیں آتے تو آپ ان کے ہاں نہیں جاتے - اور کہتے یہ ہیں کہ ہم بھی اسی باپ کے بیٹے ہیں - کیا یہ ہم سے زیادہ معزز نہیں ؟

یہ شیطانی الفاظ ہیں جو آپ کے مُنہ سے نکلتے ہیں - خوفِ خدا ہو تو ہر ایک سے اپنا اپنا معاملہ درست کرنے کی فکر ہوتی ہے - پھر انسان اس شعر پر عمل کرتا ہے ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تُو

پھر یہ سمجھتا ہے کہ وہ آئیں یا نہ آئیں ہمیں ضرور جانا چاہیئے - وہ ہمیں پوچھیں

یا نہ پوچھیں ہم ضرور پوچھیں چوتھے درجہ میں پاس ہونے کی یہ شرط ہے۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں بھلے مانس ہونے کا اور معیار ہے۔ ہمارا اور معیار ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتے ہم ان کو بھی بھلے مانس اور نیک کہتے ہیں۔ ہمارے بھلے مانسوں کی اللہ تعالےٰ کے ہاں کوئی قدر نہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو صالح بنائے آمین یا الٰہ العالمین۔

خالق اور مخلوق دونوں سے تعلق درست ہو تو یہ پاس ہونے کے لئے چوتھا یعنی ادنےٰ درجہ ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو لاتا ہے اور آپ کے عزیز و اقربا نہیں آتے۔ آپ کی اصلاح تو ہو جانی چاہئے۔ یہ اتمام حجت ہو رہا ہے۔ کیا آپ کو پتہ نہیں کہ ماں اور باپ کو راضی کرنا ضروری ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاحَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ (رواہ ابن ماجہ) (باب البر والصِّلۃ)

ترجمہ۔ حضرت ابو امامہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ والدین کا حق اولاد پر کیا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دونوں تمہاری جنّت اور جہنّم ہیں۔

ماں باپ دُعا دینگے تو جنّت میں جاؤ گے وہ بد دُعا دینگے تو جہنّم میں جاؤ گے۔

میرے پاس ایک عورت آئی جس نے مجھے بتلایا کہ میرا خاوند آوارہ مزاج تھا۔ میرے چار لڑکے ہیں۔ چاروں کو میں نے محنت مزدوری کرکے ۱۲۔۱۲۔ و ۱۴۔ ۱۴ جماعت تک پڑھایا۔ بڑا لڑکا ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ لیتا تھا۔ اب وہ بدبخت مر گیا ہے۔ مجھے چاروں ایک پیسہ نہیں دیتے۔ جب مانگتی ہوں تو کہتے ہیں کہ ہماری بیویوں سے لو۔ ایک دوسرا شخص ہے۔ جس کا باپ مر گیا ہے۔ اور وہ بڑا تعلیم یافتہ ہے۔ ماں زندہ ہے۔ وہ بازار سے حلوا پوری لاتا ہے۔ دونوں میاں بیوی کھاتے ہیں۔ ماں دیکھتی رہتی ہے۔ اور پھر کہتا ہے خبر نہیں کیا کھاتی ہے۔

اس قسم کے لوگ خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے۔ میرے پاس عورتیں تعویذ لینے کے لئے آتی ہیں اور اس قسم کے واقعات سُنا جاتی ہیں۔ ماں باپ کو ستانے والوں کو نہ نماز اور نہ روزہ جہنم سے بچائیگا نہ زکوٰۃ اور نہ ڈبل حج۔ ان کے لئے میں دوزخ کا فتوےٰ دے رہا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کے بندوں کا حق پہلے ہے اور اللہ تعالےٰ کا ان کے بعد ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی کے باعث ایسے لوگ پہلے دوزخ میں جائیں گے اور حضورؐ کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکل کر آئینگے۔ میرا فرض ہے کہ میں کتاب و سُنّت کی روشنی میں آپ کی رہنمائی کروں۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ ہم سے کیا چاہتا ہے۔ اگر ہم اپنی استطاعت کے مطابق مخلوقِ خدا کو راضی رکھنے کی کوشش کریں گے۔ اور پھر بھی وہ راضی نہ ہونگے تو اللہ تعالےٰ ان سے فرمائے گا کہ تمہاری شکایت بیجا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔

سورہ البقرہ رکوع ۴۰ پارہ ۳

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا۔ مگر اُسی کا جو اس کی طاقت میں ہو۔

ایک شخص کو پچھتر ۷۵ روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ ۱۵ روپے ماہوار مکان کا کرایہ دے دیتا ہے۔ باقی ساٹھ روپیہ میں چار بچّے اور دو میاں بیوی نے گزارا کرنا ہے۔ لیکن وہ اس میں سے چار روپے ماہوار ماں کو علاوہ خوراک و پوشاک کے جیب خرچ کے لئے بھی دیتا ہے۔ پھر بھی اگر ماں ناراض ہو تو اس کا کیا قصور ہے۔ فیصلہ تو اللہ تعالےٰ نے کرنا ہے وہ جانتا ہے کہ ماں کی شکایت بیجا ہے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کے ہاں اس شخص کو بری الذمہ قرار دیا جائے گا۔

ابھی مضمون باقی ہے وقت ختم ہو چکا ہے اس لئے باقی تین درجوں کے متعلق انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ جمعرات عرض کرونگا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو صالح بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مجلسِ ذکر منعقدہ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۱ اگست ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی -

اللہ اللہ کرنیکا جو طریقہ صوفیائے عظام نے تجویز کیا ہوا ہے اسکو سیکھنے کی کیوں ضرورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط - اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی - اَمَّا بَعۡدُ

آج میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ اللہ کرنے کا جو طریقہ صوفیائے عظام نے تجویز کیا ہوا ہے اس کو کسی اللہ والے سے تعلق پیدا کر کے سیکھنے کی کیوں ضرورت ہے؟ صوفیائے عظام کے بہت سارے طریقے ہیں - ان میں سے چار مشہور ہیں - نقشبندی - قادری - چشتی اور سہروردی - اسی طرح فقہائے عظام کے چار مسلک مشہور ہیں - حنفی - شافعی - مالکی اور حنبلی - اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تو صوفیائے عظام کے طریقہ کے مطابق صحابہ کرام اللہ اللہ نہیں کیا کرتے تھے اب کیا ضرورت ہے؟ آج میں اسی اعتراض کا جواب عرض کرنا چاہتا ہوں - ایک مثال عرض کرنی چاہتا ہوں - جس سے آپ سمجھ جائیں گے - کہ اللہ اللہ کرنے کی کیوں ضرورت ہے؟ جب سورج نکلا ہوا ہو تو میں آپ سے پوچھتا ہوں کسی کو چراغ جلانے کی ضرورت ہے؟ ہرگز نہیں جو جلائے گا وہ بیوقوف سمجھا جائے گا - لیکن جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو ہر شخص کو اپنا چراغ جلانے کی ضرورت ہوتی ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور آپ کی صحبت کی برکت سے پاک ہو گیا -

سبحان اللہ! صحابہ کرام ایسے پاک ہو گئے کہ ان کی نظیر نہ دُنیا کی آنکھوں نے پہلے دیکھی تھی نہ بعد میں دیکھی جائیگی یہ ٹھیک ہے کہ وہ اللہ ہو کا ذکر نہیں کرتے تھے - حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کیمیا اثر سے ان کے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہو گئی تھی کہ بعد میں ریاضت سے بھی ایسی صلاحیت کسی میں آج تک پیدا نہیں ہوئی - ان کی اس صلاحیت کی تعریفیں آسمان سے آئیں -

(وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ط وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا)

سورہ النساء رکوع ۱۷ پارہ ۵

ترجمہ - اور جو کوئی رسولؐ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے خلاف چلے تو ہم اُسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اُسے دوزخ میں ڈالینگے - اور بہت بُرا ٹھکانا ہے)

کمال دیکھئے اللہ تعالےٰ نے صحابہ کرامؓ کو حضورؐ کے ساتھ مساوی درجہ پر لا کر کھڑا کر دیا - اس آیت میں المومنین کے مصداق صحابہ کرامؓ ہی ہیں - حضورؐ تو پیغمبر ہیں - معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ عین حضورؐ کے نقشِ قدم پر جا رہے تھے - اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو بھی ہمارے لئے نمونہ بنا دیا - اللہ تعالےٰ صحابہ کرامؓ کی تنقیص کرنے والوں کو ہدایت عطا فرمائیں - آمین یا الٰہ العالمین - صحابہ کرامؓ نے کلمہ تو حضورؐ ہی سے پڑھا تھا - آپؐ کی برکت ہی سے ان کو ایمان اور اسلام نصیب ہوا - لیکن اللہ تعالےٰ نے ان کو حضورؐ کے ساتھ معیار بنا دیا - ان کی مخالفت کرنے والوں کے لئے فرماتے ہیں کہ ہم ان کو چھوڑ دینگے کیونکہ دین میں زبردستی نہیں ہے -

(لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ) ۳ - البقرہ رکوع ۳۴ پارہ ۳

ترجمہ - دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں ہے -

لیکن ان کی مخالفت کر کے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کو جنت میں بھیجا جائے گا - نہیں - اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا - نولہ ماتولیٰ و نصلہ جہنم -

صحابہ کرامؓ نے قلبی - سرّی اور روحی وظیفے کبھی نہیں کئے تھے - ان کو ان کی ضرورت ہی نہ تھی - جب آفتاب رسالت اپنی کرنوں سے جہان کو روشن کر رہا تھا - تو کسی کو اپنا چراغ جلانے کی کیا ضرورت تھی - یہ وظیفے تو سورج غروب ہونے کے بعد اپنا چراغ جلانے کے مصداق ہیں - ان کے سامنے حضورؐ نمونہ موجود تھے -

(لَقَدۡ کَانَ لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ) الآیہ سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے -

اللہ تعالےٰ صحابہ کرامؓ کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے - آمین یا الٰہ العالمین

ان کو تو ہماری دُعاؤں کی ضرورت نہیں - ہمیں ان کے ساتھ عقیدت کا اظہار کرنے کی ضرورت ہے - جس طرح سورج کے غروب ہو جانے کے بعد جو شخص بھی اپنا چراغ نہیں جلائے گا وہ کسی کنوئیں یا گڑھے میں گر کر ہلاک ہو جائے گا - اسی طرح اب حضورؐ کے بعد جو شخص ذکرِ الٰہی کی کثرت سے اپنے اندرونی امراضِ روحانی سے شفا نہیں پائیگا خطرہ ہے کہ اندرونی امراض روحانی کے باعث گمراہی کے کسی گڑھے میں جا گرے -

سرگودھا کے علاقہ میں کسی زمانہ میں مکھن عام - گھی عام - دودھ عام - لسی عام تھا - ہر چیز کھری ملتی تھی - کھلی ہوا تھی - کبھی سُنا ہی نہ تھا کہ کوئی بیمار بھی ہوتا ہے - وہاں کے بعض دوستوں نے مجھے بتلایا کہ ہمارے بزرگ کہا کرتے کہ ہم کبھی کبھی سُنا کرتے تھے کہ لاہور میں بعض آدمی بیمار ہوتے ہیں - اس لئے اس زمانے میں حکیم اور ڈاکٹر بہت کم ہوتے تھے - آج سے ۴۰ سال پہلے لاہور میں صرف دو حکیم تھے - مفتی سلیم اللہ صاحبؒ اور حکیم عالم شاہ صاحب مرحوم - اب گھی - دودھ - آٹا - ہلدی - مرچ - ہر چیز میں کھوٹ ہوتا ہے - اس لئے بیماریاں عام ہو گئی ہیں - اور چپہ چپہ پر حکیموں اور ڈاکٹروں کی دُکانیں ہیں - امریکہ سے جو گندم آرہی ہے اس کا آٹا ڈپوؤں سے ملتا ہے - اس کے کھانے سے پیٹ خراب ہو جاتا ہے - پیٹ کے خراب ہو جانے سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں -

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اسی چیز کو اُدھر لے جائیے - حضورؐ کا آفتابِ رسالت نکلا ہوا تھا - آپ کی صحبت

با برکت ہیں جو پہنچ گیا وہ رنگا گیا صحابہ کرامؓ ایسے رنگے گئے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو بھی ہمارے لئے نمونہ بنا دیا۔ ان کو صوفیاء کرام کے اذکار (قلبی۔ روحی۔ سری نفسی) کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اس کے متعلق حضورؐ کا ایک ارشاد عرض کرتا ہوں

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانٍ رضؓ قَالَ ذَكَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّجَّالَ فَقَالَ اِنْ يَّخْرُجْ وَاَنَا فِيْكُمْ فَاَنَا حَجِيْجُهٗ دُوْنَكُمْ وَاِنْ يَّخْرُجْ وَلَسْتُ فِيْكُمْ فَامْرُءٌ حَجِيْجُ نَفْسِهٖ الحدیث (رواہ مسلم) (باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال)

ترجمہ۔ نواس بن سمعانؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اگر دجال خروج کرے اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو مَیں اُس سے تمہارے سامنے بحث وگفتگو کروں گا (اور اس پر غالب آوں گا) اور اگر وہ اس وقت نکلے جب کہ مَیں تجھ میں موجود نہ ہوں تو تم میں سے ہر شخص اپنی طرف سے اس سے بحث و گفتگو کرنے والا ہو گا۔ (یعنی اس کی بُرائیوں کو رفع کرنے والا اور اپنے آپ کو اس سے بچانے والا)

اس حدیث شریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضورؐ کے وصال کے بعد آپؐ کے ہر اُمتی کو اپنی فکر آپ کرنے کی ضرورت ہے۔ اور سُنئے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ يَجِيْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ اَحَدِهِمْ يَمِيْنَهٗ وَيَمِيْنُهٗ شَهَادَتَهٗ (متفق علیہ) (باب الاقضیۃ والشہادات)

ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بہترین لوگوں کا میرا قرن (زمانہ) ہے پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہیں۔ اور اس کے بعد وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔ پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قسم سے پہلے گواہی دیں گے۔ اور گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے۔ (یعنی بہترین لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں (صحابہؓ) پھر ان کے بعد کے لوگ (تابعین) اور پھر ان کے بعد کے لوگ (تبع تابعین) اور اس کے بعد کا زمانہ اعتبار کے قابل نہیں۔

آپؐ کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرامؓ ہیں۔ صحابی وہی ہے جو آپؐ کی صحبت سے مستفیض ہُوا۔ آپ اور صحابہ کرامؓ کا بہترین زمانہ ہے صحابہ کرامؓ کو حضورؐ کے ساتھ قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے نمونہ بنا دیا گیا

اس کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کے زمانہ کا آپؐ نے ذکر فرمایا۔ ہم تو بعد کے فتنہ والے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں اب تو کھرے کھوٹے کو پرکھنے کی استعداد پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ میرا تعلق قادریہ خاندان سے ہے۔ لیکن مَیں صوفیاء کرام کے چاروں طریقوں کو ٹھیک سمجھتا ہوں۔ اور سب کی عزت کرتا ہوں۔ آپ سے بھی یہی عرض کروں گا کہ آپ بھی سب سے محبت رکھئے۔ چاروں طریقوں کا مقصد وصول الی اللہ ہے۔

مَیں کہا کرتا ہوں کہ شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو باطن میں ایک چراغ جلتا ہے۔ پھر تمیز ہوتی ہے ہٰذا حلالٌ و ہٰذا حرامٌ۔ یہ تمیز پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ طالب صادق کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ شیخ سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت۔ اللہ تعالےٰ ہر ایک کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

علماء اور صوفیاء میں سے کوئی کوئی کھرا سودا بیچتا ہے۔ اکثر کھوٹا سودا ہی بیچتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اللہ اللہ سیکھنے کی کیوں ضرورت ہے؟ اللہ تعالےٰ صوفیائے کرام کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ جنہوں نے ہمیں اللہ اللہ کرنے کے طریقے سکھلائے ہیں۔ اللہ ہُو کے پاک نام کی برکت سے حلال حرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر حرام مال سے پکایا ہُوا قورما۔ پلاؤ اور زردہ وغیرہ کھانے سے انسان کے دل میں نفرت پیدا ہوگی کیونکہ اس کو یقین ہے کہ ان کے کھانے سے اِدھر دل سیاہ ہو جائیگا اور اُدھر اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائیں گے۔ اللہ ہُو کے پاک نام کی برکت سے اندر کا چراغ روشن ہو جائے تو انسان ٹھیک چلتا ہے۔ پھر یہ سوکھے ٹکڑوں کو دُنیا دار کے پلاؤ۔ زردہ اور قورما پر ترجیح دیتا ہے۔ کیونکہ اس سے اللہ ہُو کے پاک نام کی لذّت فنا ہو جاتی ہے۔ ہادی سے تعلق ہو تو پتہ چلتا ہے کہ کس وجہ سے مار پڑی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی پیغمبر کی اُمّت اس درجۂ کمال تک نہیں پہنچی۔ اب آپؐ کے وصال کے بعد اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ ان حالات میں خطرات سے بچنے کے لئے ہر ایک کو چراغ جلانے کی ضرورت ہے۔

جن کو حلال حرام کی تمیز نہیں۔ وُہ سب اندھے ہیں۔ آپ کہتے ہیں بینا سارے اندھا کوئی۔ مَیں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی۔ اللہ تعالےٰ کی اصطلاح میں اندھا اور ہے۔ ہماری اصطلاح میں اندھا اور ہے۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝

سورہ الحج رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

اگر ایک شخص آنکھوں سے اندھا ہے تو وہ ٹٹول کر معلوم کر لے گا۔ کہ اس پلیٹ میں پلاؤ ہے۔ اور اس میں زردہ ہے۔ لیکن اگر وہ باطن کا بینا ہے تو ہر ایک چیز کے متعلق بتلا دیگا کہ یہ حرام ہے۔ اور یہ حلال ہے۔ اگر پلاؤ حرام ہے۔ تو یہ بھی بتلائیگا کہ اس میں گھی حرام کا ہے۔ یا چاول یا نمک۔ یہ تمیز ہو تو اندھا بینا ورنہ بینا بھی اندھا۔ اسی لئے تو مَیں کہا کرتا ہوں کہ تمہارے وزیر اندھے۔ امیر اندھے۔ سیٹھ اندھے۔ زمیندار اندھے۔ اس اندھا پن کی وجہ سے حرام کھائیں گے۔ اور مرنے کے بعد قبر جہنّم کا گڑھا بن جائے گی۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ كَانَتِ النَّارُ اَوْلٰى بِهٖ (رواہ احمد والدارمی، والبیہقی فی شعب الایمان) (باب الکسب و طلب الحلال)

ترجمہ۔ جابرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہے۔ جنّت میں داخل نہ ہوگا۔ اور جس گوشت نے حرام (مال) سے نشوونما حاصل کی ہے۔ وہ دوزخ کے لائق ہے۔ (احمد۔ دارمی۔ بیہقی)

باطن کا بینا ساری دُنیا قربان کر دیگا مگر حرام نہ کھائے گا۔ خواہ آپ ہزار منتیں کریں۔

باطن کا بینا ہر محلہ میں اوسطاً ایک بھی نہیں برادری میں ایک نہیں۔ ہزار میں ایک نہیں۔ ہر پچاس ہزار میں ایک نہیں۔ ایک لاکھ میں ایک نہیں

باقی صفحہ ۱۸ پر

ہمیشہ کام آنے والی چیز

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا: میت کے پیچھے تین چیزیں جاتی ہیں، دو چیزیں واپس لوٹ آتی ہیں اور ایک اس کے ساتھ رہ جاتی ہے۔اس کے گھر کے لوگ اور اس کی دولت واپس لوٹ آتے ہیں اور اس کا عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔(صحیح بخاری:٦٥١٤)

صدقہ کیجیے چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! کون سا صدقہ سب سے افضل ہے ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مالی قلت کا شکار آدمی کا محنت کر کے صدقہ نکالنا۔ (مسند احمد: ٢٠٥)

ہمیشہ باقی رہنے والے اعمال

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مرجاتا ہے تو تین اعمال کے علاوہ تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (١)صدقہ جاریہ۔(٢) وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے ۔(٣) یا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہے۔ (صحیح مسلم: ١٦٣١)

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۰ سے آگے)

اس قدر لاہور میں اندھا پن ہے۔
حضورؐ کے وصال کے بعد جب فسادات پیدا ہو گئے تو ان طریقوں کی ضرورت پیدا ہوئی۔ اور صوفیاء کرام نے ان کو ایجاد کیا۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ پیروں اور مولویوں کی اکثریت کھوٹی ہے۔ حضرت امروٹیؒ جلالی مزاج تھے۔ان کے پاس ایک پیر صاحب مہمان آکر ٹھہرے۔ حضرتؒ نے پیر صاحب کی بڑی خاطر مدارات کی۔ وہ جانے لگے تو ان سے فرمایا کہ آپ کو کسی سے بیعت لینا جائز ہی نہیں۔کسی کے دل میں گھسنا آسان کام ہے؟
اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ ہو کے پاک نام سے اپنے باطن کو صاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یا الہ العالمین

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۱۲ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

صحیح معنوں میں وہ شخص مسلمان ہے

جو

بظاہر ارکانِ اسلام کا پابند ہو اور باطن میں جس کی زندگی کا نصب العین حصول رضائے الٰہی ہو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَمَّا بَعْد- میں آپ سے مختلف عنوانوں سے ایک چیز عرض کیا کرتا ہوں - سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے - اور وہ چیز یہ ہے کہ سب کچھ بننا ہے آسان - سب سے مشکل بننا ہے انسان - انسان بناتا ہے فقط قرآن - انسانیت کا مکمل نمونہ ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم - انبیائے سابقین علیہم السلام بھی اپنی اپنی قوم کے لئے مکمل نمونہ تھے - لیکن ان کے اقوال اور افعال میں سے کوئی چیز محفوظ نہیں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں - کہ ان کے کلام میں سے صرف ایک فقرہ محفوظ ہے - اور وہ فقرہ یہ ہے - اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

فارسی میں اس کا کسی نے ترجمہ کیا ہے ع

بے حیا باش ہر چہ خواہی کن

جب اس کا حیا کا پردہ چاک ہو جاتا ہے تو انسان سے زیادہ کوئی بے حیا نہیں ہوتا - عورت شرم و حیا کا پتلا ہے لیکن بازاری عورتوں کو دیکھئے وہ بعض اوقات ایسے پھکڑ تولتی اور ایسا بکواس کرتی ہیں کہ ایک شریف آدمی ان کو سننا بھی گوارا نہیں کر سکتا - یہ ہے اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ -

یہ حضورؐ کی خصوصیت ہے کہ آپؐ کا ہر قول اور ہر فعل محفوظ ہے - اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت عطا فرمائے - جو یہ کہتے ہیں کہ آپؐ کا کوئی ارشاد محفوظ نہیں ہے - احادیث میں میاں بیوی کے متعلق ایسے پوست کندہ حالات بیان کئے گئے ہیں جن کو کوئی شخص بھی دوسرے سے بیان کرنا پسند نہیں کرے گا - لیکن ازواجِ مطہرات کو ان کو بیان کرنے کی اجازت تھی - کیوں؟ حضورؐ کا ہر قول اور فعل امت کے لئے نمونہ ہے - اس لئے ہمیں ان حالات کی ضرورت ہے -

(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ

سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱

ترجمہ - البتہ تمہارے لئے رسولؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اچھا نمونہ ہے جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے -

مثلاً ایام ماہواری میں یہودی عورت کو نجس محض سمجھتے تھے - وہ نہ کھانے کو ہاتھ لگائے - نہ پاس بیٹھنے پائے - نہ اس کو چھوا جائے - عرب ایسے آزاد تھے کہ وہ کسی چیز سے پرہیز نہ کرتے تھے - نہ یہود کا مسلک ٹھیک تھا اور نہ عرب کا - بلکہ حق دونوں

مصیبتوں سے نجات

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدقہ کرنے میں جلدی کرو کیونکہ مصیبت اس کو پھلانگ کر آگے نہیں بڑھ سکتی۔

(شعب الایمان: ۳۰۸۲)

کے بین بین تھا۔ مثلاً حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ میں جس پیالہ سے پانی پیتی تھی حضورؐ اسی پیالہ سے پانی پیتے اور اسی جگہ مُنہ لگا کر پیتے تھے۔ جہاں مَیں مُنہ لگا کر پیتی تھی۔ اور مَیں حائضہ ہوتی تھی۔ اس سے معلوم ہُوا کہ حائضہ عورت کا وجود پلید نہیں ہے۔ بلکہ لعابِ دہن بھی پلید نہیں ہے۔

یہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات ہیں۔ اگر صحابہ کرامؓ ان حالات کو چھپاتے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتے۔ یہ باتیں دروازہٴ الٰہی پر آنے سے سمجھ میں آتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا اپنے دروازہ پر آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

ان باتوں کی سمجھ نہ ہونے کے باعث بڑے بڑے زمیندار اور عہدہ دار فرعون مزاج بنے ہُوئے ہیں۔ وہ غریبوں پر ظلم کرتے ہیں۔ کیا یہ انسان ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مَیں عرض کر رہا تھا کہ سب کچھ بننا آسان ہے۔ لیکن انسان بننا سب سے مشکل ہے۔ انسان فقط قرآن بناتا ہے۔ اور انسانیت کا نمونہ حضورؐ ہیں۔ قرآن مجید اور حضورؐ کا اسوہ حسنہ دونوں محفوظ ہیں۔ یہ دونوں خود نہیں بولتے۔ قرآن مجید کو حال بنانا اور حضورؐ کے رنگ میں رنگے جانا۔ اس کے لئے ہادی کی ضرورت ہے جس طرح ماں ہر وقت بچّے کی رہنمائی کرتی ہے۔ یہ نہ کرنا۔ وہ نہ کرنا۔ وہ ٹوکتی اور روکتی رہتی ہے۔ اسی طرح ہادی ہر وقت ٹوکتا رہتا ہے۔ ہادی کی ذاتی غرض کوئی نہیں ہوتی۔ جو اس کی گرفت اور شکنجے میں آگیا ہادی اس کو انسان بنا دیتا ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر فن کا کامل اپنے شاگرد کو کچھ زبانی ہدایات دیتا ہے اور کچھ کر کے دکھاتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ شاگرد بھی کامل بن جاتا ہے۔

وفات کے وقت میرے حضرت دین پوریؒ کی عمر تقریباً ۱۱۰ سال کی تھی۔ آخری عمر میں ان کے ہوش ٹھکانے نہ رہے تھے ہمارے امام مسجد قاری محمد ابراہیم صاحب پاس بیٹھ کر عرض کیا کرتے تھے۔ اب رکوع کریں۔ اور اب سجدہ کریں۔ جوانی میں حضرتؒ نماز باجماعت سے رہ جانے والے خادم کو پانچ جوتے لگوایا کرتے تھے۔ وہ حضرتؒ کے عاشق تھے۔ سمجھتے تھے کہ اپنا فدائی سمجھ کر جوتے لگواتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ لیلیٰ نے دیگ پکوا کر فقرا میں تقسیم کی۔ جو آتا اس کو پیالہ بھر کر دے دیتی۔ جب مجنوں آیا تو اس کا پیالہ لے کر زمین پر دے مارا۔ وہ ناچتا کُودتا واپس چلا گیا۔ کہ مجھ سے خصوصی تعلق ہے جبھی تو یہ امتیازی سلوک کیا ہے۔ جو ہادی کی سختی کو سہ گیا وہ انسان بن گیا ہادی کے شکنجے میں آنا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ خواہشاتِ نفسانی سے روکتا ہے۔

حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں جماعت کے سب لوگ کھدر کے کپڑے پہنا کرتے تھے۔ جن کو کیکر کے چھلکوں میں رنگا جاتا تھا۔ جماعت کے سب آدمیوں کو عشاء کی نماز کے بعد ایک ایک پیالہ پھیکے بھات کا ملتا تھا۔ جس میں نہ نمک اور نہ گھی ہوتا تھا۔ رات کو ایک دو دفعہ کھُل کر پیشاب آیا طبیعت صاف ہوگئی۔ اور تہجد کے لئے اُٹھ بیٹھے دن کو کبھی روٹی اور گھنگھنیاں ملتی تھیں یہ غذا کھانے والا حضرتؒ کا ایک بُوڑھا خادم ایک دفعہ مجھ سے پوچھتا ہے مولوی صاحب کیا ہم قیامت کے دن اللہ کو دیکھیں گے۔ اُس کی بڑی نعمتیں کھائی ہیں اس کو دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ مَیں نے جواب دیا جی ہاں ہم اللہ کو دیکھیں گے یہ صحبت کا اثر ہے۔ کامل کا عکس پڑا ہُوا ہے۔ نعمتیں کیا کھائی ہیں پھیکا بھات اور گھنگھنیاں۔ اے دُنیا دار! مَیں تجھ سے پوچھتا ہوں۔ کہ کبھی کیک۔ انڈے۔ پلاؤ۔ زردے اور قورمے کھا کر تمہیں بھی اللہ تعالےٰ کی ملاقات کا شوق پیدا ہُوا؟

جہاں تک مجھے یاد ہے مَیں نے شکایت کبھی نہیں کی۔ لیکن ایک دفعہ مجھے حضرت دین پوریؒ نے فرمایا کہ گھر والوں سے کہنا کہ برتن مانجھ کر اوندھے رکھ دیں اور خود مصلّیٰ بچھا کر نفل شروع کر دیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کے خزانہ سے لینے اور تنگدستی دُور کرنے کا نسخہ ارشاد فرمایا۔ کسبِ معاش کا طریقہ بتلایا۔ یہ نہیں فرمایا کہ قرضہ لے کر کھائیں۔

مَیں عرض کر رہا تھا کہ انسان کو انسان بنانا سب سے مشکل کام ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ تماشا کرنے والے بکرے کو سواری بناتے ہیں۔ اور بندر کو سوار۔ کیسا عجیب کھیل ہے۔ دوسرا کھیل وہ بندر کو بندریا سے ناراض کر کے دکھلاتے ہیں۔ بندریا اس کو مناتی ہے۔ بندر کو انسانیت کے افعال سکھلانا آسان ہیں۔ وہ انسانیت کے افعال سیکھ کر انسان کی نقالی کرتا ہے۔ لیکن انسان کو صحیح معنوں میں انسان بنانا بڑا مشکل ہے۔ انبیاءؑ انسان کو انسان بناتے ہیں۔ انبیاءؑ کے ساتھ انسانوں نے جو سلوک کیا اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

(اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۝)

سورہ البقرہ رکوع ۱۱ پارہ ۱

ترجمہ۔ کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لایا جسے تم نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے۔ پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کیا۔

پیغمبر سے بڑھ کر خلق خدا پر کوئی شفیق نہیں ہوتا۔ یہ بدبخت انسان اس کو جھٹلاتے ہیں۔ بعض کو قتل بھی کیا گیا۔ یہ اہل کتاب کا ذکر کیا گیا ہے۔ انسانوں نے سب انبیاءؑ کا مذاق اُڑایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پاگل کہا گیا۔ اللہ تعالےٰ آپؐ کو تسلّی دیتے ہیں۔

(نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ۝)

سورہ القلم رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ قلم کی قسم ہے اور اس کی جو اُس سے لکھتے ہیں۔ آپ اللہ کے فضل سے دیوانہ نہیں ہیں۔ اور آپ کے لئے تو بے شمار اجر ہے۔

آگے چل کر فرماتے ہیں

(فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ۝)

ترجمہ۔ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔

عقلمند ہی جیتتا ہے۔ پاگل کبھی نہیں جیت سکتا۔ مکّہ معظمہ فتح ہوگیا۔ اور وہاں اللہ تعالےٰ کے نام کا جھنڈا جب لہرا دیا گیا۔ تو پتہ چلا کہ پاگل کون تھا۔

(اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۝)

سورہ النصر پارہ ۳۰

ترجمہ جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق درجوق داخل ہوتے دیکھ لیا۔

عوام تو بجائے خود رہے اچھے اچھے قابل آدمی تعلیم جدید اور تعلیم قدیم کے تعلیم یافتہ ٹھکر کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اندر کیا ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں تربیت کرائے تو ان باتوں کی سمجھ آتی ہے کہ خلقِ خدا سے بُرائی کرکے کوئی نہیں پنپ سکتا ؎

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

مظلوم کی آہیں ستیاناس کر دیتی ہیں ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق   اِستقبال می آید

دوسروں کی ایذا دہی پر حضورؐ کو اللہ تعالےٰ صبر کی تلقین فرماتے ہیں

(فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ ۚ الآیہ)

سورہ الاحقاف رکوع ۴ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ پھر صبر کر جیسا کہ عالی ہمت رسولوں نے کیا ہے۔ اور ان کے لئے جلدی نہ کر۔

اُمت کو بھی یہی تعلیم ہوگی۔ وہ ستائیں اور یہ صبر کریں۔ یہ کتنوں میں ذوق ہے؟ عوام میں ہے؟ دُنیادار میں ہے؟ علماء میں ہے؟ اگر تربیت یافتہ ہوگا تو صبر کریگا اسے کوئی ستائے گا تو یہ خدا کے فیصلہ کا انتظار کرے گا۔ ۳۰ – ۳۲ سال کا واقعہ ہے میرے پاس ایک پولیس انسپکٹر یا سب انسپکٹر آیا۔ وہ قوی ہیکل جوان تھا کسی جرم میں معطل ہوگیا تھا اور بھیک مانگ رہا تھا۔ وہ میرے پاس سر فضل حسینؒ اور سر محمد شفیعؒ کی سفارش لایا۔ اور کہنے لگا کہ مدرسہ کے لڑکوں کو خرچنے کے لئے پیسہ پیسہ اور دو دو پیسے جو ملتے ہیں مجھے اس میں سے کچھ جمع کر دیا جائے۔ کسی مظلوم کی آہ پڑ گئی ہے۔

ہر چیز کی ایک ظاہری شکل ہوتی ہے اور ایک باطن کی خاصیت ہوتی ہے اگر کسی چیز کی ظاہری شکل بھی وہی ہے اور اندر کی خاصیت بھی وہی ہے۔ تب اس چیز کو اس کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اسلام کی ظاہری صورت بھی ہو اور باطن کی خاصیت بھی ہو تو ایسا اسلام اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول ہے۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ارکانِ اسلام کی صورت ہے۔ اسلام کا اندر کیا ہے؟ (قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝) سورہ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ۔ کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

یہ حضورؐ کی زندگی کا نصب العین ہے۔ اور حضورؐ ہمارے لئے عملی نمونہ ہیں۔ اس لئے ہمارا بھی لمحہ حیات اللہ کے لئے وقف ہونا چاہئے۔ یہ اندر کی خاصیت ہونی چاہئے کتنے ہیں جن کو یہ نعمت نصیب ہے۔ مسلمانوں کو پتہ ہی نہیں کہ زندگی کا نصب العین کیا ہونا چاہئے۔ الا ماشاء اللہ۔ جو مسلمان نماز نہیں پڑھتے۔ رمضان شریف کے روزے نہیں رکھتے اگر اللہ تعالےٰ نے دولت دی ہے تو پائی پائی گن کر نہ زکوٰۃ ادا کرتے اور نہ حج کرتے ہیں۔ تو ان میں اور گنگا رام یا خوشحال سنگھ میں کیا فرق ہے۔ کیا ان کے کانوں کی بالیوں پر لکھا ہُوا ہے۔ ہٰذا مسلم۔ جو لندن کے حاجی بن گئے مگر خانہ کعبہ کے حاجی نہ بنے۔ ان میں اور گنگا رام یا خوشحال سنگھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ محمد دین۔ عبداللہ جان۔ عبدالرحمٰن نام رکھوا لینے سے کچھ نہیں بنتا۔ نام گنگا رام ہو اندر ایمان ہو اور ارکانِ اسلام کا پابند ہو تو مَیں فتویٰ دیتا ہوں کہ یہ پکّا مسلمان ہے۔

امیر نماز نہیں پڑھتا تو وہ بھی فاسق۔ غریب نماز نہیں پڑھتا تو وہ بھی فاسق۔ اگر عورت نماز نہیں پڑھتی تو اس کو فاسقہ کہا جائے گا۔ ان کو مسلمان نہیں کہا جاتا۔ اگر دل میں ایمان نہ ہو کافر ہے۔ فاسق کے معنی ہیں بدمعاش مرد اور فاسقہ کے معنی ہیں بدمعاش عورت۔

اوصی نفسی اولاً و ایّاکم بعدہٗ پہلے مَیں اپنے نفس سے کہتا ہوں اور پھر آپ سے عرض کرتا ہوں۔ کہ یہ میرا اور آپ کا فرض ہے کہ ہم اسلام کی ظاہری صورت کی بھی پابندی کریں اور اندر میں ہر کام اللہ تعالےٰ کی رضا کے لئے کریں۔ اگر نیت اللہ تعالےٰ کی رضا بنا لی جائے تو ہر کام نیکی کے کھاتے میں آسکتا ہے۔ اگر نیّت اللہ تعالےٰ کی رضا نہیں تو اس کو کیا ضرورت۔ کہ آپ کی نیکی کو نیکی شمار فرمائے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی نیتیں درست کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اِلٰہ العالمین

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۹ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ ۔ آج کی معروضات کا عنوان ۔ ہے

ہادی کی صحبت میں کم از کم مدت مدید تک زندگی بسر کرنے سے انسان اپنے بہشتی یا دوزخی ہونے کا اندازہ لگا سکتا ہے

اندازہ سے مراد یہ ہے کہ یہ قطعی چیز ...ں ہے۔ ممکن ہے کہ اندازہ صحیح ہو۔ ...ی کسے کہتے ہیں؟ ہادی فقط وہ شخص ...سکتا ہے جس کی صحبت میں کتاب و ...ت کی آواز اس کے متعلقین کے گوش گزار ...ی رہے۔ دُنیا میں سینکڑوں نہیں ہزاروں ...وں کے بھیس میں ٹھگ ہوتے ہیں۔ ...ین یعنی گمراہ کنندہ ہوتے ہیں۔ جن کو آپ ...۔ سائیں یا فقیر کہتے ہیں ان میں سے ...ٹھگ ہوتے ہیں۔ جب چندہ وصول ...نے کے لئے آتے ہیں تو صاف کیوں نہیں

کہتے کہ ہم چندہ وصول کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ہادی کا بھیس بدل کر کیوں آتے ہیں۔ اگر وہ اپنے متعلقین کو کتاب و سنّت کی روشنی نہیں پہنچا سکتے تو وہ ہادی نہیں مضل ہیں۔ آپ کے ہاں جتنے سائیں فقیر یا صاحبزادہ صاحب آتے ہیں۔ ان میں سے کتنے ہیں جو کتاب و سنّت کی روشنی میں اپنے متعلقین کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم رو ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

ترجمہ۔ کئی شیطان انسانوں کی شکل میں آتے ہیں اس لئے ہر شخص کے ہاتھ میں (بیعت کے لئے) ہاتھ نہیں دے دینا چاہیئے۔

امام الہدیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو آپؐ کے دروازہ کا غلام ہے وہ ہادی ہے اور جو آپؐ کے دروازہ کا غلام نہیں وہ ہادی کیسے ہوسکتا ہے۔ ہادی قلیل اقل ہیں۔ ہادی کے بھیس میں آنے والوں کی اکثریت ٹھگوں کی ہوتی ہے۔ اے پنجابیو! تمہاری عقیدت کے قربان جایئے۔ جو کالے یا گیروئے کپڑے پہن لے اور لٹیں بڑھالے۔ تو تم کہتے ہو کہ سائیں جی آگئے۔ بزرگ آگئے۔ فقیر آگئے۔ جس کا رنگ گورا ہو پنجابی سمجھتے ہیں کہ اس کے چہرہ پر نور برس رہا ہے۔ خواہ وہ کشمیر کا کوئی پنڈت ہی ہو۔ کرنل لارنس نے بھیس بدل کر عربوں کو تباہ و برباد کیا۔ وہ ایک دفعہ پیر بن کر لاہور آیا تو لاہوریوں نے اس کو کوٹھی دی۔ قالین دیئے۔ بلیشمار مرد اور عورتیں صبح و شام اس کی زیارت کے لئے آنے لگے۔ خدا بھلا کرے ہماری انجمن حمایت اسلام لاہور کے صدر مولوی غلام محی الدین قصوری کا کہ اُنہوں نے اس کا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اُنہوں نے لاہوریوں سے کہا۔ کہ یہ تو کرنل لارنس ہے۔ اس کی فوٹو تو دیکھو۔ پھر لاہوریوں نے کوٹھی بھی چھین لی۔ لاہوری خاص کر عورتیں ایک تو فقیروں کی وجہ سے گمراہ ہوتے ہیں۔ اور دوسرے تعویذوں پر مرتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ ہر کام تعویذ سے ہو جائے لڑکا نالائق ہو تو تعویذ دیدو۔ خاوند آوارہ مزاج ہو تو تعویذ دیدو۔ اگر پڑھنے کے لئے کوئی وظیفہ بتایا جائے تو اکثر مرد اور عورتیں پڑھنے کے لئے تیار نہ ہونگی۔ مَیں نے اپنے دونوں مربیّوں سے کبھی تعویذ نہیں مانگا تھا۔ البتہ اُنہوں نے پڑھنے کے لئے بہت کچھ بتلایا۔

مَیں کہا کرتا ہوں جس کو کوئی کام نہ ملے وہ مادر زاد ننگا ہو جائے۔ اور اُلٹی سیدھی باتیں کرنے لگ جائے۔ لوگ کہیں گے یہ مجذوب ہوگئے ہیں۔ پھر دیکھئے صبح سے شام تک کتنے مرد اور عورتیں آتی ہیں۔ اور کتنے نذرانے پیش کئے جاتے ہیں۔ ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا۔ اور نہ ہر مجذوب پاگل ہوتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بعض مجذوب پاگل بھی ہوتے ہیں۔ ان کی لو اُدھر اس قدر لگ جاتی ہے۔ کہ وہ اِدھر سے غافل اور اُدھر سے واصل ہو جاتے ہیں۔ ان کو پہچاننے والے پہچانتے ہیں۔ اندھے نہیں پہچان سکتے۔ مجذوب وہ ہے جس کی انانیت اس طرح پگل گئی ہو جس طرح دھوپ میں مکھن پگل جاتا ہے۔

وہ فَانِیۡ عَنۡ مُرَادِ نَفۡسِهٖ بَاقِیۡ بِمُرَادِ اللّٰهِ تعالیٰ ہوتا ہے۔

اگر ایک شخص ہادی کی صحبت میں عقیدت سے رہے۔ اس کی ہر بات کو گوشِ ہوش سے سُنے۔ لوحِ دل پر لکھ کر لے جائے۔ اور مرتے دم تک نبھائے۔ تو کچھ عرصہ بعد وہ اندازہ کر سکے گا کہ وہ بہشتی ہے یا دوزخی۔ مثال کے طور پر ایک حدیث شریف عرض کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں۔ لَا یُؤۡمِنُ اَحَدُکُمۡ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیۡهِ مَا یُحِبُّ لِنَفۡسِهٖ

ترجمہ۔ (تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اس چیز کو اپنے بھائی کے لئے پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔)

اس ایک حدیث شریف پر عمل کرنے سے سب کدورتیں دل سے نکل جائیں گی۔

اگر اپنے لئے یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی اس کو بدنام نہ کرے۔ تو یہ کسی کو بدنام نہیں کریگا۔ اگر یہ چاہتا ہے کہ اس سے جو قرضہ لے جائے وہ واپس کر جائے تو یہ خود بھی دوسروں سے قرضہ لے کر واپس کر دے گا۔ اگر یہ چاہتا ہے کہ میری بہو بیٹیوں کو کوئی دیکھنے نہ پائے تو یہ بھی کسی کی بہو بیٹیوں کو نہ دیکھے گا۔ اس ایک حدیث سے دل کا تزکیہ اور صفائی ہو جائے گی۔ اس پر عمل کرنے سے نیک ہو جائے گا۔ تو اس کا دل گواہی دیگا کہ اللہ تعالےٰ راضی ہو ہی جائیگا۔ کسی نے کہا ہے ؎

آں را کہ حساب پاک است
از محاسبہ چہ باک

ایک دوسرے ارشاد میں حضورؐ فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کوئی شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو امانت کو ادا کرے۔ یہاں تک کہ کہا جائے گا کہ فلاں قبیلہ میں ایک امین اور دیانتدار شخص ہے۔ میں چالیس سال سے لاہور میں رہتا ہوں۔ لاہور تعلیم کا مرکز ہے۔ کسی زمانہ میں یہاں تیرہ کالج تھے۔ سکولوں کی تعداد اس سے کئی گنا تھی۔ ایک اسلامیہ کالج لاہور کے ماتحت پانچ ہائی سکول ہیں لاہور حکومت کا بھی مرکز ہے۔ میں لاہور کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں تقسیم سے پہلے غصّہ سے کہا کرتا تھا کہ جو قرض لے کر واپس کردے وہ مسلمان نہیں ہندو ہوگا۔ ہندو کی ساکھ تھی۔ مجال ہے کہ وہ وقت پہ ہنڈی نہ بھرے۔ سب ہندو امیر نہ تھے۔ ان میں غریب بھی ہوتے تھے۔ غریب امیر سے قرض لیتا تھا۔ خود بھی کھاتا تھا اور امیر کو بھی نفع دیتا تھا مسلمان کی ساکھ نہ تھی۔ میں کہا کرتا ہوں کہ مجھ پر کسی زمانہ میں ۷۰۰ روپیہ قرضہ تھا۔ اس میں سے میں نے ایک پیسہ بھی نہیں کھایا تھا۔ میرے یار مولوی۔ پیر اور شاہ صاحب ہی ہیں۔ ان کو میں نے اپنے دوستوں سے قرضہ لے کر دیا۔ میں ضامن تھا۔ قرضہ لے کر وعدہ یہ کر کے کہ گھر جاتے ہی منی آرڈر کر دیں گے۔ ان میں سے بعض کے گاؤں میں میں جلسہ کے موقعہ پر گیا بھی لیکن پھر بھی ان کو قرضہ ادا کرنے کا خیال تک نہ آیا۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ (لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ) الآیہ (سورہ البقرہ رکوع ۲۳ پارہ ۲)

ترجمہ۔ ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ۔

اگر بے ایمان نہیں ہے تو ہادی کی صحبت میں رہ کر جب کتاب و سُنّت کی آواز اس کے کانوں میں پہنچے گی تو کچھ نہ کچھ اثر تو ضرور ہوگا۔ پھر کسی سے بد دیانتی فریب اور دھوکہ نہ کریگا۔ تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے نیک ہی ہوگا۔

حضور کا ہر ارشاد دریا در کوزہ بند کا مصداق ہوتا ہے۔ میں نے جو حدیث شریف ابتدا میں عرض کی ہے۔ اس پر عمل کرنے سے انشاء اللہ بیڑا پار ہو جاے گا۔ اگر جان بوجھ کر کسی کو نہ ستائے گا تو اللہ تعالےٰ کیوں ناراض ہوں گے۔ دل جھوٹ نہیں بولتا۔ زبان جھوٹ بولتی ہے حضورؐ فرماتے ہیں۔

عَنْ وَابِصَةَ بْنِ مَعْبَدٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا وَابِصَةُ جِئْتَ تَسْاَلُ عَنِ الْبِرِّ وَالْاِثْمِ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَجَمَعَ اَصَابِعَهٗ فَضَرَبَ بِهَا صَدْرَهٗ وَقَالَ اِسْتَفْتِ نَفْسَكَ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ ثَلٰثًا اَلْبِرُّ مَا اطْمَاَنَّتْ اِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَاَنَّ اِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْاِثْمُ مَا حَاكَ فِى النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِى الصَّدْرِ وَاِنْ اَفْتَاكَ النَّاسُ (رواہ احمد والدارمی) (باب الکسب وطلب الحلال)

ترجمہ۔ وابصہؓ بن معبد نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے وابصہ تو یہ پوچھنے آیا ہے۔ کہ نیکی کیا چیز ہے اور گناہ کیا۔ میں نے عرض کیا ہاں (یہ سن کر) آپؐ نے انگلیوں کو اکٹھا کیا اور میرے سینہ پر مار کر فرمایا اپنے نفس سے پوچھ اپنے دل سے پوچھ۔ تین مرتبہ یہ الفاظ فرمائے۔ (اور پھر فرمایا) نیکی وہ ہے جس سے نفس کو اطمینان حاصل ہو۔ اور جس سے دل کو سکون نصیب ہو۔ اور گناہ وہ ہے جو نفس میں خلش پیدا کرے۔ اور دل میں تردد کا موجب ہو۔ اگرچہ لوگ (اس کے جواز کا فتوےٰ دیں)

اگر کسی سے پانچ روپیہ قرضہ لیا اور اس غریب کو پانچ سال تک چکر لگانے پڑے تو دل خود بخود کہیگا کہ تو ہے تو بے ایمان داڑھی بڑھائی تو کیا ہُوا اور ماتھے پر محراب ہے تو کیا ہُوا۔ اس طریقہ سے ہادی کی صحبت میں اندازہ لگا سکیگا کہ بہشتی ہے یا دوزخی اگر لوگوں پر ظلم کرتا رہا ہے تو ضمیر کہیگا کہ اللہ تعالےٰ مظلوموں کی حمایت کرے گا۔ اور تجھ کو ظلم کی سزا ضرور دے گا۔ اللہ تعالےٰ ظالموں کی حمایت ہرگز نہیں کرتے۔

اور سُنئے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں (وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ۔ اور (اپنے) وعدہ کو پورا کرو۔ بیشک وعدہ کی باز پرس ہوگی۔

مسلمانوں میں اکثریت وعدہ کرکے ایفا نہ کرنے والوں کی ہے۔ کوئی ایفائے عہد کرنے والا ہوگا۔ ستانے والوں کا دُکھ اور سکھ دینے والوں کا سکھ یاد آئے گا۔ تو اول الذکر کو بدی سے اور موخر الذکر کو نیکی سے یاد کرے گا۔ اس کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَةٍ فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا خَيْرًا فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰى فَاَثْنَوْا عَلَيْهَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُؓ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ هٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَهٰذَا اَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَهُ النَّارُ اَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللّٰهِ فِى الْاَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِىْ رِوَايَةٍ اَلْمُؤْمِنُوْنَ شُهَدَاءُ فِى الْاَرْضِ (باب المشی بالجنازۃ)

ترجمہ۔ انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ کی ایک جماعت ایک جنازہ کے پاس سے گزری اور اس کی بھلائی کی تعریف کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کو سُن کر فرمایا واجب ہُوئی۔ پھر یہ جماعت ایک اور جنازہ کے قریب سے گزری اور اس کی بُرائی کی۔ آپؐ نے فرمایا واجب ہُوئی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا چیز واجب ہُوئی آپؐ نے فرمایا جس میت کی تم نے بھلائی کی تعریف کی اس کے لئے جنت واجب ہُوئی اور جس کی تم نے بُرائی کی اس کے لئے دوزخ واجب ہُوئی۔ اور تم لوگ زمین پر خدا کے گواہ ہو۔ اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ مومن بندے زمین پر خدا کے گواہ ہیں۔

ہادی کی صحبت میں یہ آوازیں کانوں میں پڑتی رہیں گی۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ خود ہی اصلاح کی کوشش کرے گا۔ اگر پہلے خلق خدا کو ستاتا اور دکھ دیتا تھا۔ بد عہدی کرتا تھا، اور لوگوں کا مال ناحق کھاتا تھا تو ان آوازوں کو سُن کر آہستہ آہستہ خود ہی ان بُرائیوں سے بچنے کی کوشش کریگا۔

حضور اللہ تعالےٰ کی طرف سے فرماتے ہیں۔ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى

(باقی صفحہ ۱۳ پر)

مال کی حفاظت اور بیماروں کا علاج

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعے محفوظ کرو اور اپنے بیماروں کا علاج صدقہ کے ذریعے کرو اور مصیبتوں کے مقابلے کے لیے دعا کو تیار رکھو۔ (معجم کبیر:۱۰۱۹۶)

دل کی سختی کا علاج

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قساوتِ قلبی (سخت دلی) کی شکایت کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو، اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

(مسند احمد: ۹۰۱۸)

اللہ تعالیٰ کی عطائیں کیسے حاصل ہوں؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو ارشاد ہے کہ تم دوسروں پر خرچ کرتے رہو، میں تم پر خرچ کرتا رہوں گا۔ (صحیح بخاری:۴۶۸۴)

مجلسِ ذکر

(صفحہ ۹ سے آگے)

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِیْ الحدیث (متفق علیہ) (باب ذکر اللہ عزوجل والتقرب الیہ)

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ میری نسبت جو خیال و گمان رکھتا ہے میں اس کے لئے ایسا ہی ہوں۔ یعنی اس سے اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں)

اگر یہ دھوکہ باز ہے تو اس کا دل یہی کہے گا کہ اللہ تعالےٰ تجھ سے راضی نہیں ہیں۔ اگر کسی کو دکھ نہیں دیا۔ تو دل یہی کہے گا کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے بخشش فرما ہی دیں گے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل کے بغیر تو بخشش ہو ہی نہیں سکتی۔ جو کچھ کتاب و سُنّت کی روشنی میں عرض کیا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس پر عمل کر کے دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین۔

آپس میں مل بیٹھنے کا یہ مطلب ہے کہ میرا اور آپ کا تعلق باللہ تعلق بالرسول تعلق بالقرآن اور تعلق بالمخلوق درست ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان سب تعلقات کو درست کر کے دنیا سے جانے کی توفیق عطاء فرمائے آمین

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۶ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ امّابعد

اللہ تعالیٰ جمعرات کو ہمیں اپنے دروازہ پر کچھ دینے کے لئے بلاتے ہیں

دُعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس کے دروازہ سے کچھ لینے کی توفیق عطا فرمائے

ہم اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر یہ لینے کے لئے آتے ہیں کہ ہماری زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق صرف ہو۔ اور ہمارا خاتمہ ایمان کامل پر ہو۔ مَیں جو کچھ عرض کیا کرتا ہوں۔ اسی نقطۂ نگاہ سے عرض کیا کرتا ہوں اس کو گوشِ ہوش سے سُنا کیجئے۔ لوحِ دل پر لکھ کر لے جایا کریں۔ اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کیا کریں۔ انشاء اللہ اس طرح سے اصلاح ہو جائے گی۔ مَیں پہلے کسی مجلس میں عرض کر چکا ہوں۔ کہ اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ انسان ظاہر میں احکامِ الٰہی کا پابند ہو۔ اور باطن میں اس کی رضاء کے سوا کسی کی پرواہ نہ کرے اس کا حوالہ بھی کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ج وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

سورہ انعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ۔ کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور مَیں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

یہ آنحضرتؐ کی مبارک زندگی کا نصب العین ہے۔ آپؐ ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ الآیہ (سورہ الاحزاب ع ۳ پ ۲۱)

ترجمہ۔ البتہ تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نصب العین ہے۔ وہی ہماری زندگی کا ہونا چاہئے۔ حضورؐ کی زبانِ مبارک سے ارشاد ہو رہا ہے۔ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اب مسلمان وہ ہے جس کی زندگی کا نصب العین یہ ہو۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ غیر ضروری کو ضروری پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ ضروری کو غیر ضروری پر قربان نہیں کیا جاتا۔ مثلاً ایک شخص کو باہر سے عدالت میں شہادت کے لئے لاہور طلب کیا گیا ہے۔ اس کو جو سمن بھیجا گیا ہے۔ اس میں لکھا ہُوا ہے کہ آپ فلاں تاریخ کو شہادت کے لئے ۹ بجے صبح سے ۴ بجے شام تک عدالت میں حاضر رہیں۔ اس شخص کی لاہور میں آمد کا مقصد عدالت میں شہادت دینا ہے۔ وہ لاہور میں آنے کے بعد سب کچھ کریگا۔ کھانا بھی کھائے گا رات کو چارپائی پر سوئے گا بھی۔ لیکن جب کوئی اس سے پُوچھے گا کہ آپ کیسے آئے تو وُہ یہی جواب دیگا کہ شہادت کے لئے آیا ہوں وہ پہلے شہادت دے گا اس کے بعد کوئی اور کام کرے گا۔ اگر ۹ بجے سے ۴ بجے تک اُس کو نیند آئے گی تو نیند کو اسے ترک کرنا پڑے گا۔ اگر اس کا دل چاہتا ہے کہ شربت پیا جائے لیکن دوکانیں دس بجے کے بعد کھلتی ہیں تو انتظار کرنے نہ بیٹھ جائے گا۔ وہ پہلے عدالت میں شہادت دے گا پھر اور کام کرے گا۔ اس شخص کے لئے شہادت دینا ضروری ہے۔ شربت پینا یا اور کام کرنا غیر ضروری ہیں۔

مَیں کہا کرتا ہوں کہ جس عقل سے دُنیا میں کام لیتے ہو، اسی عقل سے اللہ تعالےٰ کے معاملہ میں کام لوگے تو نجات ہو جائے گی۔ ورنہ مارے جاؤگے لیکن مسلمانوں کی اکثریت جس عقل سے دُنیا میں کام لیتی ہے اس عقل سے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کام نہیں لیتی۔ مثلاً دُنیا کے معاملہ میں وہ توکل نہیں کرتے۔ پہلے تو وہ سلسلۂ اسباب میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ پھر نتیجہ کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں سلسلۂ اسباب میں ہاتھ نہیں ڈالتے۔ اللہ تعالےٰ ہی پر توکل کرتے ہیں۔ کہ وہ بخش دے گا۔

مَیں پہلے بھی کسی مجلس میں عرض کر چکا ہوں کہ جسمانی امراض کا احساس سب کو ہوتا ہے۔ بچّے کے پیٹ میں درد ہو تو اس کو بھی اس کا احساس ہوتا ہے۔ اسی لئے تو وہ روتا ہے۔ لیکن امراضِ رُوحانی کا احساس بہت کم لوگوں کو ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد تو سب کو احساس ہو جائے گا۔ لیکن ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

امراضِ روحانی کا ذکر تو قرآن مجید اور حدیث شریف میں آتا ہے۔ لیکن ہماری قرآن دانی کا یہ حال ہے کہ ایک لاکھ میں ایک بھی قرآن کا عالم نہیں ہے۔ قرآن کے عالم سے میری مراد یہ ہے کہ مسلکِ نبوّت پر قرآن کی تعلیم دے اور شرط یہ کرے کہ آپ معاوضہ دینگے بھی تو نہیں لونگا۔ سورہ الشعراء پڑھ کر دیکھئے۔ ہر پیغمبر سے اللہ تعالےٰ نے یہ اعلان کرایا ہے۔

(وَمَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝) رکوع ۶ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ اور مَیں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اللہ تعالےٰ نے اسی قسم کا اعلان کروایا ہے۔ (قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ۝ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ) الآیہ سورہ الفرقان رکوع ۵ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ کہہ دو مَیں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے اور تم اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہ مرے گا۔

جو کسی متولی یا ٹرسٹ سے تنخواہ لے گا وہ کبھی حق نہیں کہہ سکتا۔ فارسی میں کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

ترجمہ۔ جو چیز کہ شیروں کو لومڑی کی طرح چاپلوسی سکھا دیتی ہے وہ احتیاج ہے

بی اے اور ایم اے کو تو جانے دیجئے اسکے نصابِ تعلیم میں تو انگریز بے ایمان نے

کلمہ طیبہ بھی نہیں رکھا تھا۔ ان کو قرآن کیسے آسکتا ہے۔ علماء کرام کو بھی قرآن مجید نہیں آتا۔ کیونکہ مدارس عربیہ میں قرآن مجید نہیں پڑھایا جاتا۔ ان کو قرآن شریف سے عبور تو کرایا جاتا ہے۔ لیکن غور و خوض نہیں کرایا جاتا۔ مسلک نبوت پر کام کرنے والا نہ امیر کی اور نہ وزیر کی پرواکرے گا۔ وہ دونوں کے مُنہ پر مارے گا۔ اور وہ ان سے کہے گا کہ تمہاری دولت تمہیں مبارک ہو۔ تم سے لینے میں میرا ایمان خراب ہوگا۔ تمہاری رعایت کرنی پڑے گی۔ یہ جُرأت اللہ والوں کی صحبت میں نصیب ہوتی ہے۔ لاہور میں بڑے بڑے عالم ہیں۔ مگر اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہونے کی وجہ سے ان میں استغنی عن الخلق و احتیاج الی اللہ کا جذبہ نہیں ہے۔ اللہ والے نایاب نہیں ہیں۔ کمیاب ضرور ہیں۔ وہ اتنے قلیل اقل ہیں۔ کہ ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے

اے دنیا دارو! تمہیں اللہ والوں کی ضرورت نہیں۔ اگر تمہیں ان کی ضرورت نہیں تو اللہ تعالےٰ ان کو تمہارے ہاں بھجوا کر کیوں ان کی توہین کرائے۔ لاہوری اللہ والوں کے دشمن ہیں۔ سوداگر مال وہاں لاتا ہے جہاں اس کی مانگ ہو۔ جوہری موتی اور جواہرات دیہات میں نہیں لے کر جاتا دیہات میں تو مولی گاجر کے سوداگر جاتے ہیں۔ موتی اور جواہرات انارکلی لاہور اور چاندنی چوک بازار دہلی میں ملتے ہیں۔ کیونکہ راجے مہاراجے اور نواب وہاں سیر کے لئے آتے ہیں۔

مَیں عرض کر رہا تھا کہ ہادی امراض روحانی کا احساس کراتا ہے۔ ہادی وہ ہے جس کے دائیں ہاتھ میں مشعلِ قرآن ہو۔ اور بائیں ہاتھ میں مشعلِ حدیث خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ ہادی کامل ہو اور طالب صادق ہو تو رنگ چڑھتا ہے۔ طالب صادق کے معنی بھی عرض کیا کرتا ہوں۔ طالب صادق وہ ہے جس کی کامل سے عقیدت ادب اور اطاعت میں فرق نہ آئے۔ جن کو آپ سے عقیدت ادب اور اطاعت نہ تھی وہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازہ سے بھی محروم ہی گئے۔ ان کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

(اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝) سورہ التوبہ رکوع ۱۰ پارہ ۱۰

ترجمہ تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کے لئے ستّر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ تعالےٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔ یہ اس لئے کہ اُنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا اور اللہ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔

اب بھی یہی ہوتا ہے اللہ والوں سے عقیدت۔ ادب اور اطاعت کی نعمت نصیب نہیں وہ محروم ہی رہتے ہیں۔ مَیں کہا کرتا ہوں۔ کہ موتی ملنے ارزاں جواہرات ملنے ارزاں۔ لیکن اللہ والے ملنے اس سے بھی گراں۔ ویسے تو لاہور میں سوائے اہل حدیث کے حنفیوں کے ہر گھر کا ایک پیر ہوگا۔ مولانا غلام رسول مہر اور مولانا عبدالمجید سالک جب روز نامہ "انقلاب" لاہور نکالا کرتے تھے تو ان کے اخبار میں روزانہ پیروں کا ذکر ہوتا تھا۔ ان کو روزانہ خط آتے تھے۔ جن میں کھوٹے پیروں کے واقعات بیان ہوتے تھے۔ کبھی کسی عورت کو پیر کے اغوا کرلینے کا ذکر ہوتا تھا اور کبھی پیر کے کسی سے دھوکہ دے کر روپیہ بٹور لے جانے کا ذکر ہوتا تھا۔ لاہوریوں کو اس قسم کے کھوٹے پیروں کی ضرورت ہے۔ جو انہیں اللہ تعالےٰ کے دروازہ کی طرف بُلائے۔ کفر اور شرک کی رسموں سے روکے۔ اس کو یہ وہابی کہہ کر بدنام کرتے ہیں۔ یہ ان کی بدبختی ہے۔ اگرچہ وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اس قسم کے کھرے ہادی بھی بھجوا رکھے ہیں تاکہ قیامت کے دن لاہوری یہ نہ کہنے پائیں

(مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ)

سورہ المائدہ رکوع ۳ پارہ ۶

ترجمہ۔ ہمارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔

ہم اللہ تعالےٰ کے بندے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت ہیں۔ اس لئے ہم اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیں گے جو کتاب و سُنّت کی روشنی میں خود چلے اور ہمیں چلائے۔ مَیں کہا کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص آسمان پر اُڑتا ہُوا نظر آئے۔ اور لاکھوں مُرید پیچھے لگا کر لائے اور قبلۂ عالم کہلائے اگر اس کا مسلک کتاب و سنّت کے خلاف ہے تو اس کی طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھنا گناہ ہے۔ اس کی بیعت کرنا حرام ہے اور اگر ہو جائے تو توڑنا فرضِ عین ہے۔ ورنہ وہ خود بھی جہنّم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ آسمان پر جانا کوئی کمال نہیں

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ شیاطین آسمان پر جاتے ہیں۔ کتاب و سُنّت کا اتباع کمال ہے۔ کمال یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی مرضی کے خلاف نہ کچھ کھائے نہ کچھ پیئے۔ اور نہ کسی سے ملے۔ غرضیکہ اس کی ہر نقل و حرکت اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت ہو۔

اس کے متعلق اللہ تعالےٰ خود فرماتے ہیں۔ (لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ الآیہ

سورہ المجادلہ رکوع ۳ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے۔ جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ گو وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے

اللہ تعالےٰ تو انسان کی رگوں سے واقف ہے۔ اس لئے وہ ایک ایک رشتہ دار کا ذکر فرما گئے ہیں

جو اللہ کا نہیں وہ ہمارا نہیں۔ خواہ باپ ہو بیٹا ہو بھائی ہو یا برادری کا فرد ہو۔ جو اللہ کا ہے خواہ وہ پرایا ہے تو وُہ ہمارا ہے۔ جس کو ہر کام میں اللہ کی رضا مقصود نہیں وہ ہمارا ہو کیسے سکتا ہے۔ اس آئینہ میں اپنا مُنہ دیکھا کیجئے۔ اگر ہادی کی صحبت میں مدت مدید تک رہ کر ایمان پختہ نہیں ہُوا تو خالہ بے ایمان بنا دیتی ہے۔ نانی بے ایمان بنا دیتی ہے۔ وہ خلاف شرع رسمیں کروا کر بے ایمان بنا لیتی ہیں۔

مَیں پہلے بھی کسی مجلس میں عرض کر چکا ہوں کہ صحت روحانی بحال ہونے کے بعد بھی بگڑ جاتی ہے۔ صحت روحانی ہادی کی صحبت میں بحال ہوتی ہے طبیب روحانی لاکھوں میں کوئی ہوتا ہے۔ اگر ایک لاکھ میں ایک طبیب روحانی ہوتا تو لاہور کی ۱۴ لاکھ آبادی میں ۱۴ تو ہوتے۔ اگر یہاں ۱۴ ہوتے تو لاہور چمک اُٹھتا۔ اول تو ہادی کا پایا جانا کارے دارد۔ اگر مل جائے تو اس سے ہر شخص استفادہ نہیں کر سکتا۔ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے ہادی کی صحبت میں رہنے سے صحت روحانی بحال

ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ ایک قدم اور ایک ایک منٹ کی قیمت دیتے ہیں ؎

رضائے مولا بر ہمہ اولےٰ

یہ صحت روحانی کی بحالی ہے۔ لیکن اس کو قائم رکھنا مشکل ہے۔ ہادی کی صحبت میں گئے تو صحت روحانی بحال ہو گئی۔ بازار میں گئے بلا ساختہ کسی نوجوان بے پردہ لڑکی پر نظر پڑی۔ تو بگڑ گئی۔ میں ایک شخص کا واقعہ ذکر کیا کرتا ہوں جو اُس نے مجھے خود سنایا۔ ان کا بیان ہے کہ اللہ اللہ کرنے کی برکت سے اس کے دل میں ایک چراغ روشن تھا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں پانی والے تالاب کی طرف سے آرہا تھا۔ سُنہری مسجد کے قریب ایک خوبصورت نوجوان دوشیزہ لڑکی سامنے آئی۔ میری نظر کا اس پر پڑنا تھا کہ وہ چراغ بُجھ گیا۔ پھر آج تک روشن نہیں ہُوا۔ اللہ تعالےٰ تو اتنا نازک مزاج محبوب ہے۔ کہ غیر پر نظر پڑ جائے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ میری اور آپ کی صحت روحانی ہمیشہ بحال رکھے۔ آمین یا الٰہ العالمین

اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے بگڑ جائے تو اس کو دوبارہ بحال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صحت کی بحالی کی تدبیر اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمائی۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

سورہ کہف رکوع ۴ پارہ ۱۵

ترجمہ ۔ تو ان لوگوں کی صحبت میں رہ جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ اسی کی رضامندی چاہتے ہیں۔ اور تُو اپنی آنکھوں کو اُن سے نہ ہٹا کہ تُو دُنیا کی زندگی کی زینت تلاش کرنے لگ جائے۔

اگر ایسی جماعت مل جائے تو ان کی صحبت میں بیٹھئے۔ اگر جماعت نہ ملے۔ اور کوئی اللہ کا ایسا بندہ مل جائے تو اس کی صحبت کو غنیمت جانئے۔ اگر دونوں میں سے کوئی نہ ملے تو پھر حضورؐ کے اس ارشاد پر عمل کیجئے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍؓ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ فَقَالَ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ ۔ رواہ احمد والترمذی

ترجمہ ۔ عقبہ بن عامرؓ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور عرض کی نجات کیا ہے ۔ پس آپؐ نے فرمایا۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھ۔ گھر میں بیٹھ اور اپنے گناہوں پر رو۔

یہ نجات کا پروگرام ہے۔ بیشک روٹی کمانے کے لئے کوئی پیشہ اختیار کریں لیکن اس کے بعد تسبیح لے کر مسجد میں یا گھر میں بیٹھئے۔ پھر فضول DISCUSSION میں وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔ تمہیں غیر متعلقہ کاموں سے کیا تعلق ہے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین ۔ ایمان اور اسلام اس کا فضل ہے۔ وہ جب چاہے چھین لے۔ اے اللہ! ہم تجھ سے دُعا کرتے ہیں کہ جب تو نے اپنے فضل سے ہمیں ایمان اور اسلام عطا فرمایا ہے تو یہ دونوں چیزیں ہمارے پاس رہنے دینا۔ کسی گناہ کی وجہ سے چھین نہ لینا۔

احد پہاڑ کے برابر سونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو میری خوشی ہوگی کہ مجھ پر تین راتیں بھی ایسی نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی ہو، بجز اس کے کہ میں کسی قرض کی ادائیگی کے لیے اس میں سے کچھ روک لوں۔ (صحیح بخاری: ۲۳۸۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۂ

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مُرتّبہ

حضرت مولانا احمد علی صاحب

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی

اَمَّا بَعدُ

ولادت باسعادت خیرالخلائق سیّد البشر صلی اللہ علیہ وسلم

برادرانِ ملّت! وہ کون سا کلمہ گو ہے جسے خیرالخلائق سیّد البشر خاتم النبیاء والمرسلین علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر فخر نہیں؟ ہر مسلم حضور سراپا نور کے وجود باجود کو ابرِ رحمت خیال کرتا ہے۔ یہی نہیں۔ بلکہ آپ رحمتہ للعالمین ہیں۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسلمانوں کو حضور سراپا نور کے ظہور کی خوشی اس لیے ہے کہ آپ کی برکت سے انہیں وہ آبِ حیات ملا جس سے وہ دنیا میں مُردہ قوم سے زندہ قوم بن گئے۔

ذلیل سے عزیز قوم بن گئے
بداخلاق سے با اخلاق بن گئے
مفسد سے مصلح بن گئے
بد امن سے امن پسند بن گئے
راہزن سے محافظِ راہ بن گئے
غیر متمدن سے متمدن بن گئے
چور سے پاسبان بن گئے
بت پرست سے خدا پرست بن گئے

انسان کی محسن حقیقی جل مجدہ سے سرکشی

حضور سراپا نور کے ظہور سے پہلے دنیا کیا تھی؟ ایک ظلمت کدہ تھی محسن حقیقی جلّ مجدہٗ کی احسان فراموشی کا بازار گرم تھا۔ عموماً ہر دل محسن کشی کے جذباتِ رویّہ سے لبریز تھا خداپرستی جو انسان کا فطرتی جذبہ تھا۔ اس کی بجائے حجر پرستی شجر پرستی اور بت پرستی وغیرہ کا دور دورہ تھا۔ بلکہ وہ قومیں (یہود و نصارٰی) جنہیں خالص خداپرستی کا دعویٰ تھا۔ اور جو انبیاء علیہم السلام کے نقش قدم پر چلنے کے مدعی تھے۔ وہ بھی انسان پرستی کے مہلک مرض میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ قولہ تعالیٰ: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ (پ ۱۰ رکوع ۱۱) (ترجمہ: یہود کہتے تھے کہ عزیر علیہ السلام خدا تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نصارٰی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے (انتہیٰ)

باہمی تعلّقات کی خرابی

بعض تعلقاتِ انسانی میں اس قدر سنگدلی آگئی تھی کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے (عرب) یا گلا گھونٹ کر مار دیتے تھے۔ (ہندوستان) بد چلنی پر فخر ہوتا تھا۔ کہیں بعض انسانوں کو پیدائشی کمینہ اور خلقتی غلام سمجھا جاتا تھا اور اس خلقتی کمینہ کا سایہ دوسری قسم کے انسانوں پر پڑ جائے تو وہ ناپاک ہو جاتے تھے۔ حاصل یہ ہے کہ ساری دنیا میں ظلمتِ کفر و شرک کی گھٹائیں چاروں طرف چھا رہی تھیں بداخلاقیوں کا دور دورہ تھا۔ مذہب ایک بازیچۂ اطفال بنا ہوا تھا جیسے چاہا موڑا توڑا جسے چاہا کافر بنایا۔ جسے چاہا جہنم کا مستحق ٹھہرایا علماء اہل کتاب ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلا کرتے تھے خود کہ مذہبی مقتدا ظاہر کر کے ہر قسم کے اموالِ الٰہی پر قابض ہوتے تھے اور ادائے حقوق اللہ میں سب سے زیادہ سست تھے۔

قولہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (پ۱۰ رکوع ۱۱)

ضرورتِ مُصلح

نظامِ عالم کو ان تمام آلائشوں سے پاک کرنے کے لیے ایک ایسے مُصلح کی ضرورت تھی جس کی برکت سے یہ تمام نقائص دور ہو جاتے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مخزنِ برکات

نظامِ عالم کو جس جامع ہادی کی ضرورت تھی۔ ان تمام خوبیوں کا حامل عالم تقدیر میں سید المرسلین، خاتم النبیّین شفیع المذنبین کا وجود باوجود تھا۔ اس لیے دستِ غیب نے قرعۂ فال بنام فخر الاولین والآخرین فداہ ابی و امّی ہی نکلا۔

مسلمانوں کا فرض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جس عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے تھے اور جو فرائض منصبیہ آپ پر عائد کئے گئے تھے امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد پر لازم ہے کہ ان کمالاتِ محمّدیہ کا مظہر و مترجم بنے اسی چال محمدی کو سب سے پہلے اپنا حال بنائے اور بعد ازاں اس قول و فعل محمّدی کی تبلیغ کو اپنا فرض قرار دے تاکہ کہیں مندرجہ ذیل جرم کا مجرم قرار نہ دیا جائے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ (پ۲ رکوع ۳)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرض

قولہ تعالیٰ: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (سورۃ الجمعۃ پ۲۸ رکوع ۱)

ترجمہ: خدا تعالیٰ وہ ذات (بے نیاز) ہے جس نے ان پڑھوں میں رسول بھیجا جو فرض اوّل يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ (ترجمہ) ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے۔ انتہیٰ

تلاوتِ مسنونہ کے دو جزو ہیں۔ الفاظ کا دہرانا اور معانی کا سمجھنا۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرح تلاوت کا حق صحیح تب ہی ادا ہوسکتا ہے کہ

پڑھنے والا دونوں کا لحاظ تام کرے اور اصل بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تلاوت کا فائدہ بھی جب ہی ہوگا۔ ہاں یہ جو قاعدہ شرعی ہے کہ ہر ایک حرف تہجّی قرآن کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں وہ مسلّم ہے۔ مثلاً الٓمّ کی تلاوت پر تیس نیکیوں کا مستحق ہوجائے گا۔ لیکن فرض کرلیجئے کہ ایک شخص قرآن حکیم کے ایک پارے کی تلاوت صبح کو کرتا ہے بے شک اس نے بفضلہ تعالیٰ نیکیوں کا ایک انبار اپنے اعمال نامے میں جمع کرلیا۔ لیکن بازار یا دفتر میں جاکر الٰہی احکام قرآنی کی اپنی جہالتِ علمی کے باعث عملی مخالفت کرتا ہے۔ جن کی تلاوت صبح کو کرکے آیا ہے۔ تو وہ شخص قرآن حکیم روزانہ تلاوت کے باوجود فاسق بلکہ اپنے فسق پر مُصر (ضد کرنے والا) رہے گا۔ یاد رہے کہ اصرار علی الصغیرہ (چھوٹے گناہ پر ضد کرنا) گناہ کبیرہ ہے۔ اور گناہ کبیرہ کرنے والا اگر بغیر توبہ مر جائے تو اس کی سزا جہنم ہے قرآن حکیم کے معنی سے ناواقف تلاوت کرنے والا ممکن ہے صغائر کو بھی نہ سمجھے اور ان میں مبتلا رہے۔ معنی سمجھ کر پڑھنے والا اگر ایک رکوع کی تلاوت کرتا ہے۔ لیکن جو لیکن جو حکم احکم الحاکمین کی بارگاہ سے اسے ملتا ہے اسے سمجھ کر قوت ایمانی کی برکت سے اس پر عمل کرنے کا عہد کرکے اٹھتا ہے تو وہ تھوڑے دنوں میں انشاءاللہ تعالیٰ اعلیٰ درجے کا پرہیزگار بن جائے گا۔

ازالہ غلط فہمی

مذکور الصدر عرض داشت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں تو تلاوت سادہ یعنی معنی سمجھے بغیر پڑھنے کا مخالف ہوں۔ میں تو تلاوت مسنونہ کی تفصیل عرض کر رہا تھا اگر تلاوت حق تام ادا نہ ہوسکے تو پھر جتنا ہوسکے اس سے قاصر نہ رہنا چاہئیے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ (فرض دوم) وَیُزَکِّیْھِمْ (ترجمہ) اور ان کے باطن کو پاک کرتا ہے۔

توضیح مزید

یعنی امراضِ روحانی (حسد۔ بغض۔ کینہ عداوت تعصّب۔ ہٹ دھرمی۔ غرور۔ انانیت۔ تکبر جاہ طلبی زرپرستی۔ بدنیتی و بدخواہی وغیرہ) سے پاک کرتا ہے۔ سرور کائنات فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سوائے قرآن حکیم کے اور کوئی نصاب تعلیم نہ تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اندر ان اوصافِ حمیدہ کا پیدا ہوجانا محض قرآن حکیم کی تعلیم اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے تھا۔

تزکیۂ تصوّف

طرائق اربعہ (یعنی صوفیائے کرام کے چار طریقے نقش بندی۔ قادری سہروردی اور چشتی) کے ذریعہ سے جو تزکیہ کرایا جاتا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کے دل میں محبتِ الٰہی کا ذوق اس طرح غالب ہوجائے جس طرح محبّ و محبوب کا تعلق ہوتا ہے۔ محبّ اپنے محبوب کی ہر ادا پر فدا ہوتا ہے اسی طرح خدا پرست مومن اپنے محبوب و معشوق حقیقی جلّ مجدہٗ کے ہر ایک حکم کی تعمیل بخوشی کرے اور حجاباتِ طبعیہ اور رسمیّہ مانع نہ ہوں۔

مثال: صوفیائے کرام کی صحبت اور اشغال (لطائف تزکیہ کی مثال بعینہ اسی طرح ہے جس طرح تختی کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے تاکہ قلم بآسانی لکھ سکے اور لکھا ہوا صاف پڑھا جائے۔ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس اللہ سرہٗ العزیز اپنے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ طریقت اور حقیقت شریعت کی خادمہ ہیں۔

لِہٰذا

تزکیۂ تصوف متعارف لوحِ دل کو احکامِ شریعت کے لکھنے کی خاطر صاف ستھرا کرنے کا نام ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ ط

فرض سوم وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ (ترجمہ) اور انہیں کتاب (اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی) پڑھاتا ہے۔

تالی و معلّم کا فرق

تالی (تلاوت کرنے والا) فقط الفاظ کے دہرانے والے کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ اگرچہ وہ مخاطبین کے شکوک و شبہات میں سے ایک کا بھی جواب دینے کی استعداد نہ رکھتا ہو۔ لیکن معلم قرآن میں اس استعداد کا ہونا ضروری ہے جس سے متعلمین کے شکوک و شبہات رفع ہوں اور ان کا دل کتاب اللہ کے معانی کے علاوہ مصالح اور حِکَم سے بھی روشن ہو اور ان کے قلوب میں کتاب اللہ کے حقائق و معارف سے منزّل کتاب جلّ مجدہٗ اور عزّ اسمہٗ کی عظمت رفعت کا سکّہ بیٹھ جائے اور اس کتاب پاک کی تعلیم ربّانی کا وہ نشہ ان پر چڑھے کہ جب تک ساری دنیا کو پیغامِ حق پہنچا نہ لیں چین نہ آئے۔

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ (فرض چہارم) وَالْحِکْمَۃَ۔

(ترجمہ) اور وہ نبی انہیں حکمت سکھاتا ہے (انتہی)

حکمت کے معنی دانش ہے یعنی مقاصد قرآن حکیم پڑھانے کے بعد درس گاہ نبوی سے صحابہ کرام کو وہ فہم و دانش اور عقل و شعور سکھایا جاتا ہے جس سے مقاصد مہمّہ قرآن بفضلہ تعالےٰ بآسانی حاصل ہو جاتے ہیں۔ قرآن حکیم تو آج بھی مسلمانوں میں موجود ہے لیکن وہ دانش نہیں ہے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاصل ہوتی تھی۔ دنیا بھر کے بہادر جرنیلوں سے بڑھ کر وہ بہادر جرنیل تھے

دنیا بھر کے علماء سے بڑھ کر وہ
بڑے عالم تھے۔ دنیا بھر کے منصفوں
سے بڑھ کر عالی دماغ منصف تھے
دنیا بھر کی منظم فوجوں سے بڑھ کر
وہ منظم فوج تھے۔ دنیا بھر کے سپاہیوں
سے بڑھ کر فرماں بردار سپاہی تھے
دنیا بھر کے مبلّغین سے بڑھ کر
بہترین مبلّغ تھے۔

غرضیکہ ان کے تمام اقوال و افعال میں دانشمندی کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ ایک آج ہم ہیں کہ ہم پر یہ ضرب المثل صادق آتی ہے "اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی"۔

آخری عرضداشت

مسلمانوں کا فرض ہے کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکمت کو پیش نظر رکھیں جو آپ کے وجود مسعود کے ساتھ وابستہ تھی۔ جس کا ذکر گذشتہ چار فرضوں میں آچکا ہے اور اس کے احیاء میں سرگرداں و ساعی ہوں فقط یہی کافی نہیں کہ شیعہ حضرات کی طرح سال میں فقط ایک اس واقعے کی یاد تازہ کردی جائے اس دن کچھ کھلایا یا کھایا۔ یا کچھ وعظ کرایا۔ بس ختم شد۔ بلکہ ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اور ہر دن کے چوبیس گھنٹوں اور ہر گھنٹے کے ساٹھ منٹوں میں حکمت میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حال بنائے۔ اور دوسرے بنی نوعِ انسان کو اس نعمت عظمیٰ کی شرکت کے لیے دعوت دیتا رہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی سائل کو منع نہیں کیا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو اور آپ نے جواب میں "نہیں" فرمایا ہو۔ (بخاری:۶۰۳۴)

ایمان اور کنجوسی کبھی جمع نہیں ہو سکتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حرص و بخل اور ایمان کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ (یعنی بخیلی و کنجوسی اور ایمان کا کوئی جوڑ نہیں۔) (سنن نسائی:۴۳۰۳)

یتیموں اور مسکینوں کا اکرام کیجیے

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے پروردگار سے ڈرو، پانچ وقت نماز ادا کرو، ایک مہینے کے روزے رکھو، اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو، اپنے امیر کی اطاعت کرو، تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ترمذی:۶۱۶)

(بقیہ صفحہ ۱۴ سے آگے)

اَلْمُبِیْنُ۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِیْنُ آمِیْنَ یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ

موجودہ مجالس ہائے میلاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت یا مناقب کا ذکر خیر موجب نزول رحمت الٰہیہ ہے۔ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا اور ایسی مجالس متبرکہ کا انعقاد جب کوئی چاہے کر سکتا ہے ان مجالس میں ایسے علماء باخبر کو بلایا جائے جن کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عشق ہو اور آپ کے اتباع سے ان کے اقوال و افعال صورت و سیرت رنگی ہوئی ہو تا کہ ان کی زبان میں تاثیر ہو اور سننے والوں پر بھی اثر ہو۔ ایسی مجالس کے لیے نہ تعیین تاریخ کی ضرورت ہے نہ تکلفاتِ روشنی اور نہ سامان خورد و نوش کی احتیاج۔

موجودہ مجالس میلاد میں مندرجہ ذیل نقائص پائے جاتے ہیں

۱۔ بجائے علماء ربانی کے عموماً خوش الحان نعت خواں بلائے جاتے ہیں۔

۲۔ نعت خواں عموماً جاہل، بے دین، داڑھی منڈے، بے نماز غیبت کرنے والے جھوٹ بولنے والے ہیں لیکن ان کی خوش آوازی کے باعث انہیں اس مجلسِ مبارک کا روحِ رواں بنایا جاتا ہے

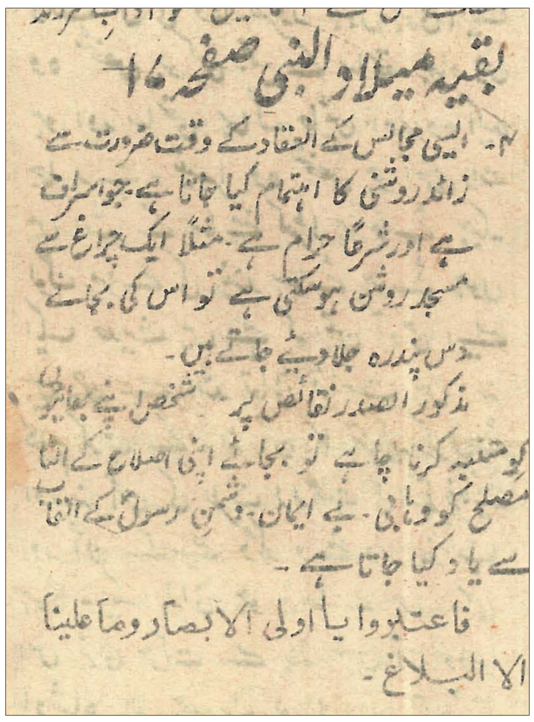
۳۔ نعتیں عموماً جاہلوں کی کہی ہوئی ہوتی ہیں جن میں شریعت محمدیہ کے قواعد و ضوابط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً ایک نعت کا ایک شعر بطور نمونہ مشاہدہ ہو۔

شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہہ دوں
خدا خود رسولِ خدا بن کے آیا

باقی صفحہ ۲۰ پر

بیوہ اور مسکین کا حق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بیوہ عورت اور مسکینوں کی امداد کے لئے کوشش کرنے والا اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۹۸۲)



بقیہ میلاد النبی صفحہ ۱۶

۴۔ ایسی مجالس کے انعقاد کے وقت ضرورت سے زائد روشنی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جو اسراف ہے اور شرعاً حرام ہے۔ مثلاً ایک چراغ سے مسجد روشن ہو سکتی ہے تو اس کی بجائے دس پندرہ جلا دیئے جاتے ہیں۔
مذکور الصدر نقائص پر ... شخص بے جا ... کو تنقید کرنا چاہے تو بجائے اپنی اصلاح کے اس مصلح کو وہابی۔ بے ایمان۔ دشمن رسول کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار وما علینا الا البلاغ۔

جنت کی دائمی نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ

جو کسی بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا جو کسی پیاسے کو پانی پلاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی سربمہر شراب پلائے گا۔ جو بندہ کسی غریب کو کپڑے پہنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔ (ترمذی)

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

حق پرست دینداروں کو اس وقت باطل کا بڑی ہمت سے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

اَمَّا بَعۡدُ ۔ دُنیا میں بہادر وہ شخص کہلاتا ہے جو دشمنوں کے نرغہ میں گھر کر بھی ہمّت نہ ہارنے پائے۔ بلکہ ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرے۔ دُنیوی نقطہ نظر سے اس کو بہادر کہتے ہیں۔ دینی نقطہ نظر سے بھی بہادر وہ شخص ہے کہ جب دینِ حق باطل کے نرغہ میں آ جائے۔ تو وہ ہمّت نہ ہارنے پائے۔ بلکہ ڈٹ کر باطل کا مقابلہ کرے۔ اس وقت پاکستان میں سچّا دین باطل کے نرغہ میں آیا ہُوا ہے۔ باطل کی حمایت کون لوگ کر رہے ہیں؟ افسوس صد افسوس مسلمان کہلانے والے ہی باطل کی حمایت کر رہے ہیں۔ وہ دانستہ نہیں۔ بلکہ نادانستہ باطل کی حمایت اور دینِ حق کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں قرآن کی تعلیم نہیں ہے۔

قرآن قریش کے ہاں نازل ہُوا۔ قریش وہ ہیں جو فدائے توحید۔ علمبردارِ توحید۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ ان کا دادا حضرت اسمٰعیلؑ پیغمبر اور پڑدادا حضرت ابراہیمؑ پیغمبر۔ ان کے پڑدادا کو توحید پرستی کے جرم میں نمرود نے آگ میں ڈلوایا۔ انہوں نے آگ میں جلنا قبول کیا۔ مگر توحید کا دامن نہ چھوڑا۔ نمرود بادشاہِ وقت تھا۔ خدائی کا دعویدار تھا۔ لوگوں سے سجدے کرواتا تھا۔ اس نے جب ابراہیمؑ سے سجدہ کرنے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا۔ کہ میرا وجود آگ میں بھسم ہوجائے تو ہو جائے لیکن میں تجھے خدا ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔

یہ قریش ان کی اولاد ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توحید کا پیغام لے کر آئے تو قریش نے اللہ تعالےٰ کے علاوہ ۳۶۰ اور خدا بنا رکھے تھے۔ جب آپؐ ان کو کلمہ طیبہ لا الٰہ اِلّا اللہ کی تلقین فرماتے تو وہ تعجب سے کہتے۔ اَجَعَلَ الۡاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیۡءٌ عُجَابٌ ۝ ایک آیت کے بعد پھر آتا ہے۔ مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِی الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ ۚۖ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ ۝

سورہ صٓ رکوع ۱ پارہ ۲۳

(ترجمہ۔ کیا اس نے کتنی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا۔ بیشک یہ بڑی عجیب بات ہے۔) (ترجمہ۔ ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سنی۔ یہ تو ایک بنائی ہوئی بات ہے۔

ان کے خیال میں اللہ تعالےٰ ایک کیسے ہوسکتا ہے۔ ۳۶۱ خدا ہونے چاہئیں ایک آسمان پر اور ۳۶۰ زمین پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی یہ بیان کیا گیا ہے۔ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ ۝

سورہ یٰسٓ رکوع ۱ پارہ ۲۲

ترجمہ۔ تاکہ آپؐ اس قوم کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے۔ سو وہ غافل ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تقریباً اڑھائی ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ اس طویل عرصہ میں ان کے ہاں کوئی نبی نہیں آیا۔ اس لئے علمبردارِ توحید کی اولاد مشرک ہوگئی۔ نسلی مسلمانو! غور سے سُنو۔ جب تک تم بھی قرآن کی تعلیم حاصل نہ کروگے شرک سے نہیں بچ سکوگے۔ قرآن کی تعلیم سے بے بہرہ ہونے کے باعث مسلمان زادوں میں کفر اور شرک موجود ہے۔ مثلاً کوئی کہتا ہے۔ چور کا ہاتھ کاٹنا وحشیانہ سزا ہے

گویا کہ نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ ظالم ہیں۔ حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں۔

(وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝) سورہ المائدہ رکوع ۶ پارہ ۶

ترجمہ۔ اور چور چاہے مرد ہو یا عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔ یہ اُن کی کمائی کا بدلہ اور اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

کوئی کہتا ہے سود حرام نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ سود کے بغیر قومیں پنپ نہیں سکتیں۔ دیکھو نا یورپ اور امریکہ سود کے ذریعہ ہی ترقی کر رہے ہیں۔ سود کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ الآیہ

سورہ البقرہ رکوع ۳۸ پارہ ۳

ترجمہ۔ حالانکہ اللہ نے سوداگری کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔

آگے چل کر اللہ تعالےٰ سودخوروں کو اپنی اور اپنے رسولؐ کی طرف سے جنگ کا الٹی میٹم دیتے ہیں۔

فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ الآیہ

سورہ البقرہ رکوع ۳۸ پارہ ۳

ترجمہ تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے

کوئی کہتا ہے پردہ نہیں ہونا چاہیئے دیہاتی اور شہری آبادی ملا کر بمشکل تمام پانچ فیصدی عورتیں پردہ دار ہوں گی۔ یہ چاہتے ہیں کہ وہ بھی ہمیں مُنّہ دکھائیں۔

یہ بکواس بکنا کفر ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ سے زیادہ عقلمند اور شفیق علی الخلق سمجھتے ہیں۔ اگر انگریز کے زمانہ میں یہ لوگ اس طرح کی باتیں کہتے تو ہم ان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیتے۔ انگریز کے وقت میں اسلام کی اتنی توہین نہیں ہوتی تھی جتنی پاکستان میں ہو رہی ہے۔ مسلمانوں میں ایمان کی بجائے کفر۔ توحید کی بجائے شرک موجود ہے۔ دینِ حق اس وقت باطل کے نرغہ میں آیا ہُوا ہے۔ دینِ حق، قرآن مجید ہے۔ احادیث قرآن مجید کی شرح ہیں۔ قرآن مجید کو سمجھنے کے لئے حضورؐ کی سنّت کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ جو شخص احادیث کو چھوڑ کر قرآن مجید کو اپنی مرضی سے بیان کرتا ہے۔ وہ کبھی سیدھے راستہ پر قائم نہیں رہ سکتا۔

مَیں کہا کرتا ہوں کہ مسلمان جہالت کی بناء پر اسلام کی مخالفت کرتا ہے۔ دانستہ یہ اسلام کا دشمن نہیں ہے۔ مسلمان کے سامنے چونکہ اصلی اسلام نہیں ہے اس لئے یہ مخالفت کرتا ہے۔ اصلی اسلام وہ ہے۔ جو کتاب و سُنّت میں ہے۔

قریش میں جب تک قرآن مجید نہیں آیا ان کا عقیدہ درست نہیں ہُوا۔ وہ نبیوں کی اولاد ہیں۔ اور تعجب سے کہتے ہیں۔ ایک خدا بھی ہوسکتا ہے شیطان نے ایک خدا کے پرستار کی اولاد کو ۳۶۰ بُتوں کا پرستار بنا دیا۔ ہم تو ہیں ہی ہندوؤں کی اولاد۔ سوائے سادات۔ صدیقی۔ فاروقی حضرات کے جو اپنا سلسلۂ نسب ارض مقدس سے جا ملاتے ہیں۔ باقی ہم سب ہندوؤں کی اولاد ہیں۔ کوئی ایک پشت سے مسلمان ہے کوئی دو پشت سے۔ کسی کو اپنا مسلمان ہونا یاد ہے اور کسی کو یاد نہیں۔ اے مسلمان! جب تک تیرے سینہ میں نور قرآن نہیں آئے گا شیطان تیرا ایمان نہیں بچنے دے گا جس طرح بھڑوں کے چھتّہ کو چھیڑا جائے۔ تو سب بھڑیں چھیڑنے والے پر حملہ آور ہوتی ہیں۔ اسی طرح جو قرآن مجید کا پیغام پہنچائے مسلمان کہلانے والے اپنی جہالت کے باعث اس پر حملہ آور ہوتے ہیں۔

لاہور کی آبادی کے متعلق کوئی کہتا ہے ۱۶ لاکھ ہے۔ پولیس کی رپورٹ ہے کہ ۱۴ لاکھ ہے۔ مَیں پولیس کی رپورٹ کو صحیح مانتا ہوں۔ اگر ۱۴ لاکھ کی آبادی میں دس ہزار کی اوسط میں ایک درس قرآن دینے والا ہوتا تو لاہور میں ۱۴۰ درس قرآن ہونے چاہیئے تھے۔ بیس ہزار کی اوسط میں ایک ہوتا تو ۳۵ ہوتے۔ اگر لاہور میں ۳۵ درسِ قرآن مسلک نبوّت کے مطابق ہوتے تو لاہور جگمگا اُٹھتا۔ نہ کفر رہتا۔ نہ شرک رہتا اور نہ بدعت رہتی۔ اللہ تعالےٰ ہمیں قرآن مجید کے اتباع کا حکم دیتے ہیں۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ الآیہ

سورہ الاعراف رکوع ۱ پارہ ۸

ترجمہ۔ جو چیز تمہارے رب کی طرف سے تم پر اُتری ہے اس کا اتباع کرو۔

جو شخص قرآن مجید کی تابعداری نہیں کرے گا شیطان اس کا ایمان نہیں بچنے دے گا۔ اگر امیر نمک نہیں ڈالے گا تو اس کی ہنڈیا پھیکی ہوگی۔ غریب نہیں ڈالے گا تو اس کی پھیکی ہوگی۔ اگر بادشاہ کاغانی دنبہ کے گوشت سے پکائی ہوئی پلاؤ کی دیگ میں نمک نہ ڈالے گا تو اس کی دیگ بھی پھیکی ہوگی۔ ہر چیز کا ایک خاصہ ہوتا ہے۔ جو دوسری کسی چیز میں نہیں پایا جاتا۔ نمک کا خاصہ ہے نمکینی۔ قرآن مجید کا خاصہ ہے معرفت الٰہی

اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ۔

ترجمہ۔ جب شرط نہ رہے تو مشروط نہیں رہتا۔

اگر قرآن مجید نہ ہوگا تو معرفت الٰہی بھی کماحقہ، حاصل نہ ہوگی۔ قرآن مجید کی تعلیم کے بغیر جو اسلام ہوگا وہ کہلائیگا تو اسلام مگر وہ نقلی اسلام ہوگا۔ اصلی نہ ہوگا۔

قرآن مجید کی تعلیم کے بغیر نہ غریب کا ایمان بچے گا نہ امیر کا۔ نہ سیٹھ کا۔ اور نہ عہدہ دار کا۔ شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ سے قیامت تک مہلت لے کر دُنیا میں آیا ہُوا ہے۔

(قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝) سورہ ص ع ۵ پ ۲۳

ترجمہ۔ تیری عزّت کی قسم مَیں ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں جو تیرے خالص بندے ہوں گے۔

اس کی جُرأت دیکھئے۔ اللہ تعالےٰ کے سامنے یہ دعوےٰ کرکے آیا ہے۔ بعض مچھلیاں سیدھی تیرتی ہیں وہ فوراً جال میں پھنس جاتی ہیں۔ بعض اُچھلتی ہیں۔ یہ بچ جاتی ہیں۔ ان کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ زیادہ تر جال میں پھنس جاتی ہیں۔ اسی طرح شیطان کے پھندا سے کوئی بچ سکتا ہے۔ شیطان کے اس دعوےٰ کے بعد اللہ تعالےٰ کا فیصلہ بھی سُنئے

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ سورہ ص رکوع ۵ پارہ ۲۳

ترجمہ۔ مَیں تجھ سے اور اُن میں سے جو تیرے تابع ہوں گے سب سے جہنم بھر دوں گا۔

حضور صلّی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان (مقرر) ہے۔ ہادیوں کی یہ تعداد ہے کہ چالیس ہزار

میں ایک بھی مسلک نبوّت پر درس قرآن دینے والا نہیں ہے۔ اور مضلّین کی وہ کثرت کہ ہر انسان کے ساتھ ایک مضل ہے۔ پھر ایمان کس طرح بچ سکتا ہے۔ ہادی وہ ہے جس کے دائیں ہاتھ میں مشعل قرآن ہو اور بائیں ہاتھ میں مشعل حدیث خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو۔ اور وہ مسلک نبوت پر درس قرآن مجید دے۔ سورہ الشعراء میں اللہ تعالےٰ نے تقریباً سب بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام سے یہ اعلان کرایا ہے۔

وَمَآ اَسْئَلُکُمْ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سورہ الشعراء رکوع ۱۰ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

ہندو بھی شام کو مزدور کو مزدوری دے دیتا تھا۔ تاکہ وہ اپنا اور اپنے بال بچّوں کا پیٹ پال سکے۔ کیا اللہ تعالےٰ اپنے دین کی خدمت کرنے والوں کو رزق نہ دے گا؟ ضرور دے گا۔ کسی اللہ والے نے کہا ہے ؎

دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

اے دُنیا دار! جو تم سے تنخواہ لیکر کھائے گا وہ تمہیں حق کس طرح کہہ سکتا ہے۔ ؎

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

مَیں کہا کرتا ہوں کہ اگر کسی مسجد کا ایک ہی متولی ہے اور اس مسجد کا امام تنخواہ لیتا ہے تو اس کو متولی کی رعایت کرنی پڑے گی۔ اس کو ڈر ہوگا۔ کہ اگر متولی ناراض ہوگیا تو تنخواہ بند ہو جائیگی۔ اگر کسی مسجد کا ٹرسٹ ہے اور اس ٹرسٹ کے سات ممبر ہیں تو امام صاحب کے آٹھ خدا ہونگے۔ سات ٹرسٹ کے ممبر اور آٹھواں آسمان پر اللہ تعالیٰ۔ اس کو ڈر ہوگا۔ کہ وہ ناراض ہوکر نکال نہ دیں۔ جس کو آپ (Vote of Censure) کہتے ہیں۔ اس کو اس کا ڈر ہوگا۔ مسلک نبوّت پر کام کرنے والا دُنیا دار سے کہے گا کہ تمہاری دولتیں تمہیں مبارک ہوں۔ مَیں اللہ تعالےٰ کے دروازہ کا بھکیاری ہوں وہ جہاں سے چاہے گا میری ضروریات زندگی پوری کرا دیگا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا ۝

وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ط الآیہ

سورہ الطلاق رکوع ۱ پارہ ۲۸

ترجمہ۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے۔ اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اُسے گمان بھی نہ ہو۔

اے دُنیا دار! تم کو اللہ تعالےٰ مِنْ حَیْثُ یَحْتَسِبُ رزق عطا فرماتا ہے۔ دوکاندار نے دس ہزار روپیہ کا مال دوکان میں ڈال رکھا ہے اس کو معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے مہینہ گزرنے کے بعد اس میں سے رزق دے گا۔ ملازم پیشہ کو تنخواہ اور زمیندار کو زمین سے رزق ملتا ہے۔ یہ مِنْ حَیْثُ یَحْتَسِبُ ہے۔ اللہ والوں کو مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ رزق ملتا ہے۔

۱۹۱۴ء کی پہلی عالمگیر جنگ کے بعد ایک ترک افسر کا بیان اخبارات میں شائع ہُوا تھا۔ کہ ترک کو لڑنے کا مزا ہی اس وقت آتا ہے جب وہ دشمنوں کے نرغہ میں گھر جاتا ہے۔ پھر وہ دشمن کی صفوں کو چیر کر نکل جاتا ہے۔ ترکوں کی سنگینیں اتنی لمبی ہوتی تھیں۔ کہ انگریزوں کے لشکر کے تین تین آدمیوں کو ایک ہی سنگین میں پرو کر دُور پھینک دیتا تھا۔ مَیں عرض کر چکا ہوں کہ پاکستان میں اس وقت اسلام باطل کے نرغہ میں آیا ہُوا ہے اس کو ایسے بہادروں کی ضرورت ہے جو مسلک نبوّت پر کام کریں اور باطل کے مقابلہ میں دینِ حق کے لئے سینہ سپر ہوں۔ نہ کسی سے ڈریں اور نہ دبیں۔ اللہ تعالےٰ یہ کب گوارا کرسکتے ہیں کہ قرآن تو اس کا پڑھائیں اور لیں دوسروں سے۔ قرآن مجید دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی کر دکھاتا ہے۔ اب تو محلہ والے ٹھیک ہوگئے ہیں۔ لیکن ابتدا میں انھوں نے مجھے بڑا ستایا۔ ایک دفعہ تنگ آکر مَیں نے ان سے کہا کہ مَیں قرآن مجید ہاتھ میں لے لیتا ہوں تم مجھے دھکے دیکر مسجد سے نکال دو۔ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ یہ جُرات ان کو نہ ہُوئی۔ اللہ تعالےٰ میرے دونوں مربّیوں کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین یہ سبق اُنہوں نے پڑھایا ہے۔ اللہ والے بڑے سے بڑے دُنیا دار کی بھی پروا نہیں کرتے۔ حضرت امروٹی رح جو شجرہ میں بائیں طرف ہیں۔ جلالی مزاج تھے۔ ایک دفعہ رک جنکشن کے اسٹیشن پر ایک شخص ان کے پاؤں کو ہاتھ لگانے کے لئے آگے بڑھا اس کی شکل و صورت خلاف شرع تھی۔ آپ نے اس کو پرے ہٹا دیا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت! یہ ملتان کے نواب ہیں۔ حضرت رح نے فرمایا کہ مَیں نے سمجھا تھا کہ یہ ملتان کے کنجر ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کے دین کی عزّت نہیں کرتا اللہ والوں کے ہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

مَیں عرض کر رہا تھا کہ اس بدنصیب شہر لاہور میں اس قدر اندھیر نگری ہے۔ کہ چالیس ہزار کی اوسط میں ایک بھی صحیح معنوں میں ہادی نہیں ہے۔ باطل کی فوجیں چاروں طرف سے اسلام پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بہادروں کی ضرورت ہے۔ جنگ ہوازن میں بڑے بڑے بہادر صحابہ کرام رض کے پاؤں اُکھڑ گئے تھے۔ لیکن حضور صلعم میدان میں ڈٹے رہے اور یہ اشعار زبانِ مبارک پر جاری تھے ؎

انا النبی لا کذب　　انا ابن عبد المطلب

میں سب حق پرست مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ سب ائمہ مساجد سے کہیں کہ وہ تمہیں قرآن پڑھائیں تاکہ تمہیں صحیح اسلام کا پتہ چلے۔

ایک دفعہ مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری نے مجھ سے فرمایا کہ اگر آپ یہ درس امرتسر میں دیتے تو رنگ اور ہوتا وہ لاہوریوں سے ناراض ہیں اور ان کو کوفی لایوفی کہا کرتے ہیں۔ الحمد للہ میں لاہوریوں سے خوش ہوں۔ مسلک نبوّت پر کام کرنے والا دُنیا دار سے یہ کہیگا ؎

ملک خدا تنگ نیست　　پائے فقیر لنگ نیست

اگر تم ایک مسجد سے نکال دوگے تو ہم دوسری مسجد میں چلے جائیں گے۔

اگر لاہور میں صرف سات دوکانیں آٹے کی ہوتیں تو سب بھوکے مرتے یا نہیں۔ قرآن مجید کی ہدایت کے لاہور میں سات مرکز بھی نہیں۔ تو مسلمانوں کا ایمان کس طرح بچ سکتا ہے۔ قبر میں دین حق کام آئیگا بناوٹی دین کام نہ آئے گا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دین حق کا متبع ہونے کی توفیق عطا فرمائے آمین یا الٰہ العالمین

مَیں کل انشاء اللہ تعالےٰ عمرہ کے لئے جا رہا ہوں۔ مولوی حبیب اللہ کی والدہ بھی ساتھ جا رہی ہے۔ وہ وہاں بیٹھا دُعا تمہیں

باقی صفحہ ۱۸ پر

ہر زندہ جاندار کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں اجر و ثواب ہے

حضرت سراقہ بن جعشم رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! میں اپنے اونٹ کے لیے حوض میں پانی بھرتا ہوں دوسرے اونٹ بھی پانی پینے آجاتے ہیں کیا ان دوسرے اونٹوں کو پانی پلانے کا کوئی اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہر زندہ حیوان کے ساتھ سلوک کرنے میں اجر و ثواب ہے۔ (مسند احمد: ۱۷۵۸۱)

بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۱۱ سے آگے

کرتا رہتا ہے۔ کہ اے اللہ میرے والدین کو مجھے ملا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول کر کے ہمارے جانے کا سامان بنا دیتا ہے۔ اس کی والدہ کی خدمت کے لئے کسی کے ساتھ جانے کی ضرورت تھی۔ اس لئے مولوی انور بھی جا رہا ہے۔ میں تو چاہتا تھا کہ مولوی انور یہاں رہے تاکہ وہ درس دیتا رہے۔ لیکن اس کی والدہ نے اسکو تیار کر لیا۔ اس لئے میں خاموش ہو گیا۔ میرے بعد مولوی حمید اللہ درس دے گا۔ جمعہ پڑھائیگا۔ اور ذکر بھی کرائے گا۔ وہ عالم ہے۔ اور دو سال سے اسکول اور کالج کے لڑکوں کو درس قرآن مجید دے رہا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ درس اور ذکر میری غیر حاضری میں بھی ہوتے رہیں۔ باہر والوں کو تو میں مجبور نہیں کرتا۔ البتہ لاہور والوں سے ضرور عرض کروں گا کہ وہ دونوں میں باقاعدہ آیا کریں۔ اگر ہری کین نہ ہو تو ٹمٹماتا دیا ہی سہی۔ مولوی حمید اللہ کو ٹمٹماتا دیا ہی تصوّر کر لیں۔ کچھ تو روشنی دے گا ہی۔ اگر کوئی نہ آئے گا وہ تو تسبیح لے کر ذکر میں بیٹھ جائے گا۔ پھر الزام آپ پر ہی آئے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیرۃ کانفرنس کراچی

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

میری تقریر کا موضوع ارکان سیرت کمیٹی نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم تجویز فرمایا ہُوا ہے۔ اور میں بھی انہیں حضرات کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسی مقدس عنوان پر چند سطور تحریر میں لاکر اس اجتماع عظیم میں پیش کرنے کے لئے لایا ہوں۔ اگرچہ اس مقدس عنوان پر اپنی نوکِ قلم کو حرکت میں لانا میرے لئے بعینہٖ ویسا ہی ہے کہ جس طرح بقول بعض مفسرین حضرات۔ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کے خریداروں میں جہاں بڑے بڑے دولتمند بڑی بڑی گرانقدر رقمیں لیکر خریداری کے لئے حاضر ہوئے تھے وہاں ایک بڑھیا سوت کی اَٹّی بھی لے کر آئی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اس بڑھیا سے کہا۔ مائی اس غلام کے خریدنے کے لئے تو بڑے بڑے مالدار اپنے خزانوں کے مُنہ کھولنے کے ارادوں سے آئے ہُوئے ہیں۔ تیرے سوت کی اٹی پر تمہیں کس طرح یوسف (علیہ السلام) ایسا غلام مل سکتا ہے۔

بڑھیا کا عجیب جواب

کہنے لگی۔ مَیں جانتی ہوں۔ کہ اس سوت کی اَٹی پر مجھے یوسف (علیہ السلام) ایسا دنیا بھر کا بے نظیر و بے مثل خوبصورت غلام کیسے مل سکتا ہے۔ مگر اس خیال سے اٹی لے کر اس مجمع میں آئی ہوں تاکہ میرا نام بھی قیامت کے دن یوسف (علیہ السلام) کے خریداروں میں تو شمار ہو۔

بعینہٖ

یہی حال میرا ہے۔ کہ مجھ ایسا سیاہ کار گنہگار اور سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین رحمۃٌ للعٰلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ سیرت پر طبع آزمائی اور خامہ فرسائی۔

ایں چہ بوالعجبی است

مگر

سیرت کمیٹی کے اس اجلاس کا ناظم کھینچنے والے حضرات نے مجھ سے مشورہ لئے بغیر اور منظوری حاصل کرنے کے سوا خود ہی اس گنہگار کے لئے یہ مضمون تجویز فرمایا۔ اور یہاں تک جرأت فرمائی۔ کہ اس مقدس اجتماع کے متعلق ایک بہت بڑا پوسٹر طبع کراکر اور اس میں میرے نام یہ مقدس مضمون منسوب کرکے میرے ہاں بھجوا دیا۔ پوسٹر وصول ہونے کے بعد میں نے اپنا فرض عین خیال کیا۔ کہ باقی سب مشاغل کو نظر انداز کرکے اس دعوت کو بسر و چشم قبول کروں۔ کیونکہ اس دعوت کا تعلق اس مقدس وجود مسعود سے ہے۔ جس کی نظیر اس دُنیا کی ابتدا سے لے کر اس کے خاتمے تک مل ہی نہیں سکتی۔ اور جس کے ساتھ میرا تعلق عقیدت۔ محبت اور اتباع کے باعث ٹھیک رہا۔ تو قیامت کے دن اسی کے حوض کوثر سے پانی پینا نصیب ہوگا۔ جس کی تاثیر کی برکت سے پچاس ہزار سال والے دن میں پھر پیاس نہیں لگے گی۔ جس کی گرمی کی شدت کا یہ حال ہوگا۔

حضورِ انورؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو

عَنِ الْمِقْدَادِ رضؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ تُدْنَی الشَّمْسُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰی تَکُوْنَ مِنْھُمْ بِمِقْدَارِ مِیْلٍ فَیَکُوْنُ النَّاسُ عَلٰی قَدْرِ اَعْمَالِھِمْ فِی الْعَرَقِ فَمِنْھُمْ مَنْ یَّکُوْنُ اِلٰی کَعْبَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یَکُوْنُ اِلٰی رُکْبَتَیْہِ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّکُوْنُ اِلٰی حَقْوَیْہِ وَمِنْھُمْ مَنْ یُّلْجِمُھُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ اِلٰی فِیْہِ رواہ مسلم۔

ترجمہ۔ مقدادؓ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔ آپ نے فرمایا۔ قیامت کے دن سورج لوگوں کے قریب ہوگا۔ یہاں تک کہ اُن سے ایک میل کی مقدار کی بلندی پر ہوگا۔ پھر لوگ اپنے اعمال کے لحاظ سے پسینے میں ہوں گے۔ بعض اُن میں سے ایسے ہوں گے جن کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا۔ اور بعض اُن میں سے ایسے ہوں گے جن کے گھٹنوں تک ہوگا۔ اور بعض اُن میں سے ایسے ہونگے جن کی کمر تک ہوگا۔ اور بعض اُن میں سے ایسے ہونگے جن کے منہ کے اندر لگام کی طرح ہوگا۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ سے (لگام کی صورت دکھانے کے) کے لئے اپنے مُنہ کی طرف اشارہ کیا۔

ایک فقرہ میں آپ کی بینظیر سیرت کا اعلان

اللہ جل شانہٗ نے قرآن مجید کے ایک چھوٹے سے فقرے میں حضور انورؐ کی سیرت مقدسہ کا بے نظیر نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ فرمایا ہے اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○) سورہ القلم رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ بے شک آپ تو بڑے ہی خوش خلق ہیں۔

اللہ تعالےٰ جس مقدس ہستی کے متعلق قرآن مجید میں خلق عظیم کے حامل ہونے کا اعلان فرمائے۔ کیا اُس وجود مسعود سے بڑھ کر کسی کی سیرۃ کا درجہ بلند ہوسکتا ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے حاشیہ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی اللہ تعالےٰ نے جن اعلیٰ اخلاق و ملکاتؔ کا تصوّر کیا جاسکتا ہے۔ ایک دیوانے کے اقوال و افعال میں قطعاً نظم و ترتیب نہیں ہوتی۔ نہ اُس کا کلام اس کے کاموں پر منطبق ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے آپ کی [illegible] قرآن ہے اور آپؐ کے اعمال و اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر۔ قرآن جس نیکی۔ جس خوبی اور بھلائی کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وہ آپؐ میں فطرۃً موجود اور جس بدی اور زشتی سے روکتا ہے۔ آپؐ طبعاً اُس سے نفور و بیزار ہیں۔ پیدائشی طور پر آپؐ کی ساخت اور تربیت ایسی واقع ہُوئی ہے۔ کہ آپ کی کوئی حرکت اور کوئی چیز حد تناسب و اعتدال سے ایک انچ اِدھر اُدھر ہٹنے نہیں پاتی۔ آپؐ کا حسنِ اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ جاہلوں اور کمینوں کے طعن و تشنیع پر کان دھریں

م ملکات و اخلاق ان میں [illegible]

جس شخص کا خلق اس قدر عظیم اور مطمح نظر اس قدر بلند ہو۔ بھلا وہ کسی مجنون کے مجنون کہہ دینے پر کیا التفات کریگا۔ آپؐ تو اپنے دیوانہ کہنے والوں کی نیک خواہی اور درد مندی میں اپنے کو گھلائے ڈالتے تھے۔ جس کی بدولت "فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ" کا خطاب سننے کی نوبت آئی تھی۔ فی حقیقت اخلاق کی عظمت کا سب سے زیادہ عمیق پہلو یہ ہے۔ کہ آدمی دُنیا کی ان حقیر ہستیوں سے معاملہ کرتے وقت خداوند قدوس کی عظیم ہستی سے غافل و ذاہل نہ ہو۔ جب تک یہ چیز قلب میں موجود رہیگی۔ تمام معاملات عدل و اخلاق کی میزان میں پورے اُتریں گے۔

حضور انورؐ کی سیرت کے مختلف پہلو

عرض کرنا چاہتا ہوں اور اُن پہلوؤں کے پیش کرنے کا نتیجہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہر کلمہ گو مرد و عورت کا فرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے ہر عملِ حیات کو مشعلِ راہِ حیات بنائے چنانچہ اس عرضداشت کا

ثبوت

ملاحظہ ہو۔ (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا) سورہ الاحزاب رکوع ۳ پارہ ۲۱
ترجمہ البتہ تمہارے لئے رسول اللہؐ میں اچھا نمونہ ہے۔ جو اللہ اور قیامت کی امید رکھتا ہے۔ اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ جس شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ میں نے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہونا ہے۔ اُسے چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر عملِ حیات کو اپنے لئے دُنیا کی زندگی کے ہر لمحہ اور ہر عمل میں مشعل راہ بنائے۔

نتیجہ

اس اتباع کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ اس سے اللہ جل شانہٗ راضی ہو جائیگا۔ اور جہنّم سے بچ کر جنّت میں پہنچ جائیگا۔ اللھم اجعلنا منھم۔

بطورِ مثال مختلف پہلوؤں کی تفصیل

اگر غور سے دیکھا جائے تو جب اللہ تعالےٰ نے ہمارے لئے آپ کی حیاتِ طیبہ کو اسوہ حسنہ قرار دیا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ آپؐ کی مبارک زندگی کا ہر پہلو بے نظیر اور قابلِ صد تحسین ہے۔ اور آپؐ کی مختلف حیثیتوں کو دیکھتے ہوئے یہ شعر یاد آتا ہے۔

حسن یوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مثلاً

کبھی دیکھا جائے تو مدینہ منورہ کی مسجد میں بوقت نماز کے آپ امام ہیں۔
〃 〃 〃 تو حضورؐ مدینہ منورہ کی جامع مسجد کے جمعہ کے خطیب ہیں۔
〃 〃 〃 تو حضور انورؐ بحیثیت قاضی اور جج کے فیصلے فرما رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو بحیثیت جرنیل فوج کے میدانِ جنگ میں فوجوں کو ترتیب دے رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو حضور انورؐ بحیثیت ایک بادشاہ کے سلاطینِ دُنیا کے ہاں وفود بھیج رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو مدینہ منورہ کی دُنیا بھر کی مرکزی درسگاہ علم کے مسند درس پر درس علم و حکمت سے خدام کے قلوب کو منور فرما رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو سلاطین کی طرح باہر سے آئے ہوئے وفود کو شرفِ ملاقات کا موقعہ عطا فرما رہے ہیں۔
〃 〃 〃 تو میدانِ جنگ میں جب بڑے بڑے بہادروں کے قدم اُکھڑ چکے ہیں تو شہنشاہ اسلام کو اس نعرہ سے مرعوب کر رہے ہیں۔ "انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب" میں جھوٹا نبی نہیں ہوں (کہ کفر کی ہیبت سے مرعوب ہو جاؤں) اور ویسے بھی میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں (اس لئے بھی میری خاندانی روایات کے خلاف ہے۔ کہ دشمنوں سے مرعوب ہو کر میدان جنگ چھوڑ جاؤں۔

حضور انور کی سیرت کا ایک پہلو
آپ کا تعلق باللہ

پہلا اعلان

(اٰمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ) سورہ البقرہ رکوع ۴۰ پارہ ۳

ترجمہ۔ رسولؐ نے مان لیا۔ جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اُترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا۔ سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں ہم نے سُنا اور مان لیا۔ اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں۔ اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان اور آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے ایمان کی شہادت دی۔ کہ سب مومن ہیں۔ اور کچھ تفصیل بھی فرمائی ہے کہ فقط آپؐ پر ایمان نہیں لائے بلکہ آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء علیہم السلام دُنیا میں آئے تھے اُن سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے تمام فرشتوں اور تمام سابقہ کتب سماویہ پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ (اور حضور انورؐ اور آپ کے صحابہ کرام اعلان فرما رہے ہیں) کہ اے اللہ ہم تیرے نازل کردہ احکام پر عمل بھی ضرور کریں گے۔ اے اللہ اگر تیرے احکام کی تعمیل میں کوئی قصور ہو جائے تو معاف فرما دیں۔ اے اللہ (ہمارا یقین ہے) ہم نے دُنیا سے رخصت ہو کر پھر تیرے ہی حضورؐ میں پیش ہونا ہے۔ (لہٰذا آخرت کی کامیابی کے لئے بھی تیرے نازل کردہ احکام پر ضرور ہی عمل کریں گے)

سچا۔ کھرا اور اصلی

قرآن مجید کے مذکور الصدر اعلان

کا نتیجہ یہ نکلے گا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا۔ کھرا اور اصلی امتی کہہ دیجئے۔ یا مسلمان کہہ دیجئے۔ فقط وہی شخص ہوگا۔ جو مذکورۃ الصدر آیت کے نقل شدہ اعلانات کو تہ دل سے مانے۔ ورنہ اگر ان احکام کو دل سے نہ مانے تو بے ایمان ہوگا۔ اور اگر دل سے تو مان لے۔ مگر عملی جامہ پہنانے سے قاصر ہو تو وہ مومن فاسق کہلائے گا۔ یعنی بدمعاش۔

دوسرا اعلان

(قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَہٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝)

سورۃ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ۔ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ سید المرسلین خاتم النبیین نے اس آیت میں اپنے متعلق اعلان فرما دیا ہے کہ میری زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے وقف ہے۔ یعنی وہی کام کرونگا جس میں اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل ہو اور کوئی کام ایسا نہیں کروں گا۔ جس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو۔

نتیجہ

چونکہ ہر ایک مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنانے اور آپ کے نقشِ قدم پر چلنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ لہٰذا اگر سب مسلمان حضور انورؐ کے اس اعلان نمبر دوم کا صحیح معنوں میں اتباع کریں۔ تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کی اُمت میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

تیسرا اعلان

(فَاِنْ حَآجُّوْکَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْہِیَ لِلّٰہِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَالْاُمِّیّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اھْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ۝) سورہ آل عمران رکوع ۲ پارہ ۳

ترجمہ۔ پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو اُن سے کہدے کہ میں نے اپنا منہ اللہ کے حکم کے تابع کیا ہے۔ اور اُن لوگوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں اور اُن لوگوں سے کہہ دے۔ جنہیں کتاب دی گئی ہے۔ اور اَن پڑھوں سے۔ آیا تم بھی (اللہ کے حکم کے) تابع ہوتے ہو۔ پھر اگر وہ تابع ہو گئے۔ تو اُنہوں نے بھی سیدھی راہ پالی۔ اور اگر وہ منہ پھیریں۔ تو تیرے ذمے فقط پہنچا دینا ہے۔ اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

خلاصہ

اس اعلان کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اور میرے تابعداروں (یعنی صحابہ کرامؓ) نے اپنے آپ کو سپرد خدا کر دیا ہے۔ اب ہماری جانوں میں اللہ تعالےٰ ہی کا تصرف ہوگا۔ جو چاہے حکم فرمائے ہماری ہر نقل و حرکت۔ ہر نشست و برخاست۔ اُسی کے حکم کے تابع ہوگی۔ کھلائے گا تو کھائیں گے کھانے سے منع کرے گا۔ تو ہرگز نہیں کھائیں گے پلائیگا تو پئیں گے۔ اگر پینے سے روک دے گا۔ تو ہرگز نہیں پئیں گے۔ (اسی کا نام روزہ ہے) پہننے کی اجازت دے گا۔ تو پہنیں گے۔ اگر پہننے سے روک دے گا تو ہرگز نہیں پہنیں گے۔ مثلاً ریشم۔ پلائے گا تو پئیں گے۔ اگر پینے سے منع کریگا تو ہرگز نہیں پئینگے۔ مثلاً شراب۔ جس مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دیگا تو بیٹھیں گے۔ مثلاً مجلس اشاعت کتاب و سنۃ اور جس مجلس میں بیٹھنے سے منع کرے گا۔ ہرگز نہیں بیٹھیں گے۔ مثلاً مجلس کفار و منافقین جو اُس وقت پکّے اسلام کے دشمن تھے۔

علیٰ ہذا القیاس

جو نقشہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا میں نے سطور بالا میں پیش کیا ہے۔ یہ در اصل اُن کی سیرت مقدسہ سے میں نے اخذ کیا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس جو مسلمان اس پیش کردہ سانچے میں اپنی زندگی کو ڈھالے گا۔ وہی کھرا۔ اصلی اور سچا مسلمان ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ اسے مسلمان کیا تو کھوٹی چیز بجائے کھری کے لینے پر راضی ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

اپنے گریبان میں منہ ڈال کر

سوچو۔ کیا اللہ تعالےٰ نے نقلی اور کھوٹے مسلمانوں کے لئے بہشت تیار کیا ہوا ہے بہشت کے مستحق فقط وہ مسلمان ہو سکتے ہیں۔ جو اصلی۔ کھرے اور سچے ہوں اور کھرے اور کھوٹے کے پرکھنے کا معیار فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

حضور انورؐ کی سیرت کا دوسرا پہلو

حضورؐ کا مومنین سے تعلق

(لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝) سورہ التوبہ رکوع ۱۶ پارہ ۱۱

ترجمہ۔ البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے۔ اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے۔ تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے۔ مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

اس آیت پر حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔

"جس کے حسب و نسب۔ اخلاق و اطوار اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو۔ جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے۔ وہ اُن پر بہت بھاری ہے۔ ہر ممکن طریقہ سے آپ یہ ہی چاہتے ہیں کہ اُمت پر آسانی ہو۔ اور دُنیوی اور اُخروی عذاب سے محفوظ رہے اسی لئے جو دین آپ لائے وہ بھی سہل اور نرم ہے۔ اور عمّال کو آپ یہ ہی نصیحت فرماتے تھے۔ یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا (آسانی کرو سختی مت کرو) تمہاری خیرخواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ اُن کے دل میں ہے۔ لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں آپ اُن کی کمریں پکڑ پکڑ اِدھر سے ہٹاتے ہیں۔ آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ جہاد وغیرہ کا مقصد بھی خونریزی نہیں۔ بلکہ بحالت مجبوری

سخت اپریشن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے فاسد و مسموم عضاء کو کاٹ کر اور خراب جراثیم کو تباہ کرکے اُمت کے مزاجِ عمومی کو صحت و اعتدال پر رکھنا ہے۔ جب آپ تمام جہان کے اس قدر خیرخواہ ہیں۔ تو خاص ایمانداروں کے حال پر ظاہر ہے۔ کس قدر شفیق و مہربان ہونگے۔

عبرت

موجودہ دور کے مسلمانوں کو بڑے غور سے اس آیت کے مفہوم پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ جب ہمیں حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) تو سوچنا چاہیئے کہ کیا ہم بھی واقعی آپؐ کی اُمت کے خیرخواہ کہلانے کے مستحق ہیں؟ موجودہ مسلمان قوم میں اکثریت ایسے افراد کی ہے۔ جو مسلمانوں کو ہر ممکن دھوکہ فریب دے کر اور اُن سے بد دیانتی کر کے اُنہیں ہر ممکن دُکھ دینا چاہتے ہیں۔

کیا

پاکستان میں ہندو آکر چوری کرتے ہیں۔ کیا ہندو آکر ڈاکے ڈالتے ہیں کیا ہندو آکر مسلمانوں کی بہو بیٹیوں کا اغوا کرتے ہیں۔ کیا ہندو آکر یہاں زنا کرجاتے ہیں۔ کیا ہندو دفتروں میں گھس کر مسلمانوں سے رشوت لے کر کھا جاتے ہیں۔ کیا ہندو یہاں آکر رشوت لئے بغیر افسرانِ بالا تک غریبوں اور حاجتمندوں کی درخواستیں نہیں پہنچاتے۔ کیا یہاں آکر بڑے دُکانداروں سے مال لے جاتے ہیں اور پھر وقت پر روپیہ ادا نہیں کرتے۔ اور پھر بچارے بڑے بڑے تاجروں کو مقدمہ لڑ لڑ کر بمشکل روپیہ وصول ہوتا ہے۔

اور کیا

یہی مسلمان ہیں۔ جو پاکستان کی عزت کو اپنی دیانتداری سے سر بلند کرینگے۔ کیا پاکستان کے یہی مسلمان ہیں جو دوسری قوموں سے اپنے بلند اخلاق کے باعث نیک نامی کا تمغہ لینگے۔ میرے دردِ دل کا ترجمان ایک شعر ہے وہ سنئے ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ

حضورِ انورؐ کی سیرت کا تیسرا پہلو

مدینہ منورہ میں ایک ایسا دینی مدرسہ ہے جس میں فقط آسمانی کتاب کا درس دیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ کی نظیر دُنیا بھر میں نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ سطحِ دُنیا پر اس وقت ایک ہی آسمانی کتاب موجود تھی۔ جس کا نام قرآن مجید ہے۔ ورنہ دوسری تمام آسمانی کتابیں سطحِ دُنیا سے نیست و نابود ہو چکی تھیں۔ اور اس آسمانی کتاب کے سطحِ دُنیا پر لانے کا باعث بھی فقط رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود مسعود ہی تھا۔ اور اس کے سب سے پہلے معلم خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ سورہ جمعہ رکوع ۱ پارہ ۲۸ میں آپ کے متعلق (و یعلمھم الکتاب) کا اعلان کیا گیا ہے ترجمہ۔ اور انہیں آپ کتاب (یعنی قرآن مجید) کی تعلیم دیتے ہیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ مدینہ منورہ کے اس بےنظیر دینی مدرسہ کے مدرس بھی خود حضورِ انورؐ ہی ہیں۔

آپؐ پیغمبر بھی ہیں۔ اور اس بےنظیر مدرسہ اسلامیہ کے مدرس بھی ہیں۔

حضورِ انورؐ کی سیرت کا چوتھا پہلو

آپؐ دُنیا بھر کے انسانوں کے لئے امراضِ باطنی سے شفا دلانے کا فن بھی بدرجہ اتم و اکمل جانتے ہیں۔ جس کا نام تزکیہ نفس ہے۔ انسان کے اندر کئی رُوحانی امراض پائے جاتے ہیں۔ اور عام طور پر انسانوں کو اُن کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ جب تک کہ ہادی خاص طور پر توجہ نہ دلائے۔ اور اگر خدانخواستہ ان امراض میں مبتلا رہتے ہوئے انسان دُنیا سے رُخصت ہُوا۔ تو وہ امراض قبر کو دوزخ کا گڑھا بنائیں گے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت میں ان امراض سے بھی صحابہ کرامؓ شفایاب ہو جاتے تھے اس صفت مبارکہ کے لحاظ سے آپؐ کو سورہ جمعہ کے رکوع اوّل پارہ ۲۸ میں (وَیُزَکِّیْھِمْ) اور اُنہیں پاک کرتا ہے۔ کے عہدہ سے یاد فرمایا گیا حضورِ انورؐ کا یہ فرض آج کل صوفیائے عظام ادا کرتے ہیں۔ جو اُن کے سلسلہ بیعت میں داخل ہو جائے۔ پھر وقتاً فوقتاً ان امراض رُوحانی کی اطلاع بھی دیتے رہتے ہیں اور ان کا علاج بھی بتلاتے رہتے ہیں۔ اور اپنی باطنی توجہ بھی اس شخص کی اصلاح کے لئے مبذول فرماتے رہتے ہیں۔ بفضلہ تعالےٰ اس طرح پر ایک مدت مدید کے بعد طالبِ حق کی واقعی اصلاح ہوجاتی ہے۔ پھر اس بندۂ خدا پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

نہ تھی حال کی جبکہ اپنے خبر۔ نظر آتے تھے سب کے عیب و ہنر
پڑی اپنے گناہوں پہ جبکہ نظر مجھے عیب کسی کا نظر نہ پڑا

ایک طالبِ مولیٰ کی تمنّا

صدقے میں تیرے ساقی مشکل آسان کر دے
ہستی میری مٹا دے خاک بے جان کر دے

اصلی اور سچّا صوفی

وُہ ہے جس میں کتاب وسُنتہ کے اتباع کا رنگ پورے طور پر پایا جائے اگر خدانخواستہ ایک شخص صوفیانہ بھیس میں ہمارے سامنے آئے۔ اور لاکھوں مرید بھی ساتھ لائے۔ جو اس کے ساتھ بیعت کا تعلق رکھتے ہوں۔ اگر وُہ کتاب و سنتہ کا متبع نہیں ہے۔ تو مَیں دوستوں سے کہا کرتا ہوں کہ ایسے صوفی کی طرف عقیدتمندی سے نگاہ اُٹھا کر دیکھنا بھی گناہ ہے۔ اور اُس کی بیعت کرنا حرام ہے۔ اور بے خبری میں ہو جائے تو اُس کو توڑ کر کسی متبع کتاب و سنتہ کے ساتھ تعلق جوڑنا فرضِ عین ہے۔ اگر خدانخواستہ بیعت نہ توڑی اور اسی کے ساتھ جُڑے رہے تو جہاں وہ جائےگا تمہیں بھی وہیں جانا پڑیگا۔ وما علینا الا البلاغ۔ (باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سٹیڈیم کانفرنس کراچی

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

قسط دوم

پانچواں پہلو

حضور انورؐ سارے جہان کے لئے رحمت ہیں

اعلان شاہنشاہی

(وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝)

سورہ الانبیاء رکوع ۷ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس سے بڑھ کر اور کوئی اعزاز نہیں ہو سکتا

جب خالق الخلق مالک الملک اللہ تعالیٰ جل شانہٗ و عز اسمہٗ خود ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ سارے جہان کے لئے حضور انورؐ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ تو اس سے بڑھ کر اور کوئی بڑا اعزاز ہو ہی نہیں سکتا۔ اور

عالمین کے لفظ میں حیوانات بھی شامل ہیں

حضور انورؐ کی حیوانات پر رحمت کے واقعات ملاحظہ ہوں۔

ہرنی پر رحمت

وَاسْتَعَانَتْ ظَبْيَةٌ قَدْ شَدَّهَا
حَابِلٌ رَامَ اقْتِنَاصًا فَاحْتَبَلْ

ترجمہ۔ ایک ہرنی نے آپ سے فریاد کی۔ جس کو ایک ایسے شکاری نے باندھ رکھا تھا۔ جو بارادہ شکار (اس کو پھانس چکا تھا) اور وہ پھنس گئی تھی۔

يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَطْلِقْنِيْ اَعُدْ
لِصِغَارٍ ضَاعَ لِخِشْفٍ مُنْخَزِلْ

ترجمہ۔ اے خدا کے نبی آپ مجھ کو کھول دیجئے تاکہ میں اپنے ضعیف اور چھوڑے ہوئے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں۔

حَلَّهَا تَعْدُوْ وَتَتْلُوْ اَنَّهُ
خَاتَمُ الرُّسْلِ وَحَلَّالُ الْعُقَلْ

ترجمہ۔ آپ نے اس کو کھول دیا۔ تو وہ دوڑتی ہوئی اور یہ کہتی ہوئی چلی۔ کہ آپ یقیناً آخری پیغمبر اور مشکلوں کی گرہ کھول دینے والے ہیں۔

ثُمَّ عَادَتْ تَقْتَضِيْ اٰثَارَهٗ
لِلْاِسَارِ مَا اَخَلَّتْ بِالْاَجَلْ

ترجمہ۔ پھر پچھلے پاؤں لوٹ کر قید ہونے کے لئے آگئی۔ اور وعدے کی مدت میں کچھ بھی خلل نہ ڈالا۔

ثُمَّ خَلَّاهَا تَصِيْحُ فِي الْفَلَا
تُعْلِنُ التَّوْحِيْدَ جَهْرًا لَا تَمَلْ

ترجمہ۔ پھر آپؐ نے (باجازت شکاری) اس کو چھوڑ دیا۔ کہ وہ جنگل میں چیخ چیخ کر توحید خداوندی کا اعلان کرتی۔ اور نہ تھکتی تھی۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے انسانوں کے لئے رحمت ہیں۔ ویسے ہی حیوانات کے لئے بھی رحمت ہیں۔

ایک اونٹ پر شفقت

وَالْبَعِيْرُ اِذْ اَرَادُوْا نَحْرَهٗ
جَاءَ وَالتَّيَّارُ بِعَيْنٍ تَنْهَمِلْ

ترجمہ۔ ایک اونٹ کے مالکوں نے اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ تو وہ آپؐ کے پاس اشکبار آنکھوں کے ساتھ آیا۔

ثُمَّ فِيْ اُذْنَيْهِ نَاجٰى شَاكِيًا
مِنْ اَذِيَّةِ الْبَلْوٰى نَزَلْ

ترجمہ۔ اور وہ مصیبت گوش گزار کی۔ جو اس پر پڑی تھی۔

فَاشْتَرَاهُ ثُمَّ خَلَّاهُ سُدًى
لَا يُعَنّٰى ذُوْ وَمِنْ حُرِّ الْجَمَلْ

ترجمہ۔ آپ نے اس کو خرید کر بے مہار چھوڑ دیا۔ تو وہ آزاد ہو کر پھرنے لگا۔

یہ واقعہ اس حدیث شریف سے ماخوذ ہے۔ جس کو طبرانی اور ابو نعیم نے بروایت یعلی بن مرّہ بیان کیا ہے۔ کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو ایک اونٹ کو بلبلاتے ہوئے دیکھا۔ اونٹ نے آپؐ کو سجدہ کیا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو سجدہ کرنے کا اونٹ سے نسبتاً زیادہ حق حاصل ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو کسی کے لئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا۔ تو عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ تم لوگ جانتے ہو۔ کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ کہتا ہے۔ کہ میں نے اپنے مالکوں کی چالیس سال تک خدمت کی۔ اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ تو انہوں نے میری خوراک کم کر دی اور کام زیادہ لینا شروع کر دیا۔ اب ان کے ہاں ایک تقریب ہے تو انہوں نے چھری لے کر میرے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ حضورؐ نے اونٹ کے مالکوں سے یہ سرگزشت کہلا بھیجی۔ انہوں نے کہا۔ کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم اس نے بالکل سچ کہا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ میرا دل چاہتا ہے کہ تم اس کو میرے لئے چھوڑ دو۔ (چنانچہ چھوڑ دیا گیا)

ضروری نوٹ:۔ یہ دونوں واقعے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند کی کتاب (لامیۃ المعجزات) سے لئے گئے ہیں۔

اپنے رحمت ہونے کے متعلق حضورؐ کا

اپنا اعلان

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاةٌ۔

رواہ الدارمی والبیھقی فی شعب الایمان۔

ترجمہ۔ ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ سوائے اس کے نہیں کہ میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔

چھٹا پہلو

حضور انورؐ کا حلم اور مسکین نوازی

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ كُنْتُ اَمْشِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيْظُ الْحَاشِيَةِ فَاَدْرَكَهٗ اَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهٗ بِرِدَائِهٖ جَبْذَةً شَدِيْدَةً وَرَجَعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَحْرِ الْاَعْرَابِيِّ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى صَفْحَةِ عَاتِقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اَثَّرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبْذَتِهٖ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ مُرْ لِيْ مِنْ مَالِ اللّٰهِ الَّذِيْ عِنْدَكَ فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ضَحِكَ

ثُمَّ اَمَرَ لَهٗ بِعَطَاءٍ۔ متفق علیہ۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا۔ اور آپ بحران (مقام کا نام) کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ جس کے کنارے موٹے تھے۔ راستہ میں آپ کو ایک دیہاتی ملا جس نے آپ کی چادر پکڑ کر اس قدر سختی سے اپنی طرف کھینچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اُس کے سینے کے قریب کھچ کر آگئے۔ مَیں نے دیکھا۔ تو آپؐ کی چادر کے کنارے سے آپؐ کی گردن پر نشان ڈال دیا تھا۔ پھر اس دیہاتی نے کہا۔ اے محمدؐ۔ اللہ کا وہ مال جو تیرے پاس ہے۔ مجھے اس میں سے دلا آپؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ پھر ہنسے۔ پھر آپؐ نے اُس کو کچھ دیئے جانے کا حکم دیا۔

تعجب خیز حلم (بردباری)

کہاں سیدالانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کہاں ایک جاہل آداب سے ناآشنا دیہاتی اور پھر یہ بے ادبی۔ کہ زبان سے تو عرض نہیں کرتا۔ اور پچھلی طرف چادر مبارک اس قدر شدید جھٹکا دے کر کھینچتا ہے۔ کہ حضور انورؐ اس کی چھاتی سے آکر لگ جاتے ہیں۔ اور اتنا شدید جھٹکا دیا۔ کہ حضور انورؐ کی چادر مبارک کے سخت کناروں کی رگڑ سے حضور کے کندھے پر نشان پڑگئے۔ اس کے علاوہ یہ بے ادبی کہ روکھا نام یا محمدؐ کہہ کر پُکارتا ہے۔ اتنی شدید بے ادبی کرنے کے بعد امر کے لفظ سے مطالبہ کرتا ہے۔ جس طرح کوئی شخص اپنے ماتحت کو حکم دیتا ہے کہ مجھے وہ مال دلا۔ جو تیرے پاس ہے۔ بے ادبی وہ اور مطالبہ یہ۔ حضور انورؐ کے اخلاق حمیدہ کا کمال ملاحظہ ہو۔ کہ آپؐ اُسے دیکھ کر ہنس پڑے۔ گویا چہرے پر رنجیدگی کا ذرا اثر بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اور ایسے بے ادب گنوار کی شفقت سے فرمائش پوری کر دی۔

برادرانِ اسلام

اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھئے اپنے گریبان میں مُنہ ڈال کر دیکھئے۔ پھر فیصلہ کیجئے۔ کہ ہم میں سے کتنے کھرے محمدیؐ ہیں۔ اور کتنے کھوٹے ہیں۔ اور کتنے اصلی محمدیؐ ہیں اور کتنے نقلی۔ اور کتنے سچے محمدی ہیں۔ اور کتنے جھوٹے۔

وما علینا الا البلاغ

ساتواں پہلو

حضورِ انورؐ کی بے نظیر سخاوت

عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ غَنَمًا بَیْنَ جَبَلَیْنِ فَاَعْطَاہُ اِیَّاہُ فَاَتٰی قَوْمَهٗ فَقَالَ اَیْ قَوْمِ اَسْلِمُوْا فَوَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّدًا یُعْطِیْ عَطَاءً مَا یَخَافُ الْفَقْرَ۔ رواہ مسلم

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی بکریاں مانگیں۔ کہ جو دو پہاڑوں کے درمیانی نالہ کو بھر دیں۔ آپؐ نے اس کو اتنی ہی بکریاں دے دیں۔ پھر وہ شخص اپنی قوم میں آیا اور کہا۔ اگر مسلمان ہو جاؤ تو خدا کی قسم محمدؐ اتنا دیتے ہیں کہ پھر افلاس کا ڈر نہیں رہتا۔

کیا

حضور انورؐ کے سوا کوئی شخص اتنے مال سے محض حسبۃً للہ دستبردار ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ مال میں تو دُنیادار کی جان ہوتی ہے۔ یہ پیغمبر ہی کی شان ہو سکتی ہے۔ کہ سب کچھ راہ خدا میں دیکر خالی ہاتھ محض اپنے اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر کے مطمئن ہو کر بیٹھ جائے۔

آٹھواں پہلو

حضور انورؐ کا خود تکلیف اُٹھا کر مخلوقِ خدا کو راضی کرنا۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلَّی الْغَدَاۃَ جَاءَ خَدَمُ الْمَدِیْنَةِ بِاٰنِیَتِهِمْ فِیْهَا الْمَاءُ فَمَا یَاْتُوْنَ بِاِنَاءٍ اِلَّا غَمَسَ یَدَہٗ فِیْهَا فَرُبَّمَا جَاءُوْہُ بِالْغَدَاۃِ الْبَارِدَۃِ فَیَغْمِسُ یَدَہٗ فِیْهَا۔ رواہ مسلم

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے۔ مدینہ کے (لوگوں کے) خادم اپنے برتن لے کر آجاتے تھے جن میں پانی ہوتا تھا۔ پھر جو برتن بھی لاتے تھے۔ آپؐ اس میں اپنا ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔ پھر بعض اوقات سردی کی (موسم کی) صبح کو آپؐ کے پاس آتے پھر بھی اُن پانی کے برتنوں میں ہاتھ ڈبو دیتے تھے۔

باوجودیکہ

سردی کے موسم میں ٹھنڈے پانی میں ہاتھ ڈبونے سے کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔ اور یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ برتن کتنے ہوتے تھے۔ اس سے **معلوم** ہوتا ہے۔ کہ حضور انورؐ محض خلق اللہ کے دل خوش کرنے کے لئے اپنی جان کو یہ تکلیف پہنچاتے تھے۔

نواں پہلو

حضور انورؐ نے غُصّہ میں آکر نہ کبھی فحش لفظ مُنہ سے نکالے۔ نہ کسی پر لعنت کی۔ اور نہ کبھی گالی دی۔

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ یَکُنْ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَّلَا لَعَّانًا وَّلَا سَبَّابًا کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْمَعْتَبَۃِ مَالَهٗ تَرِبَ جَبِیْنُهٗ۔ رواہ البخاری۔

ترجمہ۔ انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ فحش گو تھے۔ نہ لعنت کرنے والے اور نہ گالیاں دینے والے۔ جب آپ کو کسی پر غصّہ آتا تو اتنا فرماتے۔ کیا کرتا ہے۔ تیری پیشانی خاک آلود ہو۔

نتیجہ

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہر مسلمان کے لئے ضروری بلکہ اشد ضروری ہے۔ اس لئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ مذکورہ بالا حدیث شریف کے آئینے میں اپنا مُنہ دیکھے۔ پھر خود فیصلہ کرے۔ کہ اصلی مسلمان ہے۔ یا نقلی۔ کھرا مسلمان ہے یا کھوٹا۔ سچا مسلمان ہے یا جھوٹا۔ **وما علینا الا البلاغ۔**

دسواں پہلو

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خون کے پیاسوں کے لئے بھی بددُعا نہیں فرمائی۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُدْعُ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ قَالَ اِنِّیْ لَمْ اُبْعَثْ لَعَّانًا وَّاِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً۔ رواہ مسلم

ترجمہ۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ عرض کی گئی۔ یا رسولؐ اللہ مشرکوں کے لئے تو بد دُعا فرمائیے۔ فرمایا۔ مجھ کو لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے۔ بلکہ مجھ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

برادرانِ اسلام

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے یہ پہلو فقط تبرک حاصل کرنے کے لئے نہ سنیں - بلکہ یوں خیال کیجئے کہ مبلّغین دینِ نبوی ہیں سے ایک ادنےٰ سے ادنےٰ ادنےٰ سے ادنےٰ گنہگار مسلمان سید المرسلین خاتم النبیّین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ سیرت کے یہ پہلو پیش کرکے آپ پر اتمام حجّت کر رہا ہے - کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ قیامت کے دن امام الانبیاءؑ کے حضور میں ایک سچّے مسلمان کی حیثیت سے پیش ہوں تو آپ کا فرض ہے کہ سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کیجئے -

گیارھواں پہلو

حضور انورؐ گھر میں اپنے اہل وعیال کے کام بھی کرتے تھے

عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَۃَ مَاکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَصْنَعُ فِیْ بَیْتِہٖ قَالَتْ کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مِھْنَۃِ اَھْلِہٖ تَعْنِیْ خِدْمَۃَ اَھْلِہٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ - رواہ البخاری -

ترجمہ - اسودؓ سے روایت ہے - کہا - مَیں نے عائشہؓ سے پوچھا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے - انہوں نے کہا - گھر کے کام میں ہاتھ بٹایا کرتے تھے یعنی اپنے گھر والوں کی خدمت کیا کرتے تھے - اور جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز کو چلے جاتے -

حاصل

یہ ہے کہ باوجود اس مقامِ اعلیٰ پر پہنچنے کے جس کے متعلق یہ کہا جائے تو بالکل صحیح ہوگا - "بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر" پھر بھی حضورِ انورؐ کے مزاج میں کوئی تعلّی اور تکبّر نہیں ہے کہ اپنے گھر والوں کی کسی خدمت کو اپنے حق میں کسرِ شان سمجھیں -

دُعا

اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ایسے ہی حسنِ سلوک سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الہ العالمین -

ورنہ

یاد رکھئے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سُن لیجئے -

خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ

ترجمہ - تم میں سے بھلا وہ آدمی ہے - جو اپنے بال بچوں کے حق میں بھلا ہو -

یعنی

اپنے بال بچّوں کے ساتھ جس کا سلوک اچھا نہیں ہے - وہ شریف یا بھلا مانس کہلانے کا مستحق نہیں ہوسکتا -

بارھواں پہلو

حضور انورؐ کے اخلاق کی بلندی

کبھی کسی کو نہیں مارا

ہاں میدانِ جہاد کے حالات اس سے مستثنیٰ ہیں -

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ مَاضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْئًا قَطُّ بِیَدِہٖ وَلَا امْرَاَۃً وَلَاخَادِمًا اِلَّا اَنْ یُّجَاھِدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَمَا نِیْلَ مِنْہُ شَیْءٌ قَطُّ فَیَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِہٖ اِلَّا اَنْ یُّنْتَھَکَ شَیْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللّٰہِ فَیَنْتَقِمُ لِلّٰہِ - رواہ مسلم - ترجمہ - عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا - نہ عورت کو نہ خادم کو - مگر جبکہ آپ خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے (تو اپنے ہاتھ سے دشمنوں کو مارتے تھے) اور جب آپ کو کوئی چیز پہنچتی (یعنی کسی سے تکلیف جسمانی یا روحانی) تو آپ اس کا انتقام نہ لیتے تھے - مگر جبکہ کوئی شخص خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو استعمال کرتا - یا ممنوع کاموں کو کرتا - تو آپ اس کی سزا دیتے تھے -

تیرھواں پہلو

حضور انورؐ کے اخلاق اتنے بلند تھے

کہ اگر خادم سے نقصان بھی ہوجاتا تو بھی اُسے کچھ نہ کہتے - بلکہ یوں فرماتے کہ جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے تو ہوکر رہتی ہے -

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ خَدَمْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا ابْنُ ثَمَانِ سِنِیْنَ خَدَمْتُہٗ عَشْرَ سِنِیْنَ فَمَا لَامَنِیْ عَلٰی شَیْءٍ قَطُّ اُتِیَ فِیْہِ عَلٰی یَدَیَّ فَاِنْ لَامَنِیْ لَائِمٌ مِّنْ اَھْلِہٖ قَالَ دَعُوْہُ فَاِنَّہٗ لَوْ قُضِیَ شَیْءٌ کَانَ - ھٰذَا لَفْظُ الْمَصَابِیْحِ وَرَوَی الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ مَعَ تَغْیِیْرٍ یَسِیْرٍ -

ترجمہ - انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے آٹھ سال کی عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے - اور دس سال تک آپ کی خدمت کرتا رہا ہوں - لیکن آپ نے کبھی کسی چیز کے ضائع ہونے پر بھی مجھ کو ملامت نہیں کی - اور آپؐ کے گھر والوں میں سے کوئی بھی اگر مجھ کو ملامت کرتا - تو آپؐ فرما دیتے اس کو چھوڑ دو (ملامت نہ کرو) جب کوئی بات ہونے والی ہوتی ہے - ضرور ہوکر رہتی ہے -

اخلاقِ عالیہ کی کتنی بلندی ہے

واقع یہ ہے کہ عموماً بچوں سے اپنی ناتجربہ کاری اور کم عقلی کے باعث غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں - ایسے حالات میں آپ جانتے ہیں - کہ ماں باپ کو بھی بچوں کی اس قسم کی غلطیوں پر غصہ آہی جاتا ہے - غصّہ میں آکر زبانی سرزنش تو ہر شخص اپنے بچوں کو کرتا ہی ہے اور ایسے انسان بھی بکثرت پائے جاتے ہیں - کہ مارتے بھی ہیں - مگر رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوصلے کا کمال دیکھئے کہ دس سال کے عرصہ میں نہ کبھی خادم کو مارا - اور نہ کبھی ڈانٹا - بلکہ حضور کے گھر والوں میں سے کسی نے خادم کو کچھ کہا - تو اُسے فرمایا کچھ نہ کہو جو بات تقدیر میں مقدر ہوتی ہے وہ ہوکر ہی رہتی ہے -

چودھواں پہلو

حضورِ انورؐ کی مسلمانوں سے ہمدردی

عَنْ اَنَسٍؓ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَعُوْدُ الْمَرِیْضَ وَیَتَّبِعُ الْجَنَازَۃَ وَیُجِیْبُ دَعْوَۃَ الْمَمْلُوْکِ وَیَرْکَبُ الْحِمَارَ لَقَدْ رَاَیْتُہٗ یَوْمَ خَیْبَرَ عَلٰی حِمَارٍ خِطَامُہٗ لِیْفٌ رواہ ابن ماجہ والبیہقی فی شعب الایمان -

ترجمہ - انسؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اس طرح بیان کرتے تھے - کہ آپؐ بیمار کی بیمار پرسی کرتے جنازہ کے ساتھ جاتے - غلام کی دعوت

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

حمید۔ ان کے والد مرحوم بھی شاعر مزاج آدمی تھے۔ اور ڈاکٹر مرحوم کی تمام کتابوں کو حرز جاں بنائے رکھتے تھے۔

جاوید۔ خیر۔ اقبال مرحوم دنیا کے بڑے بڑے فلاسفروں میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔ للذا اُن کے کلام کا اگر غور و خوض سے مطالعہ کیا جائے۔ تو خالی از فائدہ نہیں ہوتا۔

مسعود۔ خالی از فائدہ کا کیا سوال۔ موجودہ صحافتی دنیا میں۔ بزم ہائے علم و ادب میں۔ اسلامی نظریات کی تعیین و تحدید میں اور اقوام عالم کے ارتقا و زوال کے اسباب کی تحقیقات میں شاعرِ مشرق کا ہر شعر قولِ فیصل کا حکم رکھتا ہے۔

حمید۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اقبال کے قلم نے زندگی کی مستور حقیقتوں کو ہم پہ واضح کردیا ہے۔ اور مسلمانانِ عالم کو ایسے مایۂ ناز شاعر پہ ہر طرح فخر کرنا بجا ہے۔

سعید۔ (مذاقیہ لہجے میں) مولوی عبدالرشید کے مریدو! آج اپنے پیر کی غیر حاضری میں بھی وہی مالا جپ رہے ہو۔ آئیے! آج اپنے وطنی شاعر میاں وارث شاہ کا کلام پڑھنے اور سُننے کا انتظام کریں۔ تاکہ آج تو کم از کم مولویانہ سنجیدگی سے نجات ملے۔

(قہقہہ) (تمام دیہاتی احباب ہمہ تن مشغولِ گفتگو ہیں)

خوشی محمدؐ۔ ہاں! آج وڈی ہیر سُنیے۔

جاوید۔ پڑھے گا کون؟

فتو۔ خیرا موچی ماہیر بھی اس کی اپنی ہی ہے

سعید۔ جائیے۔ بھائی صاحب۔ خیرے کو بُلا لائیے۔

(تمام لوگ نہایت بے خودی کے عالم میں خوش ہو رہے ہیں۔ حتیٰ کہ خیرا موچی مونچھوں کو تاؤ دئے ہوئے بغل میں کتاب لے کر آجاتا ہے)

سعید۔ خیرا صاحب! آج ہمیں میاں وارث شاہ کا کلام سناؤ۔

خیرا۔ نہیں۔ چوہدری صاحب! آپ لوگ تو سب کچھ ہی پڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔

حمید۔ نہیں یار! وہاں سے سناؤ۔ جہاں میاں رانجھا بالناتھ کے ٹیلے پر جوگ لینے کے لئے جاتا ہے۔

(خیرا موچی وہاں سے پڑھنا شروع کردیتا ہے۔ اور سارا بیان ختم کیا جاتا ہے۔ دیہاتی لوگ اس قدر ذوق شوق سے سنتے ہیں۔ جیسے بنسری کی آواز پر سانپ مست ہوتا ہے۔ اس اثنار میں ہر طرف سے سبحان اللہ سبحان اللہ۔ خوب۔ بہت خوب کی آوازیں اور بالناتھ کے پیرانہ ارشادات کی داد اور میاں رانجھا کے مریدانہ رجوع کی تحسین ہر ہر شعر پر پیش کی جاتی ہے۔ جاوید اور خوشی محمدؐ کی سفارش پر چند ایک اور بھی مقامات سُنے جاتے ہیں۔ خیرا موچی۔ خُوب جھوم جھوم کر پڑھ رہا ہے۔ ساتھ ہی میاں وارث شاہ کی تعریف شروع ہوجاتی ہے۔ تقریباً دو گھنٹے تک یہی پروگرام جاری رہتا ہے۔ اور پھر تاش کا دَور شروع ہوجاتا ہے۔ سعید کے ساتھیوں میں تاش کھیلتے کھیلتے تلخ کلامی کا آغاز ہوتا ہے۔ اور قریب ہے کہ گالی گلوچ سے جوتی بیزار تک نوبت پہنچ جائے۔ مگر جاوید صاحب کی دانشمندانہ مداخلت اس آگ پر پانی کا کام دیتی ہے۔ خیرا الحمد للہ! معاملہ یہاں تک ہی ختم ہوجاتا ہے۔ ویسے تاش کے کھلاڑی اپنا سا مُنہ لے کر اپنی اپنی چار پائیوں پر کھسیانے سے ہوکر لیٹ جاتے ہیں۔ اور اپنے کیئے پر نادم ہیں۔ اتنے میں ایک مداری آجاتا ہے۔ اُس کی شکل دیکھتے ہی بچّے اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ اور وہ چھپّر کے قریب آجاتا ہے)

مداری۔ چوہدریو! سلام۔ دھن بھاگ۔ اللہ خوش رکھے۔

(تھیلہ رکھ کر بنسری بجانے لگتا ہے۔ تمام بچّے۔ بوڑھے۔ اور نوجوان اس کے گرد اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ اور تماشا شروع ہوجاتا ہے۔ مداری چند دعوے پیش کرتا ہے۔ اور بعدازاں اپنی شعبدہ بازی میں مشغول ہوجاتا ہے۔ تمام حاضرین ہر طرح کے مذاق میں برابر کے شریک رہتے ہیں۔ اور تقریباً نماز ظہر کا وقت اسی مشغلے میں ضائع ہوجاتا ہے۔ مجمع کے منتشر ہونے کے موقع پر دو لڑکے آپس میں غسل خانے کے قریب لڑنے لگتے ہیں۔ گالی گلوچ اور پھر دھینگا مشتی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ان لڑکوں کے ساتھی اور رشتہ دار بھی کسی نہ کسی شکل میں اس لڑائی میں حصّہ لیتے ہیں۔

خیر آج کا دن حقّہ پیتے۔ تاش کھیلتے۔ لڑتے بھڑتے۔ فضول وقت ضائع کرتے ہی گذرتا ہے۔ اور لوگ شام کے قریب نہایت پریشانی اور پشیمانی کی حالت میں اپنے اپنے گھروں کو سُدھارتے ہیں)۔

(بقیہ خطبہ کراچی صفحہ ۷ سے آگے)

قبول فرما لیتے۔ اور گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ خیبر کے دن مَیں نے آپؐ کو ایک گدھے پر سوار دیکھا۔ جس کی باگ کھجور کے پوست کی تھی۔

حاصل

یہ ہے کہ حضور اقدسؐ کے مزاج میں نہ فخر تھا۔ نہ کبر تھا۔ نہ مغلوب الغضب تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں کے ساتھ نشست برخاست رکھنا اور اُن کی ہر ممکن خدمت کرنا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ وَ ارْزُقْنَا اِتِّبَاعَ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَضْلِكَ وَمَنِّكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

مجلس ذکر منعقدہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۷۸ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

تکمیل ایمان کا نسخہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امّا بعد عرض یہ ہے کہ ہمارا یہ اجتماع جو جمعرات کو ہوتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ میرا اور آپ کا جو تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس تعلق کو درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس نقطۂ نگاہ سے میں جو چیزیں اس تعلق کو درست کرنے والی ہیں اور جو اس کے لئے مضرت رساں ہیں وہ عرض کر دیا کرتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو جن چیزوں سے یہ تعلق درست ہوتا ہے ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو چیزیں اس تعلق میں مخل انداز ہونے والی ہیں۔ اُن سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر ان چیزوں کا احساس اس دنیا میں پیدا ہو جائے تو انسان اپنی اصلاح کر سکتا ہے۔ لیکن مرنے کے بعد یہ احساس کوئی فائدہ نہ دے گا۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

آج میں ایک حدیث شریف کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ۔ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جس نے اللہ ہی کے لئے دوستی رکھی اور اللہ ہی کے لئے دشمنی رکھی اور اللہ ہی کے لئے (کسی کو کچھ دیا) اور اللہ ہی کے لئے دینے سے ہاتھ روک لیا۔ تحقیق اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا) حب و بغض۔ ابطاع اور منع اللہ تعالیٰ کی رضا کے ماتحت ہو جائیں تو ایمان کامل ہوتا ہے۔ اس آئینہ میں اگر ہم اپنا مُنہ دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ہمارا ایمان کامل نہیں ہے۔ ہادی کی صحبت میں ایمان کامل ہوتا ہے۔ ہادی وہ ہو سکتا ہے جو متبع سنت ہو۔ جو متبع سُنّت نہیں وہ ہادی نہیں ہو سکتا وہ مضل ہوگا۔

اگر آپ ذرا غور کرینگے تو اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہماری حبّ اللہ کے واسطے نہیں ہوتی۔ بلکہ ذاتی اغراض پر مبنی ہوتی ہے۔ مثلاً بیوی سے اس لئے محبت ہے۔ کہ خدمتگزار ہے۔ بستر بچھا کر دیتی ہے۔ کپڑے سی دیتی ہے۔ بچّے جن کے دیتی ہے اور ان کو پال بھی دیتی ہے۔ ہماری اور بچّوں کی خدمت کرتی ہے یا طبعی محبّت ہے۔ جو نر کو مادہ سے ہوتی ہے۔ خدا واسطے محبت نہیں ہے۔ اس میں للہیت کہیں نہیں آتی

اب میں عرض کرتا ہوں کہ اس میں للہیّت کیسے آ سکتی ہے۔ بیوی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ضامن بن کر ہمارے گھر میں لا کر ڈال دیا ہے۔ پہلے حرام تھی اب حلال ہو گئی ہے۔ پہلے پرائی تھی اب ہماری ہو گئی ہے۔ اس سے اس لئے حسن سلوک کیا جائے کہ اس کی آہیں اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں یا گنبد خضرا والی سرکارؐ کے ہاں نہ جائیں۔

بچّے بڑے پیارے ہیں اپنے جنے ہوئے ہیں۔ ہمارے وجود کا خلاصہ ہیں۔ ان سے اُمیدیں وابستہ ہیں۔ یہ جوان ہونگے۔ ہم بوڑھے ہو جائیں گے۔ ہم بے کار ہو جائیں گے۔ یہ باکار ہوں گے۔ یہ کمائیں گے ہمیں کھلائیں گے۔ اپنا ہی فائدہ سوجھتا ہے اس میں احب اللہ نہیں ہے۔ شیطان کی للہیت کی طرف نہیں آنے دیتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا الایہ (سورہ التحریم رکوع ۱ پ ۲۸)

(ترجمہ۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ) ماں باپ سے پوچھا جائے گا۔ کہ اولاد کی کیا تربیت کی تھی؟ حدیث شریف قرآن مجید کی شرح ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ فَالْاِمَامُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ وَ ھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ ھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ زَوْجِھَا وَ وَلَدِہٖ وَ ھِیَ مَسْئُوْلَۃٌ عَنْھُمْ وَ عَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَ ھُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْہُ اَلَا فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ (متفق علیہ)

(ترجمہ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا خبردار تم میں سے ہر شخص نگہبان اور رعیّت رکھنے والا ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیّت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا۔ پس حاکم جو لوگوں کا نگہبان و راعی ہے اُس سے اُس کی رعیّت کی بابت پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان اور راعی ہے اور اس سے اس کی رعیّت کی بابت پوچھا جائے گا۔ اور عورت محافظ ہے اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچّوں کی اور اس سے اُن کے بابت پوچھا جائے گا۔ اور غلام اپنے آقا کے مال کا محافظ اور نگہبان ہے۔ اس سے اُس کی بابت پوچھا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیّت کی بابت پوچھا جائے گا)

قیامت کے دن حاکم سے رعایا کے متعلق پوچھا جائے گا۔ کہ اپنے اثر و رسوخ سے اپنی رعایا سے نماز بھی پڑھائی تھی۔ مثلاً تحصیلدار سے پوچھا جائے گا۔ کہ حکومت کے ٹیکس تو وصول کرتے تھے۔ اور ٹیکس نہ ادا کرنے والوں کو جیل بھیج دیتے تھے۔ اگر کسی کے ذمّہ ایک ہزار روپیہ واجب الادا تھا اور وہ نو سو ننانوے روپیہ دینے کو تیار تھا ایک روپیہ دینے سے کرتا ہے انکار۔ تو تم اس کو یہ کہہ کر حوالات میں بھیج دیتے تھے کہ ایک روپیہ پہلے اور نو سو ننانوے روپیہ بعد میں لونگا۔ کیا اپنے ماتحتوں اور حلقۂ اثر و رسوخ میں لوگوں سے نماز کی پابندی بھی کرائی تھی۔ میاں تنخواہ دیتا ہے اور بیوی نوکروں اور نوکرانیوں سے کام لیتی ہے۔ عام طور پر عورتیں نوکروں سے سارا دن کام لیتی ہیں۔ ڈبل روٹی لاؤ۔ مکھّن لاؤ۔ چائے بناؤ۔ سبزی لاؤ۔ گوشت لاؤ۔ ان سے پوچھا جائے گا کہ نوکروں سے نماز بھی پڑھوائی تھی۔ ان کے دین کی بھی نگرانی کی تھی۔ اسی طرح علمائے کرام اور پیرانِ عظام سے پوچھا جائے گا کہ جن لوگوں نے تمہارے سامنے زانوئے ادب طے کیا یا تمہاری بیعت کی تھی۔ تم نے کہاں تک ان کے دین کی نگرانی کی تھی۔ پیروں سے پوچھا جائے گا۔ کہ خالی دورے ہی

کرتے رہے اور مریدوں سے نذرانے وصول کرکے اپنا اور بیوی بچوں کا پیٹ ہی پالتے رہے۔ یا ان کو دین بھی سکھایا تھا۔

بچوں کی اس نیت سے خدمت کی جائے کہ ان کا تعلق باللہ درست ہو جائے جو اپنے بچوں کو خود دینوی تعلیم نہیں دے سکتے۔ وہ ان کو اسکولوں اور کالجوں میں بھجواتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ خود ان کو دین نہیں سکھا سکتے تو کسی عالم ربانی کے ہاں بھجوایئے۔ اس طرح آپ بری الذمہ ہو جائینگے۔ قیامت کے دن آپ اللہ تعالیٰ سے کہہ سکیں گے کہ اے اللہ! جبتک میری نگرانی میں رہے۔ میں نے انکی تربیت کرنے میں قصور نہیں کیا۔ صبح اُٹھا کر فجر کی نماز کے لئے مسجد لے جاتا تھا۔ رات کو عشاء کی نماز پڑھا کر سونے دیتا تھا۔ جب جوان ہو گئے تو جان اور یہ جانیں۔

شیطان ایسا لعین ہے کہ ہر معاملہ میں اُلٹا چلاتا ہے۔ عام طور پر لوگ شادی کے موقعہ پر برادری کو اس لئے بُلاتے ہیں کہ نک نہیں رہندا (ناک نہیں رہتی) نہ بلائیں۔ تو دُنیا کھڑون نہیں دیندی۔ (دنیا کھڑا نہیں ہونے دیتی) شریعت میں صلہ رحمی کرنا فرض عین ہے اس لئے برادری کو فقط صلہ رحمی کی نیت سے بلایئے۔ وہ بُلائیں یا نہ بلائیں۔ ہم چلیں بجبیں نہ ہونے پائیں۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ہاں بری الذمہ ہونے کے لئے برادری کو شادی کے موقعہ پر بلائیں گے تو پلاؤ زردے اور قورمے کی پلیٹیں ہمارے کام آئینگی۔

بے دین برادری کا بائیکاٹ کیجیئے۔ ان سے صاف کہہ دیجیئے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں۔ اس لئے ہمارا آپ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم نے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کو راضی رکھنا ہے۔ مثلاً حقیقی بھائی کے لڑکے کی شادی ہے اور انھوں نے ہندوانہ رسمیں کرنی ہوں۔ باجا بجائیں گے۔ دولہا کو گھوڑی پر سوار کرکے اس پر سُرخ گوٹے والا دوپٹہ بھی ڈالیں گے۔ دولہا کے سر پر سہرا بھی بندھے گا۔ اور اس کے پیچھے گھوڑی پر سرباہ بھی ہوگا۔ ان سے صاف کہئے بھائی جان اگر آپ ان کفر کی رسموں کو چھوڑ دیں تو ہم حاضر ہیں۔ اگر آپ ان کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں تو پھر ہم مجبور ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے جوتے کھانے کے لئے تیار نہیں۔

یہ آج کا سبق ہے۔ اس کو گھر جاکر پکا کیجئے گا۔ ایک کان سے سُن کر دُوسرے سے نہ نکال دیجئے گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ص۴۳

اس ص۴۳ طریقہ سے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ حب بغض اعطے اور منع فقط اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائیں۔ آمین یا الہ العالمین۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ الآیہ (سورۃ البقرہ۔ ع پ۲) (ترجمہ اور ایسے لوگ ہیں۔ جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں۔ جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ کے کھاتے میں آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

امام اعظمؒ سے ایک شخص نے فتوے پوچھا کہ ادھر نماز تیار ہے اور اُدھر مجھے پاخانہ کے لئے بیت الخلا میں جانے کی ضرورت ہے۔ فرمایئے میں کیا کروں۔ آپؒ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نماز پاخانہ کے حکم میں لکھی جائے تو پہلے نماز پڑھ لو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا پاخانہ جانا نماز میں شمار کیا جائے تو پہلے پاخانہ جاؤ۔ قدم قدم پر شیطان آپ کو گمراہ کرے گا۔ یہی کام اگر اللہ کی رضاء کے لئے کیا جائے تو نیکی ہو جاتا ہے اور غیر اللہ کو خوش کرنے کے لئے تو بدی۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آج کے سبق کا عامل بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔ اس طریقہ سے زندگی بسر کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں گے۔ اس کی رضا مقصود۔ مطلوب اور محبوب ہو جائیگی تو انشاء اللہ نجات ہو جائے گی۔

قولہ تعالیٰ: وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ ۲۸۶

ترجمہ۔ آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ اور حاکموں کے پاس اس خیال سے مت جاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا ایک حصّہ جان بوجھ کر گناہ کے ذریعہ سے کھا جاؤ۔

مالِ میراث میں حکمِ شریعت و اختیارِ رواج کی سزا

ازجناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہٗ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى
اَمَّا بَعْد

سوال

ترکہ میت میں شرع محمدیؐ سے انکار کرکے رواج کے مطابق مال تقسیم کرنے والوں کی شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں کیا سزا ہے۔ بینوا توجروا!

الجواب

مذہب اسلام اس مذہب کا نام ہے جس کے اندر تمام وہ احکام الٰہی صحیح سالم بلاکم و کاست موجود ہیں۔ جو کہ آج سے تیرہ صدیاں پہلے سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تھے۔ بخلاف دیگر مذاہب دُنیا کے کہ ان کے ہاں آج وہ تعلیم محفوظ نہیں ہے۔ جو کہ بانیان مذہب نے دی تھی۔ لہٰذا بحمداللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس بات پر فخر اور ناز ہے کہ وہ اس کو اپنی سعادتِ عظمٰی خیال کرتے ہیں کہ ان کے دین کو صحیح معنی میں دینِ الٰہی کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کے ہاں یہ بات بھی مانی ہوئی ہے کہ جو شخص اس دین کی مخالفت کرے گا۔ وہ خُدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کا مخالف کہلائیگا۔ اللھم اعذنا وجمیع المسلمین عن ھٰذہ الفتنۃ۔

مسلم کون ہے

مسلم کا لفظی ترجمہ اسلام قبول کرنے والا ہے۔ یعنی جو شخص اس بات کو تسلیم کرے کہ مذہب اسلام کے مجموعہ احکام الٰہی کو سچّا مانتا ہوں۔ اور انہی کو اپنی زندگی میں دستور العمل بنائے رکھوں گا۔ وہ مسلمان ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرۃ مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی

(نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی)

اللہ تعالےٰ کو راضی کرنے کے لئے ظاہر اور باطن دونوں اُس کی مرضی کے مطابق بنانے کی ضرورت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد۔ عرض یہ ہے کہ انسان کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ظاہر سے متعلقہ حالات اور ہیں۔ اور باطن سے متعلقہ حالات اور ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول وہ شخص ہے جس کا ظاہر بھی اس کی مرضی کے مطابق ہو۔ اور باطن بھی اس کی مرضی کے مطابق ہو۔ ظاہر اور باطن دونوں کو درست کرنے کے لئے قرآن مجید ہدایات دیتا ہے۔ احادیث قرآن مجید کی شرح ہیں۔ باطن درست ہو لیکن ظاہر خراب ہو تو بھی انسان اللہ تعالےٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوتا اسی طرح اگر ظاہر درست ہو لیکن باطن خراب ہو تو بھی انسان کی بارگاہ الٰہی میں کوئی قدر و قیمت نہیں۔

ظاہر کی اصلاح کے لئے قرآن مجید جو ہدایات دیتا ہے ان میں سے چند بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔ معاملات درست کرنے کے لئے فرماتے ہیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ الآیۃ (سورۃ النساء رکوع ۵ پ ۵)

ترجمہ۔ (اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ)

اخلاق کی اصلاح کے لئے مردوں کو حکم دیتے ہیں۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ

ترجمہ۔ ایمان والوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کو بھی محفوظ رکھیں۔

آگے عورتوں کو بھی یہی حکم دیتے ہیں۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ الآیہ

ترجمہ! اور ایمان والیوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں۔

ماں باپ کا ادب کرنے کے متعلق فرماتے ہیں

فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا الآیہ سورۂ بنی اسرائیل رکوع نمبر ۳ پ ۱۵

(ترجمہ) پس انہیں اُف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو)

والدین اگر غلطی کریں۔ تو فرماتے ہیں کہ ان کو اُف بھی نہ کہو۔ یہ بھی ان کی بے ادبی ہوگی۔ یہ ظاہر کی اصلاح ہے۔

اللہ تعالےٰ عالم الغیب والشہادۃ ہیں۔ اس لئے وہ دھوکہ نہیں کھا سکتے فقط ظاہر یا باطن کی اصلاح پر کسی کو اپنا مقبول بندہ بنائیں۔ جس شخص کی دونوں حالتیں واقعی درست ہوں۔ وہ اس کو اپنے مقبول بندوں میں شمار کرتا ہے۔ انسان چونکہ عالم الغیب والشہادہ نہیں ہے اس لئے یہ دھوکہ کھا جاتا ہے۔

مثلاً! آپ نے ایک گھوڑا خریدا جو بظاہر تو بڑا اچھا ہے۔ لیکن نہ سواری کے کام کا ہے۔ اور نہ تانگہ میں کام دیتا ہے۔ تو وہ گھوڑا بالکل بے کار ہے۔ آپ دھوکہ کھا گئے اسی طرح بعض بھینسیں دیکھنے میں بڑی خوبصورت ہوتی ہیں لیکن دودھ بہت کم دیتی ہیں۔ ایسی بھینسیں مالک کے کس کام کی ہیں۔

باطن تب درست سمجھا جائے گا کہ دل میں کفر نہ ہو شرک نہ ہو اور بدعت نہ ہو۔ بدعت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَنْ غُضَیْفِ بْنِ الْحَارِثِ الثُّمَالِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَۃً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُھَا مِنَ السُّنَّۃِ فَتَمَسُّکٌ بِسُنَّۃٍ خَیْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَۃٍ (رواہ احمد)

(ترجمہ) غضیف رضی اللہ عنہ بن الحارث الثمالی سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی قوم نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی۔ مگر اس سے اتنی ہی سنت اٹھالی جاتی ہے۔ پس سنت کی پیروی بدعت کے ایجاد کرنے سے بہتر ہے)

قوت ایک ہی ہے وہ یا اتباع سُنّت میں خرچ ہو گی یا بدعت میں جو لوگ ترویج بدعات کے شائق ہوتے ہیں ان سے بعض سنتیں یقیناً متروک ہو جاتی ہیں۔

جس طرح ظاہری امراض ہیں اسی طرح باطنی امراض بھی ہیں۔ ظاہری امراض میں سے کوئی مرض بھی اتنا مہلک نہیں جو مریض کو جہنم رسید کر دے۔ دق اور سل خطرناک امراض ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہر مسلمان کو ان سے محفوظ رکھے۔ آمین یا الٰہ العالمین

اگر مریض کا ایمان درست تھا اور حسب استطاعت ارکان خمسہ کی بھی پابندی کرتا رہا۔ نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تھا تو بیٹھ کر ہی پڑھتا رہا۔ بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تھا تو لیٹ کر ہی پڑھتا رہا۔ مرنے کے بعد انشاء اللہ قبر جنت کا

بانع بن جائے گی

اللہ تعالےٰ کا قانون ظاہر اور باطن دونوں حالتوں پر حاوی ہے یہ ظاہر کی بھی اصلاح کرتا ہے اور باطن کی بھی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ ط قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ ج إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ج وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝ (سورۃ المائدہ رکوع ۵ پ ۶)

ترجمہ! اصل کتاب کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دے۔ جب ان دونوں نے قربانی کی۔ ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہوگئی اور دوسرے کی نہ ہوئی۔ اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا اللہ پرہیزگاروں سے ہی قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن جائے ظالموں کی یہی سزا ہے) ان آیات میں آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا قصہ بیان فرمایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کا نام قابیل تھا اور دوسرے کا ہابیل۔ دونوں نے قربانی کی۔ ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اور قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ جب اس کی قربانی قبول نہ ہوئی تو وہ ہابیل سے کہتا ہے۔ لَأَقْتُلَنَّكَ (البتہ میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا)

ہابیل کہتا ہے بھائی جان آپ کا ہی قصور ہوگا جبھی تو آپ کی قربانی قبول نہیں ہوئی۔

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝

[illegible] قابیل حسد کا مریض تھا۔ وہ حسد کی وجہ سے اپنے بھائی کو قتل کر دیتا ہے۔ حسد مہلک روحانی بیماری ہے۔

۔ اس کے متعلق حضور انورؐ فرماتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ! حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا حسد سے اپنے آپ کو بچاؤ اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے

حسد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور دوسرا اس کو برداشت نہ کرے۔ گویا کہ حاسد اللہ تعالےٰ پر اعتراض کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے یہ نعمت اس کو کیوں دی۔ مجھے کیوں نہ دی حسد مہلک روحانی بیماری ہے۔ جو انسان کی تمام نیکیوں کو کھا جاتی ہے حاسد اللہ تعالےٰ کو ناراض کر بیٹھتا ہے۔ جس سے اللہ تعالےٰ ناراض ہو جائیں۔ اس کا پھر ٹھکانہ کہاں ہو سکتا ہے۔ فرعون میں کبر ہے۔ وہ بے ایمان موسیٰؑ کے متعلق کہتا ہے

وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۖ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۙ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ۝ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ الآیۃ (سورۃ الزخرف رکوع ۵ پ ۲۵)

ترجمہ! اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کر کے کہہ دیا اے میری قوم کیا میرے لئے مصر کی بادشاہت نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (محل کے) نیچے سے نہیں بہہ رہی ہیں پھر تم کیا نہیں دیکھتے۔ کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں۔ جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا۔ پھر اس کے لئے سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے)

موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم نبی ہیں۔ ان کو اللہ تعالےٰ نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ بنایا تھا۔ فرعون کو بادشاہت اور دولت کا غرور ہے

نقل کفر کفر نباشد

وہ موسیٰ علیہ السلام کو ذلیل سمجھتا ہے۔ قرب الی اللہ میں انبیاء علیہم السلام کو جو درجہ حاصل ہے وہ تو بجائے خود رہا۔ اگر سمجھ ہو تو پھر مقربین الٰہی کے سلسلہ در سلسلہ جو درجے ہیں ان میں سب سے ادنےٰ درجہ میں بھی اللہ تعالےٰ پہنچا دے۔ تو یہ بھی اس کا بڑا فضل ہے۔ وہ بے ایمان ایک اولو العزم نبی کی توہین کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں وہ اتنے مقبول ہیں کہ ان کی برکت سے چھ سات لاکھ انسانوں کو بھی اللہ تعالےٰ نے غرق ہونے سے بچا لیا۔ فرعون اپنے آپ کو بڑا سمجھتا تھا۔ پھر گت بنی نا؟ وہ اتنا مردود ہے۔ کہ خود بھی بحیرۂ قلزم میں غرق ہوا اور اپنے ساتھ اپنے لشکر کو بھی لے ڈوبا۔ اس کو قرب کی علامتوں کا علم نہیں تھا۔

کبر کے متعلق حضورؐ کا ارشاد ہے

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ فَقَالَ رَجُلٌ إِنَّ الرَّجُلَ يُحِبُّ أَنْ يَكُونَ ثَوْبُهُ حَسَنًا وَنَعْلُهُ حَسَنًا قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَىٰ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ (رواہ مسلم)

ترجمہ! حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (کیا یہ تکبر میں داخل ہے) آپؐ نے فرمایا خداوند تعالےٰ جمیل (خوبصورت اور اچھا) ہے اور جمال (حسن و آراستگی) کو پسند کرتا ہے اور تکبر کہتے ہیں حق کو باطل کرنا اور لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھنا ہے۔)

قارون عجب کا مریض تھا عجب

کے معنی ہیں خود پسندی۔ کسی کام میں کامیابی کو اللہ تعالےٰ کے فضل کی بجائے اپنی محنت کا نتیجہ سمجھنا یہ عُجب ہے۔ مثلاً لائل پور کے کسی بڑے زمیندار کے لڑکے پر قتل کا مقدمہ بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو بری کر دیا۔ وہ جب کبھی اس کا ذکر کرے گا۔ تو یہی کہے گا کہ میں نے روپیہ پانی کی طرح بہا دیا تھا۔ قابل ترین بیرسٹر مقدمہ کی پیروی کے لئے معین کیا تھا۔ مقدمہ کے دنوں میں میں دن لاہور میں اور رات لائل پور میں بسر کرتا تھا۔ "میں" ہی "میں" آتی ہے اللہ تعالےٰ کا نام کہیں نہیں آتا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے بچہ بری ہو گیا۔ یہ عُجب ہے۔ اگر تربیت یافتہ ہوتا تو کہتا —— کہ لڑکے پر مقدمہ تو بڑا سنگین بن گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے اسے بری کر دیا۔

اللہ تعالےٰ کے ہاں وہ شخص سوہنا ہے جس کا دل سوہنا ہے حضورؐ چونکہ اللہ تعالےٰ کے محرم راز ہیں۔ اس لئے اس کے متعلق فرماتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ! حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے

اللہ تعالےٰ کی نظر پہلے دل پر پڑتی ہے۔ اگر دل میں اخلاص ہو —— تو اس کے مطابق عمل کی قیمت دیتے ہیں۔ اگر دل میں ریاء ہو تو اللہ تعالےٰ کے ہاں اس عمل کی کوئی قیمت نہیں۔ ریاء بھی ایک مہلک روحانی بیماری ہے۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِیْدٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمُ الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الشِّرْکُ الْاَصْغَرُ قَالَ الرِّیَاءُ (رواہ احمد)

ترجمہ! محمود بن لبیدؓ سے روایت ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تم شرک اصغر نہ کرنے لگ جاؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ شرک اصغر کیا چیز ہے حضورؐ نے فرمایا ریاء

اللہ تعالےٰ ظاہر اور باطن دونوں کو جانتا ہے اس لئے وہ دھوکہ نہیں کھاتا۔ دونوں درست ہوں تو انسان اس کے ہاں مقبول ہوتا ہے

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنے ظاہر اور باطن دونوں کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ ظاہر اور باطن کی اصلاح صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ انگریزی دان تو کسی گنتی میں نہیں، علمائے کرام کی بھی باطن کی اصلاح نہیں ہوتی، جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو۔ اگر علمائے کرام میں حسد نہ ہوتا تو ان میں آپس میں لڑائیاں نہ ہوتیں۔

ہر چیز کوشش سے ملتی ہے باطن کی اصلاح کے لئے بھی کوشش کی ضرورت ہے۔ بچہ کو راضی کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا بڑا ہی آسان ہے۔ اگر ایک شخص زمین اور آسمان گناہوں کے بھر کر لائے۔ ایک دفعہ صدق دل سے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ کہنے سے اللہ تعالےٰ سارے گناہ بخش دیتے ہیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ! عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے۔ جس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں۔)

اس کلام کا زور عربی دان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ انگریزی دان نہیں سمجھ سکتے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کرنے سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب اللہ تعالےٰ کو راضی کرنا اتنا آسان ہے تو بڑا ہی بدبخت ہے۔ وہ انسان جو اللہ تعالےٰ کو راضی کر کے دنیا سے نہ جائے اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس کو راضی کر کے دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۸ر جمادی الاوّل ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۰ر نومبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

قال قرآن مجید کی تعلیم سے اور حال اللہ والوں کی صحبت میں درست ہوتا ہے جو عامل بالقرآن ہوتے ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اما بعد۔ ہمارے اس اجتماع کا جو مقصد ہے اسے میں وقتاً فوقتاً مختلف عنوانوں سے عرض کیا کرتا ہوں۔ ہم یہاں اس لئے اکٹھے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ میرے اور آپ کے قال اور حال یا ظاہر اور باطن کی اصلاح فرما دیں۔

مسلمانوں کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ بدنام کنندۂ نکونام اسلام ہیں۔ نہ ان کا قال درست ہے اور نہ حال درست ہے۔ قال اس لئے درست نہیں، کہ قرآن مجید کی تعلیم نہیں ہے۔ حال اس لئے درست نہیں کہ اللہ والوں کی صحبت نہیں ہے۔ یہ ایک دکھ بھری کہانی ہے۔ جو میں عرض کیا کرتا ہوں کہ لاہور کی چودہ لاکھ کی آبادی میں ۱۴ درسِ قرآن مجید مسلکِ نبوی کے مطابق نہیں ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم یہاں نہ ہونے کے برابر ہے۔ لاہور تعلیم کا مرکز ہے۔ تقسیم سے پہلے یہاں ۱۳ کالج تھے۔ لاہور مغربی پاکستان کا قلب ہے۔ نہ پشاور قلب ہے اور نہ کراچی۔ وہ اس کونے میں ہے اور وہ اس کونے میں۔ لاہور وسط میں ہے۔ جب لاہور کی یہ حالت ہے تو باقی شہروں کی حالت کو اسی پر قیاس کر لیجئے۔ قلب ہی تمام جسم کی اصلاح اور بگاڑ کا مدار ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اِنَّ فِي الْجَسَدِ لَمُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔

ترجمہ (انسان کے) جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے ۴ خبردار! اور وہ دل ہے۔

لاہور میں مسلکِ نبوت[۵] پر قرآن سُنانے والے اوسطاً ایک لاکھ میں ایک نہیں ہے۔

انسان کو پیدا کرنے والے اللہ تعالےٰ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○

سورہ الذاریات پارہ ۲۷ رکوع ۳

ترجمہ۔ اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔

قرآن اُس اللہ تعالےٰ کا قانون ہے۔ جس نے انسان کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر آپ اکسفورڈ۔ کیمبرج۔ برلن۔ پیرس۔ ٹوکیو۔ واشنگٹن کی یونیورسٹیوں کی ڈگریاں تو حاصل کر لیں لیکن قرآن نہیں جانتے تو اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی نظر میں آپ جاہل ہیں۔ اس وقت دُنیا میں سوائے قرآن مجید کے مقصدِ حیاتِ انسانی سکھلانے والی اور کوئی آسمانی کتاب موجود نہیں ہے۔

مسلکِ نبوت پر قرآن مجید کا درس دینے والوں کی یہ قلّت ہے کہ ایک لاکھ کی اوسط میں ایک بھی نہیں ہے۔ مسلکِ نبوت کے متعلق سورہ الشعرا پڑھ کر دیکھئے۔ سب بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام کی زبان مبارک سے اللہ تعالےٰ نے یہ اعلان کرایا ہے۔ (وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○) سورہ الشعرا پارہ ۱۹ رکوع ۶

۴ [illegible]

ترجمہ۔(اور مَیں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے)

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سورہ الفرقان میں یہ اعلان کروایا گیا ہے (قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا ۝)

سورہ الفرقان رکوع ۵ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ کہدو مَیں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راستہ معلوم کرنا چاہے)

جب آپ مزدوری نہیں مانگتے تو کھائیں گے کہاں سے۔ اس کے متعلق متصل والی آیت میں فرماتے ہیں۔ (وَ تَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ الآیہ)

ترجمہ۔ اور تم اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھو جو کبھی نہ مرے گا۔

مسلک نبوت پر کام کرنے والے اگر ایک لاکھ کی اوسط میں ایک ہوتا تو لاہور میں چودہ ہوتے اور اگر دو لاکھ کی اوسط میں ایک ہوتا تو سات ہوتے۔ جو نہ امیر کی پروا کرتے اور نہ وزیر کی پروا کرتے سب کے مُنہ پر حق کہتے۔ مانگنا تو درکنار شرط یہ کرتے کہ آپ دیں گے بھی تو نہیں لوں گا۔ جو تنخواہ لے کر پڑھائے گا وہ حق کبھی نہیں کہہ سکتا ؎

آنچہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج است احتیاج

اس واسطے مسلمان کا نہ قال درست ہے اور نہ حال درست ہے۔ قرآن شریف کی تعلیم نہ ہونے کے باعث عام طور پر عام مسلمانوں کو صحیح ایمان اور صحیح اسلام کا بھی علم نہیں ہے۔

ایمان یہ ہے کہ اے اللہ تیرا اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم مَیں دل سے مانتا ہوں اور اسلام یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہر حکم کی تعمیل کرے۔

ہمارے ہاں ایک شعر مشہور ہے ؎

سیرت کے ہم غلام ہیں صورت ہوئی تو کیا
سُرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

آپ کے ہاں اپ ٹو ڈیٹ جنٹلمین وہ ہے جس کا سُوٹ قیمتی ہو بالوں میں کنگھی پٹی کی ہوئی ہو۔ انگریز کے وقت میں فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے مسافروں کے لئے جنکشن اسٹیشنوں پر جو بیت الخلاء ہوتے تھے اُن پر لکھا ہوتا تھا "FOR GENTLE MEN" پیسے پاس ہوں خواہ چوہڑا چمار ہی کیوں نہ ہو اور سیکنڈ کلاس میں سفر کر رہا ہو تو انگریز کی زبان میں وہ جنٹلمین ہے۔ اگر سیّد ہو با خُدا ہو لیکن کپڑے پھٹے پرانے ہوں تھرڈ کلاس میں سفر کر رہا ہو تو وہ جنٹلمین نہیں۔ اور نہ اس بیت الخلاء کو استعمال کر سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے ہاں جنٹلمین وہ ہے۔ جس کی سیرت سوہنی ہو۔ جب آپ چاہتے ہیں کہ بیٹا صورت اور سیرت دونوں کے اعتبار سے اچھا ہو۔ بیوی خوبصورت بھی ہو اور اس کی سیرت بھی اچھی ہو تو کیا اللہ تعالےٰ کو ظاہر اور باطن کی اصلاح کی ضرورت نہیں۔ یہ مجلس اس لئے ہوتی ہے کہ میرا اور آپ کا ظاہر اور باطن دونوں درست ہو جائیں۔

مسلمانوں کی عام طور پر نہ صورت درست ہے اور نہ سیرت درست ہے۔ ان کا ظاہر بھی خراب ہے اور باطن بھی خراب ایسے مسلمانوں کی دُنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اللہ تعالےٰ نے بطور بیج اپنے بندے رکھے ہُوئے ہیں جن کا ظاہر اور باطن دونوں درست ہیں۔ جس طرح ہر چیز کا بیج دُنیا میں قیامت تک رہے گا۔ اسی طرح جن کا ظاہر اور باطن درست ہو گا وہ بھی بطور بیج قیامت تک رہیں گے

ہندو اتنا بد دیانت نہیں تھا جتنا مسلمان بد دیانت ہے۔ ہندو اتنا جھوٹا نہیں تھا جتنا مسلمان جھوٹا ہے۔ مجھے اس کا دُکھ ہے کہ عام طور پر مسلمان کا نہ قال درست ہے اور نہ حال درست ہے۔ لالے جیل میں کتنے جاتے تھے؟ چور مسلمان۔ ڈاکو مسلمان۔ قاتل مسلمان۔ اغوا کنندہ مسلمان۔ مسلمان کے وجود سے اسلام کی بدنامی ہو رہی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تعلیم قرآن نہیں ہے۔

سُنّت اللہ یہ ہے کہ وہ ام القریٰ میں ہادی بھجواتے ہیں۔ وَمَا کَانَ رَبُّکَ مُھْلِکَ الْقُرٰی حَتّٰی یَبْعَثَ فِیْٓ اُمِّھَا رَسُوْلًا الآیہ سورہ القصص رکوع ۶ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ اور تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک اُن کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے۔

دہلی ہندوستان کا ام القریٰ ہے۔ دیکھ لیجئے وہاں کتنے اولیاء کرام سوئے ہُوئے ہیں۔ شاہ ولی اللہ رح کا سارا خاندان دہلی کا تھا۔ خواجہ نظام الدین رح۔ خواجہ بختیار کاکی رح لاہور مغربی پاکستان کا اُم القریٰ ہے۔ یہاں بھی بکثرت اولیاء کرام سوئے ہوئے ہیں۔ خواجہ علی ہجویری رح۔ میاں میر رح۔ شاہ محمد غوث رح شاہ ابو المعالی رح۔ لاہور کی ہر چیز کو شرف حاصل ہے۔ یہاں کے علماء کو بھی جو شرف حاصل ہے وہ کسی اور جگہ کے علماء کو نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کی اصطلاح میں آپ ام القریٰ میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہر دور میں ہادی بھجواتے رہے ہیں تاکہ اس دور کے رہنے والے انسان قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں

(مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِیْرٍ وَّ لَا نَذِیْرٍ الآیہ)

سورہ المائدہ رکوع ۳ پارہ ۶

ترجمہ۔ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے نہیں آیا تھا۔

قال درست کرنے والے وہ علماء کرام ہیں جو مسلکِ نبوّت پر درس قرآن دیں۔ جو خدا سے لے کر کھائے گا وہ خدا لگتی کہے گا۔ حال درست کرنے والے اولیاء کرام ہیں۔ اور بعض اوقات یہ دونوں نعمتیں جمع بھی ہوتی ہیں۔ وہ حضرات قال اور حال دونوں کے جامع ہوتے ہیں۔ جن کا قال اور حال درست ہو گا۔ ان کی قبریں جنّت کا باغ بن جائیں گی۔ اور جن کا نہ قال درست ہوگا اور نہ حال ان کی قبریں جہنّم کا گڑھا ہوں گی۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمِ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ۔ قبر کے حالات ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ ان کو دیکھنے کے لئے باطن کی آنکھیں چاہئیں آپ کہتے ہیں۔ بینا سارے اندھا کوئی کوئی۔ مَیں کہتا ہوں اندھے سارے۔ بینا کوئی کوئی۔ اللہ تعالےٰ بھی یہی فرماتے ہیں (فَاِنَّھَا لَا تَعْمَی الْاَبْصَارُ وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ) سورہ الحج رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

اگر قبر کے حالات دیکھنا چاہو تو آؤ ۱۴ سال کی کمائی میرے پاس لا کر جمع کرا دو۔ پھر مَیں تمہیں کسی اللہ والے کی خدمت میں لے جاؤں گا۔ اور ان سے عرض کروں گا کہ حضرت! اس نوجوان کی تربیت فرما دیجئے۔ وہ تم کو جب تربیت فرمائیں گے تو ایک منٹ سے پہلے تمہیں پتہ چلے گا کہ قبر جنّت کا باغ ہے یا جہنّم کا گڑھا۔

یہ مَیں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ۱۴

سال باپ کی کمائی کھاکر بی ۔ اے کی ڈگری حاصل کی تھی ۔ اِدھر بھی اتنی ہی محنت کی ضرورت ہے ۔ ہم تمہیں بھیک مانگ کر کیوں کھلائیں ۔ ایسے اولیاء کرام نایاب نہیں کمیاب ضرور ہیں ۔

انگریز نے ہمارے نوجوان کو بی۔اے اور ایم۔اے کی ڈگری تو دی لیکن قرآن سے جاہل رکھا ۔ حالانکہ قرآن مجید پر نجات کا مدار ہے ۔ اے انگریز تیرا یہ کمال ہے کہ مسلمان نوجوان کو قرآن نہیں پڑھنے دیا ۔ باقی سب کچھ پڑھا دیا ۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ قال قرآن مجید کی تعلیم سے درست ہوتا ہے ۔ اور حال اللہ والوں کی صحبت میں درست ہوتا ہے ۔ عام طور پر مسلمان کو نہ قرآن مجید کی تعلیم ہے اور نہ اللہ والوں کی صحبت اس لئے نہ اس کا قال درست ہے اور نہ حال درست ۔

ایک چیز ختم ہوگئی اب ایک اور چیز عرض کرتا ہوں ۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان خوفِ خُدا سے احکامِ الٰہی کی تعمیل کرتا ہے ۔ دوسرا درجہ اس سے اُونچا ہے ۔ اور وہ ہے محبت کا درجہ جب اللہ تعالےٰ محبوب ہو جاتا ہے ۔ تو پھر اس کو محبوب سمجھ کر انسان اُس کے احکام کی تعمیل کرتا ہے ۔ جیسے بچّہ ماں کا محبوب ہے ۔ جب بگڑ جائے تو وہ مناتی ہے جو مانگے دیئے جاتی ہے ۔ یہ چیز نہ اسکولوں اور نہ کالجوں میں ملتی ہے اور نہ بے عمل علماء کی صحبت میں ۔ یہ اللہ والوں کی صحبت میں حاصل ہوتی ہے + میرے دو مربّی ہیں ۔ حضرت دین پوریؒ جو شجرہ میں دائیں طرف ہیں ۔ اور حضرت امروٹیؒ جو بائیں طرف ہیں ۔ میرے کاسۂ گدائی میں دونوں حضرات کچھ نہ کچھ ڈال دیا کرتے تھے ۔ اب میں دونوں کے چند واقعات عرض کرنا چاہتا ہوں ۔ حضرت دین پوریؒ کے جتنے خادم تھے وہ کیکر کے چھلکے سے رنگے ہُوئے کھدر کے کپڑے پہنتے تھے ۔ ان کو عشاء کی نماز کے بعد چاولوں کے پھیکے بھات کا ایک پیالہ ملتا تھا ۔ دو گھنٹے بعد پیشاب آیا اور طبیعت صاف ہوگئی ۔ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور ذکر شروع کر دیا ۔ ان کو حلال طیّب غذا ملتی تھی اور صحبت حضرت دین پوریؒ کی نصیب تھی ۔ دن کو بعض اوقات اُبلی ہُوئی گھنگھنیاں ملتی تھیں ۔ ان میں سے ایک بُوڑھا خادم ایک دن مجھ سے پُوچھتا ہے کہ قیامت کے دن ہمیں اللہ تعالےٰ کا دیدار بھی ہوگا ۔ میں نے کہا جی ہاں دیدار ہوگا ۔ اس کے بعد کہنے لگا ۔ کہ اللہ تعالےٰ کو دیکھنے کو بڑا دل چاہتا ہے ۔ اس کی بڑی ہی نعمتیں کھائی ہیں ۔ یہ اللہ والوں کی صحبت کا اثر ہے ۔ کہ پھیکا بھات اور اُبلی ہوئی گھنگھنیاں غذا ملتی ہے ۔ اور وہ اُس کو اللہ تعالےٰ کی بڑی نعمتیں سمجھتے ہیں میں ان نعمتوں کی تحقیر نہیں کرتا ۔ لیکن دُنیا داروں کی نظر میں ان کی کوئی قیمت ہے ؟ اس کے مقابلہ میں تعلیم یافتہ نوجوان کو لیجئے ۔ جو ڈبل روٹی کے توسٹ مکھن ۔ انڈے ۔ پیسٹری ۔ دودھ اور چائے وغیرہ اللہ تعالےٰ کی کتنی نعمتیں کھاتا ہے ۔ نہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرتا ہے ۔ اور نہ کھا کر شکر کرتا ہے ۔ الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین ۔

ترجمہ ۔ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا اور مسلمانوں میں سے بنایا ۔

حضرت امروٹی رحمۃ اللہ علیہ کے خُدّام میں سے ایک مولوی محمد شریف تھے ۔ وہ پستہ قد تھے اور لمبی داڑھی تھی ۔ وہ حکیم بھی تھے اور عالم بھی ۔ ایک دفعہ ان کے مکان کو آگ لگ گئی ۔ گاؤں کے لوگوں کو جب پتہ چلا ۔ تو انہوں نے آکر چیزیں باہر نکال کر رکھنی شروع کیں ۔ اور یہ اُٹھا اُٹھا کر پھر ان کو آگ میں ڈال دیتے اور فرماتے کہ جس نے دی ہیں جب وُہ جلانا چاہتا ہے تو تم کیوں نکالتے ہو ۔

ایک دفعہ یہی مولوی محمد شریف سردی کے موسم میں مچھلی پکوا کر راتوں رات ، دیگچہ سر پر اُٹھا کر پیدل سفر کرکے صبح حضرتؒ کی خدمت میں لاکر پیش کیا کہ میرا محبوب کھائے گا ۔ کسی نے پوچھا مولوی محمد شریف کونسی سواری پر آئے تو فرمایا عشق کے گھوڑے پر آیا ہوں ۔

حضرت امروٹیؒ کے ہاں ایک دارالحفاظ تھا ۔ جس میں گاؤں کے بچّے پڑھتے تھے ۔ لنگر کی جو زمین تھی اس میں حضرتؒ نے کھجوروں کے درخت لگوا رکھے تھے ۔ دارالحفاظ کے بچّے چھٹی کے وقت کچّی کھجوریں توڑ کر کھاتے تھے ۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرتؒ سے شکایت کی کہ حضرت ! دارالحفاظ کے بچّے کچّی کھجوریں توڑ کر کھا رہے ہیں ۔ حضرتؒ جلالی مزاج تھے ۔ حاجی اللہ ورایا جو حضرتؒ کا خادم تھا اس سے فرمایا اللہ ورایا ! ان بدمعاشوں کو پکڑ کر لاؤ ۔ تو میں ان کو سزا دوں ۔ وہ بے ساختہ عرض کرتا ہے ۔ حضرت ! سب سے بڑا بدمعاش تو میں ہوں ۔ یہ ہے اصلاح حال انسان سب کچھ ہو اور پھر یہ سمجھے کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں ۔ حضرتؒ خاموش ہوگئے ۔ اس نے حضرتؒ کی طبیعت کا رُخ پھیر دیا ۔ حاجی اللہ ورایا جاہلِ مطلق تھا ۔ اس کا کام صرف اتنا تھا کہ لنگر سے کھانا لاکر مہمانوں کے آگے رکھ دیتا ۔ اور جب کھا چکیں تو برتن لنگر میں پہنچا دیتا ۔ لیکن حضرتؒ کی صحبت کا اس پر رنگ چڑھا ہُوا تھا + رنگ الٰہی ہے قرآن ۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ ج وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ز الآیہ

سورہ البقرہ پارہ ۱ رکوع ۱۶

ترجمہ ۔ ہم اس حالت میں رہینگے ۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے رنگ دیا ہے ۔ اور کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالےٰ سے خوبتر ہو ۔

علمائے کرام اس رنگ کے رنگ فروش ہیں اور صوفیائے عظام رنگساز ہوتے ہیں ۔ ایک شخص اپنی پگڑی کو رنگوانا چاہتا ہے ۔ وہ رنگ فروش کے پاس جاکر کہتا ہے کہ اس کو رنگ دینا ہے ۔ رنگ فروش کہتا ہے ۔ میاں جی چونی مجھے دیدو تو رنگ دے دیتا ہوں ۔ پھر وہ رنگ ساز کے پاس جاتا ہے جو پگڑی کی تار تار میں رنگ چڑھا دیتا ہے ۔ اسی طرح رنگ الٰہی کے رنگ فروش ہیں علمائے کرام ۔ اور رنگساز ہیں صوفیائے عظام ، ان کی صحبت میں جو رنگ چڑھتا ہے وہ سابقہ مثالوں سے بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے ۔ بعض بندے جامع بھی ہوتے ہیں اگر کوئی جامع بزرگ مل جائے جو ظاہر کا فاضل اجل ہو اور باطن کا کامل ہو تو پھر دوسرے کسی دروازہ پر جانے کی ضرورت نہیں +

اللہ تعالیٰ اور رسولؐ اللہ کی نظر میں وہ شخص سوہنا ہے جو نظر نیچی رکھے ۔ کسی کا مال ناحق نہ کھائے ۔ اگر پانچ روپیہ من کوئی چیز خریدی ہے تو صاف کہے کہ میاں جی ! پانچ روپیہ من میری خرید ہے اور چھ روپیہ من دونگا ۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے ۔

مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ

(ترجمہ ۔ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو پس چاہیئے وہ (زبان سے) اچھی بات کہے یا خاموش رہے) اس آئینہ میں مُنہ دیکھئے کہ کتنے ہیں جو اس رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ مجھ سے جو کہلاتے ہیں اس کو اپنا حال بنانے کی مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائیں ۔ آمین یا الٰہ العالمین ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے قانون کے شارح م

م ہیں ۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ تعالےٰ اور حضورؐ دونوں کو محبوب بنانے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین یا الٰہ العالمین ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۰ نومبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی:۔

نجات کیلئے تعلّق باللہ اور تعلّق بالمخلوق

دونوں کا درست ہونا ضروری ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

اما بعد۔ عرض یہ ہے کہ انسان جو کام بھی کرتا ہے۔ اس میں اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے اور یہ مقصد اس کے دل میں مستور ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ حتیٰ کہ ایک بچہ بھی جو گھٹنوں کے بل چلتا ہے اور بول بھی نہیں سکتا وہ جب کسی رنگدار چیز کو دیکھتا ہے۔ تو اس کی طرف دوڑتا ہے اس کے دل میں بھی کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ وہ مقصد پہلے سوچتا ہے اور پھر نقل و حرکت شروع کرتا ہے۔ ہم جو اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر جمع ہوتے ہیں، ہمارا بھی کوئی مقصد ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو دنیا میں اس طرح زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کو تو موت کے وقت کا علم ہے۔ لیکن انسان کو اس کا پتہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات حادثات بھی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک انسان تندرست اور اچھا خاصہ ہٹا کٹا ہے۔ موٹر اور تانگہ کی ٹکر ہوئی۔ یہ زخمی ہو گیا۔ ہسپتال میں جاتے ہوئے دم توڑ دیتا ہے بعض کا ہارٹ فیل ہو جاتا ہے اس لئے انسان کو چاہیئے کہ ہر وقت موت کے لئے تیار رہے۔ اور مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لے۔ تاکہ موت آنے پر حسرت نہ ملنا پڑے۔ اصلاح یافتہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے سب کو راضی کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ماں کو راضی کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک شخص ماں کو تو راضی کرنا چاہے مگر بھائی بہنوں کو ستائے۔ ماں اس سے ہرگز راضی نہیں ہو سکتی۔ ماں کو راضی رکھنے کے لئے بھائی بہنوں اور ماں کے دوسرے رشتہ داروں کو راضی کرنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کا ظہور۔ بری۔ بحری اور ہوا میں اڑنے والی مخلوق سب میں ہے۔ بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ایک خشخاش کے دانہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی جس طرح سورج سارے جہان کو روشن کرتا ہے کیا اس کے بعد وہ بے نور ہو جاتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح بحر و بر میں ظہور پذیر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رحمت میں فرق نہیں آتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے۔ لیکن اس کو راضی کرنے کے لئے اس کی مخلوق کو راضی کرنا ضروری ہے۔ اصلاح یافتہ وہ ہے۔ جس کا تعلق خالق اور مخلوق دونوں سے درست ہو۔ ایک شخص اعلیٰ درجہ کا توحید پرست ہے۔ پکا روزہ دار ہے ساری عمر اس نے ایک روزہ بھی قضا نہیں کیا۔ پکا نمازی ہے۔ بلکہ تہجد گزار ہے۔ پائی پائی حساب کر کے زکوٰۃ دیتا ہے۔ ہر سال حج کرتا ہے۔ اگر اس کا تعلق بالمخلوق درست نہیں تو سب سے پہلے وہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ چیزیں بعد میں کام آئیں گی جس طرح جرم ثابت ہونے کے بعد عدالت کو اختیار نہیں۔ کہ وہ ملزم کو بری کر دے۔ البتہ بادشاہ کو یہ اختیار ہوتا ہے۔ کہ سزایاب ہونے کے بعد جب چاہے ملزم کو رہا کر دے اسی طرح ہم تو قانون کے ترجمان ہیں۔ اور قانون یہی ہے کہ جس کا تعلق بالمخلوق درست نہیں۔ وہ پہلے دوزخ میں جائے گا۔ اس کے بعد نماز، روزہ وغیرہ اعمال کام آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ چاہیں۔ تو فرعون کو بھی جنت میں بھیج سکتے ہیں۔ اور اس پر کسی کو اعتراض کرنے کی مجال نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ مالک مطلق ہیں۔ اس کے کسی فعل پر کسی شخص کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس کے برعکس اگر تعلق بالمخلوق درست ہے۔ لیکن تعلق بالخالق درست نہیں۔ تو یہ شخص بھی مارا جائیگا۔ کامل، مکمل، با اصلاح یافتہ وہ انسان ہے۔ جس کا تعلق باللہ بھی درست ہو اور تعلق بالمخلوق بھی درست ہو۔

مسلمانوں کی اکثریت

ایسی ہے۔ جن کا نہ خالق سے تعلق درست ہے نہ مخلوق سے۔ خالق سے شیطان تعلق درست نہیں رہنے دیتا۔ وہ بے ایمان ہمیں گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لے کر آیا ہے اس کا کام ہی یہ ہے کہ غلط راستہ پر لے جائے۔ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ (سورہ ص۔ رکوع ۵۔ پ ۲۳)

ترجمہ:۔ تیری عزت کی قسم۔ میں ان سب

کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں
جو تیرے خالص بندے ہونگے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ
ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان ہے۔

انانیت اور نفسانیت تعلق بالمخلوق درست نہیں رہنے دیتی۔

خوفِ خدا کا غلبہ

میں تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ تربیت کرانے کے بعد ایک درجہ ایسا آتا ہے۔ کہ انسان کی طبیعت میں خوفِ خدا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اُس وقت وہ اپنی ہستی بھی بھول جاتا ہے پھر اس سے خالق اور مخلوق دونوں راضی ہو جاتے ہیں کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بڑے مُوذی کو مارا نفسِ اَمّارہ کو گر مارا
ہنگ و اژدھا و شیر نر مارا تو کیا مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر ہو جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

اللہ والے ہستی فنا کر دیتے ہیں

اِنسان کی "میں" نہیں مرتی۔ جبتک کسی اللہ والے سے تربیت نہ کرائے۔ مجھے اللہ والوں کے جُوتوں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنانے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے۔ اِس لئے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ والے ہستی فنا کر دیتے ہیں۔ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ طالب صادق کی نظر میں کامل اس کا محبوب بن جاتا ہے۔ یہ قاعدہ ہے کہ محب اپنے محبوب کی ہر ادا پر فدا ہوتا ہے۔ کامل کا اُٹھنا بیٹھنا۔ وضع قطع گفتار وغیرہ سب طالب صادق کا حال بن جاتی ہیں۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان باتوں کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العٰلمین۔

نفس کو تابع مرضیٔ الٰہی بنانے کی تعلیم قرآن مجید دیتا ہے اس کا عملی نمونہ حضور انورؐ ہیں۔ آپؐ کے بعد آپؐ کے دروازہ کے غلام قیامت تک رہیں گے۔ جو تابع مرضیٔ الٰہی ہوں گے یہی اصلاح یافتہ ہیں۔ جن کی صحبت میں دوسروں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

جب انسان کی اصلاحِ حال ہو جاتی ہے۔ تو یہ ستانے والے سے نہیں لڑتا۔ بلکہ پیچھے مُڑ کر دیکھتا ہے کہ میرے کس گُناہ کی مجھے یہ سزا ملی ہے۔ پھر ستانے والے پر ناراض ہونے کی بجائے اپنی اصلاح کرے گا۔ عوام کو جو تکلیف آتی ہے وُہ کسی گُناہ کی شامت ہی ہوتی ہے۔ فارسی میں اسی کو کسی نے یوں بیان کیا ہے ؎

از مکافاتِ عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جَو ز جَو

میں اپنا واقعہ عرض کرتا ہوں۔

جب میں دہلی میں رہتا تھا۔ اُس وقت میرا بڑا لڑکا مولوی حبیب اللہ جو اس وقت مدینہ منورہ میں رہتا ہے چھوٹا سا تھا۔ اس لئے سودا میں ہی لایا کرتا تھا۔ ایک دن میرے دل میں ایک خیال فاسد آیا۔ جب میں گھر میں بیٹھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں نے اُس خیال کو رد کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد مولوی حبیب اللہ کی والدہ نے مجھ سے کہا کہ بازار سے سودا لا دیجئے جس دکان سے میں نے شکر لینا تھا وہاں بھیڑ تھی۔ اس لئے میں ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک کُتّا آیا۔ اُس نے میری بائیں پنڈلی پر اچک (پنجابی) مارا۔ اُس کے دانت میری پنڈلی پر نہ لگے۔ میں نے مُڑ کر دیکھا۔ تو وُہ مجھے چھوڑ کر دُور جا بیٹھا۔ اور بھی لوگ کھڑے تھے۔ میں سوچنے لگا کہ اس نے مجھے ہی کیوں چُنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اُس وقت یہ سمجھایا کہ یہ اُس خیال فاسد کی تصویر ہے جو گھر میں آیا تھا۔ چونکہ میں نے اس خیال کو رد کر دیا تھا۔ اس لئے کُتّے نے مجھے کاٹا نہیں

حضرت یُوسفؑ نے بچپن میں خواب دیکھا تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔

اِذْ قَالَ یُوسُفُ لِاَبِیْہِ یٰاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ○ (سورہ یوسف رکوع ۱ پ ۱۲)

(ترجمہ) جس وقت یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا اے ابّا جان! میں نے گیارہ ستاروں اور سُورج اور چاند کو خواب میں دیکھا کہ وُہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

سالہا سال بعد اس کی تاویل سامنے آتی ہے۔ تو یُوسفؑ فرماتے ہیں۔

هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ (سُورہ یُوسف۔ رکوع ۱۱، پ ۱۳)

(ترجمہ) میرے اس پہلے خواب کی یہ تعبیر ہے۔

خواب ذہنی تھا۔ اور اُس کی تاویل ظاہری شکل میں سامنے آئی۔ پہلی اُمتوں میں سجدہ تحیّت جائز تھا حضور انورؐ کی اُمّت کے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔

اگر اللہ والوں کی صُحبت مجھے نصیب نہ ہوتی تو مجھے بھی کُتّے پر غصّہ آتا اور میں اُس کو مارتا۔ وُہ بارگاہِ الٰہی میں اور فریاد کرتا۔ میں مجرم بنتا اور اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر مجھے کوئی سزا دیتے۔

اصلاحِ باطن ہو جائے۔ تو پھر انسان خالق کو بعبادت اور مخلوق کو بخدمت راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر یہ کسی سے بُرائی نہیں کرتا۔ اگر کوئی اس سے بُرائی کرے تو اُس کو بھی اپنے گُناہ کی شامت سمجھتا ہے۔ اور بدی کا جواب نیکی سے دیتا ہے۔

مرا بخیر تو اُمید نیست بد مرساں

اگر یہ زاویہ نگاہ ہو جائے تو پھر انسان کسی سے لڑ سکتا ہے؟ تو یہ کبھی کو ستائے اور کوئی اسے ستائے تو پیچھے مُڑ کر دیکھے کہ کونسی غلطی کی ہے جس کی یہ سزا ملی ہے تب پھر اپنے نفس کی اصلاح کرے گا اور نفس پر کہیگا الحمد للہ۔ اچھا ہُوا۔ تجھے دُنیا میں سزا مل گئی اور بار چھاڑ ہو گیا۔ ورنہ مرنے کے بعد شاید قبر جہنّم کا گڑھا بنتی۔

اگر آپ ایسے موقعہ پر پیچھے مُڑ کر دیکھیں گے۔ کہ کونسا گُناہ کیا ہے۔ جس کی سزا ملی ہے۔ تو آہستہ آہستہ یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی کہ فلاں گُناہ کی سزا ہے۔ یہ ہے اصلاحِ حال کہ انسان مرنجاں مرنج ہو جائے۔ نہ کسی کو ستائے اور نہ کسی کا مال ناحق کھائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ مرنے کے بعد اُس کی قبر کو جہنّم کا گڑھا بنائے۔

انبیاء علیہم السّلام کو شیطان کی اُمّت ستاتی ہے

وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ ○ (سورۃ الشوریٰ رکوع ۴ ۔ پ ۲۵)

(ترجمہ) اور تُم پر جو مُصیبت آتی ہے۔ تو وُہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے آتی ہے۔ اور وُہ بہُت سے گُناہ معاف کر دیتا ہے۔

انبیاء علیہم السّلام کو شیطان کی اُمّت ستاتی ہے حالانکہ وُہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی تکالیف کسی گُناہ کی پاداش نہیں ہوتیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا شیاطین الانس والجن (سورہ رکوع پ)

اِس شہنشاہی اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین الانس والجن کی مخالفت جو انبیاءؑ سے ہوتی ہے۔ وُہ ان حضرات کے کسی گُناہ کی پاداش نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض مصالح کی بناء پر ہوتی ہے۔ جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا ۔ (سورہ النساء رکوع ۲۱ ۔ پ ۵)

(ترجمہ) اللہ تمہیں سزا دے کر کیا کرے گا۔ اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لے آؤ اور اللہ قدردان جاننے والا ہے)

شکر کا مطلب یہ ہے کہ جو نعمت اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے دی ہے اُس کو اُسی میں صرف کیا جائے شکر کے مقابلہ میں ہے کفرانِ نعمت۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بھی ہو اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بھی کرے تو اللہ تعالیٰ کو کیا پڑی کہ اُس کو خواہ مخواہ تکلیف دے۔

یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے دروازے پر ہی سنائی جا سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے مرتے دم تک سُنانے اور آپ کو سُننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سدا اپنے دروازہ پر لائے اور ان باتوں کو گوشِ ہوش سے سننے اور لوحِ دل پر

درخت لگانے کا اجر و ثواب

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ام مبشر انصاریہؓ کے پاس ان کے باغ میں تشریف لے گئے تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا کہ یہ باغ مسلمان نے لگایا ہے یا کافر نے؟ انہوں نے کہا مسلمانوں نے۔ تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کوئی مسلمان ایسا نہیں جو کوئی پودا لگائے یا کھیتی کاشت کرے اور اس سے انسان یا جانور یا کوئی بھی کھائے تو اس کے لئے صدقہ کا ثواب ہوگا۔ (صحیح مسلم:۱۵۵۲)

رکھ کر لے جانے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد انشاء اللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔

نجات تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوگی۔ وہ نکتہ چینی پہ آ جائے تو کون بچ سکتا ہے۔

حضور انور رحمۃ للعالمین ہیں

حضور انور رحمۃ للعالمین ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (سورہ الانبیاء رکوع ۷ پ ۱۷)

(ترجمہ) اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے)

آپ کی صفات کا جو بھی مظہر ہوگا وہ رحمت ہی رحمت ہوگا۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اپنی حیثیت اور اپنی سمجھ کے مطابق اللہ تعالیٰ خالق اور مخلوق دونوں کو راضی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر کوئی کمی رہ گئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اے اللہ! تو اپنے فضل سے اسے پورا فرما دے۔ اس طرح زندگی بسر کرنے سے انشاء اللہ یہ دنیا بہشت بن جائے گی۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

یہ خود کسی سے ٹکرائے گا نہیں اور دوسرا کوئی ٹکرائے گا۔ تو یہ سمجھے گا کہ میرے ہی کسی گناہ کی شامت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ جو کچھ مجھ سے کہلواتے ہیں اس پر مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یا الٰہ العلمین۔

صدقہ جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے

حضرت عدی بن حاتم رضِی اللہ عنہ فراتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اگر تم کھجور کا ایک ٹکڑا خیرات کرکے دوزخ سے بچ سکتے ہے تو اپنی جان کو دوزخ سے بچالو۔ (صحیح بخاری: ۱۴۱۷)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۲۲ جمادی الاوّل ۱۳۷۸ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدّ ظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد - مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں - کہ ہمارے اس اجتماع کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دُنیا سے ایسا بن کر جانے کی توفیق عطا فرمائے - کہ ہم اس کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہو جائیں - اسی مقصد کو سامنے رکھ کر مَیں کچھ نہ کچھ عرض کر دیا کرتا ہوں - آج کا عنوان ہے :

الفاظ میں یکسانیت اور معانی میں شدید اختلاف

بعض الفاظ ایسے ہیں جن کو ہم بھی استعمال کرتے ہیں - اور ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی استعمال کرتے ہیں - لیکن ہم ان الفاظ کا مطلب اور لیتے ہیں - اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کا مطلب اور ہوتا ہے -

مثلاً ۱ - اندھا اور بینا - ہم اس کو اندھا کہتے ہیں - جس کو دونوں آنکھوں سے نظر نہ آئے - اور بینا وہ ہے جس کی دونوں آنکھیں سلامت ہوں - لیکن اللہ تعالےٰ اس کو اندھا کہتے ہیں - جو باطن کا اندھا ہو - اس کے متعلق قرآن مجید میں فرماتے ہیں - (فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ ○)

سورہ الحج رکوع ۶ پارہ ۱۷

ترجمہ - پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں)

اسی وجہ سے مَیں کہا کرتا ہوں - " آپ کہتے ہیں بینا سارے - اندھا کوئی کوئی - مَیں کہتا ہوں اندھے سارے بینا کوئی کوئی " - پولیس کی رپورٹ کے مطابق لاہور کی آبادی ۱۴ لاکھ ہے - اگر لاہور میں ایک لاکھ کی اوسط میں ایک بھی بینا ہوتا تو نہ یہاں کفر رہتا نہ شرک رہتا اور نہ بدعت رہتی - لاہور جگمگا اُٹھتا - اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے پیش کردہ نور اسلام سے منوّر اور روشن ہوتا - یہاں باطن کے بیناؤں کی اتنی کمیابی ہے کہ ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے -

حکومت ڈنڈے کے زور سے لوگوں کو سیدھا کرتی ہے - اور اللہ والے محبت کے دام میں پھنسا کر اصلاح کرتے ہیں - طالبِ صادق کی نظر میں شیخ محبوب ہو جاتا ہے - طالبِ صادق وہ ہے - جس کے دل کا کنکشن عقیدت - ادب اور اطاعت کے ذریعہ شیخ کے قلب سے ہو جائے - پھر شیخ کی ناراضگی اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا سبب بن جاتی ہے - شیخ کامل وہ ہوسکتا ہے - جس کی صحبت میں جانے سے دل دُنیا سے ہٹ کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتا نظر آئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے - خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ اِذَا رُاُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ - (ترجمہ - اللہ تعالےٰ کے نیک بندے وہ ہیں جن کو دیکھا جائے - تو اللہ تعالےٰ یاد آئے -) کسی کو دیکھنا دو طرح کا ہوتا ہے - ۱ - ان آنکھوں سے دیکھنا - ۲ - باطن کی آنکھوں سے دیکھنا - طالبِ صادق شیخ کامل کو باطن کی آنکھوں سے دیکھتا ہے -

پنجابیوں کے ہاں وہ پیر بڑا ہے - جس کے ساتھ آدمی زیادہ ہوں - جس کی آمد پر زیادہ دیگیں پکائی جائیں - پنجاب میں بکثرت ایسے پیر ہیں - جن کو یہ پتہ نہیں کہ ہم نے ان سے بیعت کیوں لی ہے اور نہ ہی مریدوں کو علم ہے کہ ہم نے یہ پیر کیوں بنایا ہُوا ہے -

۲ - زندہ اور مُردہ - ہم بھی زندہ اور مردہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں - اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کے ہاں بھی یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں - ہم اس کو زندہ کہتے ہیں - جو روٹی کھائے - پانی پیئے - دفتر یا دوکان پر جائے اور کما کر لائے - بال بچوں میں بیٹھ کر کھائے - مُردہ وہ ہے جو نہ کھائے نہ پیئے - نہ کما کر لائے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے - آپؐ کا ارشاد ملاحظہ ہو -

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ متفق علیہ - (ترجمہ - حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - جو شخص اپنے پروردگار کا ذکر کرتا ہے اور جو شخص ذکر نہیں کرتا اس کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے -)

حضورؐ اللہ تعالےٰ کے عندیہ کی ترجمانی فرماتے ہیں - کیونکہ اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے - وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ○ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ○) سورہ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ - اور (حضور انورؐ) اپنے نفس کی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے - سوائے اس کے نہیں - کہ وہ (جو کچھ بھی آپ فرماتے ہیں) وحی ہوتی ہے - جو آپ کی طرف بھیجی گئی ہے) گویا اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کے ہاں ذاکر زندہ اور غافل مردہ ہے - خواہ وہ کھانا کھائے - پانی پیئے - دفتر یا دوکان پر جائے کما کر لائے -

اس بدقسمت شہر لاہور میں سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلمان کہلانے والے ایسے ہونگے جو اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ کے ہاں مردہ ہیں - ان کو ۲۴ گھنٹہ میں ایک دفعہ کلمہ طیّبہ پڑھنا بھی نصیب نہیں ہوتا - یہ بدقسمت ہیں اللہ تعالےٰ ان کو خوش قسمت بنائے - آمین یا الہ العالمین -

کوئی شخص گھر میں مردہ رکھنے کو تیار نہیں - باپ مرجائے تو بیٹے لاش کو گھر میں رکھنے کو تیار نہیں ہوتے - اسی طرح بیٹا مرجائے تو باپ لاش رکھنا گوارا نہیں کرتا - غرضیکہ ہر وارث لاش کو جلدی قبر میں دفن کرنا چاہتا ہے - تو کیا اللہ تعالےٰ نے جنّت مُردوں کے لئے بنائی ہے؟ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اندھا اور مُردہ ہونے سے بچائے - بینا اور زندہ بن کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے - آمین یا الہ العالمین -

۳ - سوہنا اور بدصورت - ہم سوہنا اس کو کہتے ہیں جس کا رنگ گورا ہو - دراز قد ہو - پستہ قد نہ ہو - آنکھیں موٹی ہوں - ہر شخص چاہتا ہے کہ بیٹا ہو تو سوہنا ہو - بیٹی ہو تو سوہنی ہو، بہو ہو تو سوہنی ہو - داماد ہو تو سوہنا ہو - اللہ تعالےٰ

اور اس کا رسولؐ اس کو سوہنا کہتے ہیں جس کا دل اور اعمال سوہنے ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ رواہ مسلم

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

ہم بھی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اور اس کا رسولؐ بھی خوبصورتی کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن ہماری پسندیدہ خوبصورتی اور اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ کی پسندیدہ خوبصورتی میں بہت بڑا فرق ہے۔

ابو لہب خاندانِ نبوّت کا چشم و چراغ ہے۔ صورت کا سوہنا ہے۔ اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اس کی کنیت ابو لہب تھی۔ معلوم ہوتا ہے مالدار بھی ہے۔ مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ (سورہ اللھب پارہ ۳۰)

ترجمہ۔ اس کا مال اس کے کام نہ آیا۔)

خانہ کعبہ عرب میں سب سے بڑی خانقاہ تھی۔ قریش اس کے مجاور سمجھے جاتے تھے۔ اس خانقاہ کا سب سے بڑا پیر عبدالمطلب تھا۔ ابولہب سب سے بڑے پیر کا بیٹا ہے۔ سیّد الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چچا ہے۔ چچا کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں۔ عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ (ترجمہ۔ آدمی کا چچا اس کے باپ کے مانند ہوتا ہے) یہ سب باتیں وجہ ترجیح ہیں۔ لیکن چونکہ لا الٰہ الا اللہ نہیں پڑھا تھا اس لئے اللہ تعالےٰ نے نام لے کر فرمایا۔ کہ ابو لہب دوزخ میں جائے گا۔

(تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ۝ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ۝

سورہ اللھب پارہ ۳۰

ترجمہ۔ ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔ اُس کا مال اور جو اس نے کمایا اس کے کام نہ آیا۔ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑے گا

اس کے برعکس حضرت بلالؓ کو لیجئے۔ وہ حبش کا باشندہ تھا۔ سیاہ فام تھا۔ ایک کافر کا غلام تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے ہاں اتنا مقبول تھا کہ مرنے سے پہلے اللہ تعالےٰ نے زندہ بلالؓ جنّت میں بنا کر رکھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو جنّت میں دیکھ کر آئے تھے کیونکہ حضرت بلالؓ مسلمان ہونے کے علاوہ حضور انورؐ کی مسجد مبارک کے مؤذّن تھے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ مؤذّن کی اذان کے باعث جتنے نمازی مسجد میں جمع ہوتے ہیں ان سب کی نماز با جماعت کا اجر نمازیوں کے علاوہ مؤذّن کو علیحدہ ملتا ہے اسی لئے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ کو یہ شرف اللہ تعالےٰ نے عطا کیا ہُوا ہے۔ کہ وہ مرنے سے پہلے ہی ایک طرح پر جنّت میں پہنچا دیئے گئے ہیں۔

اس آئینہ میں قوم کا مُنہ دیکھئے کہ اندھے۔ مردے اور بدصورت کتنے ہیں۔ اکثریت اندھوں۔ مُردوں اور بدصورتوں کی ہے۔ اگر مرض خطرناک ہو اور مریض اس کو معمولی سمجھے تو مرض ایک دن پیغامِ موت بن جائے گا۔ اسی طرح جو لوگ روحانی امراض میں مبتلا ہیں ان کو احساس ہی نہیں کہ مرنے کے بعد قبر جہنّم کا گڑھا بن جائیگی۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ایسا بن کر دُنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا وہ ہم کو بنانا چاہتا ہے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ نیک نیتی سے جو بھی اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آئیگا وہ خالی نہیں جائے گا۔ آج جو کچھ مَیں نے عرض کیا ہے یہ سب باتیں قابلِ غور ہیں۔ اگر یہ باتیں سمجھ میں آجائیں اور ان پر عمل کی بھی توفیق ہو جائے تو یہی اصلاحِ حال ہے۔ لیکن یہ باتیں اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر آنے سے سنی جاسکتی ہیں۔ یہ باتیں نہ دفاتر۔ نہ عدالتوں اور نہ سکولوں اور کالجوں میں سُنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو سدا اپنے دروازہ پر لائے۔ اور جو نہیں آتے ان کو آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

واقعہ یہ ہے کہ اولیائے کرام ہی صحیح معنوں میں انسان کو انسان بناتے ہیں۔ گھول کر کوئی نہیں پلاتا۔ آہستہ آہستہ ان کی صحبت میں رہنے سے رنگ چڑھ جاتا ہے۔ بشرطیکہ عقیدت۔ ادب اور اطاعت سے ان کے ہاں رہے۔ جو اس طریقہ سے ان کے ہاں رہے وہ جھولیاں بھر کر لے گئے۔ اور جو عقیدت۔ ادب اطاعت سے بے بہرہ تھے وہ بد قسمت محروم ہی رہے۔ اللھم لا تجعلنا منھم

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۱ دسمبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ تقریر فرمائی۔

اصلاح تعلق باللہ کے ۲ درجے

۱۔ ادنےٰ ۔ ۲۔ اعلےٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بعد۔ عرض یہ ہے کہ ہمارا یہ اجتماع جو اللہ تعالےٰ کے دروازہ پر ہوتا ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا مقصد اصلاحِ تعلق باللہ۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے ہمارا تعلق درست ہو جائے۔

اور یہی ہمارا اس جہان میں آنے کا امتحان ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط (سورہ الملک رکوع ۱ پارہ ۲۹) ترجمہ۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کس کے کام اچھے ہیں۔ کونسے اعمال سوہنے ہیں؟ سوہنے اعمال وہ ہیں جو معبودِ حقیقی کو پسند آئیں۔ اُوْصِیْ نَفْسِیْ اَوَّلًا وَّاِیَّاکُمْ بَعْدَہٗ (ترجمہ۔ مَیں پہلے اپنے آپ سے اور اس کے بعد آپ سے کہتا ہوں کہ) ایسے اعمال کی کوشش کرنی چاہئے۔ جو اللہ تعالےٰ کی نظر میں سوہنے ہوں۔

ایک چیز ختم ہوگئی۔ اب دوسری چیز عرض کرتا ہوں۔ انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ کہ جس چیز کو یہ چاہتا ہے اور مقصود بالذات بناتا ہے۔ یہ اس کے اعلیٰ درجہ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص تاجر ہے تو وہ چاہتا ہے کہ مَیں سب سے بڑا تاجر بن جاؤں۔ زمینداری کی طرف اس کا رُخ پھر جائے تو یہ چاہتا ہے کہ سب سے بڑا زمیندار مَیں ہی بن جاؤں۔ اگر علم کا سلسلہ ہے تو تعلیم جدید والا چاہتا ہے کہ کسی سکول کے معمولی استاد سے ترقی کرکے کسی کالج کا پہلے پروفیسر اور پھر پرنسپل بن جاؤں۔ تعلیم قدیم والا چاہتا ہے کہ مَیں سب سے بڑا عالم بن جاؤں۔ غرضیکہ جس طرف اس کا رُخ پھر جائے اس کے اعلےٰ درجہ پر پہنچنا انسان کی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی طرح اصلاح تعلق باللہ کے بھی بہت سے درجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کے اعلیٰ درجہ پر پہنچائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

ایک درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی اطاعت خوف سے کی جائے۔ یہ ادنےٰ درجہ ہے۔ اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کو محبوب سمجھ کر اس کے احکام کی اطاعت کرے دُنیا میں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً بچّہ پہلے ماں باپ کی اطاعت ڈر سے کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے۔ کہ اگر یہ کام نہ کیا تو امّاں مَاریگی یا ابّا مارے گا۔ جب بڑا ہو جاتا ہے تو محبّت سے دونوں کی اطاعت کرتا ہے۔ اب یہ دونوں کو اپنا بزرگ سمجھتا ہے۔ اور اپنا محسن سمجھ کر ان کی اطاعت کرتا ہے۔ اسی طرح شاگرد اُستاد کی اطاعت پہلے ڈر سے کرتا ہے۔ جب بڑا ہوکر کسی عزّت کے عہدہ پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اُستاد کی قدر کرتا ہے۔ اور اس سے محبت سے ملتا ہے۔ اور اُستاد کی مار کو یاد کرکے خوش ہوتا ہے۔ فارسی میں کسی نے کہا ہے۔ ع جورِ اُستاد بہ ز مہرِ پدر + انسان کی فطرت ہے کہ محسن کا ممنونِ احسان ہوکر اس کی اطاعت کرے۔ یہ جذبہ حیوانات میں بھی پایا جاتا ہے۔ بلکہ درندوں میں بھی ہے۔ شیر درندہ ہے۔ بلّی تو کبوتر کو پھاڑتی ہے۔ لیکن شیر بھینسے اور بیل کو ہی پھاڑ کر کھاتا ہے۔ لیکن شیر بھی اپنے محسن کا ممنونِ احسان ہوتا ہے۔

چڑیا گھر میں جا کر یہ نظارہ دیکھئے کہ شیر کو جو گوشت کھلانے والا خادم ہوتا ہے شیر اگر لیٹا ہُوا ہو اور وہ خادم بُلائے تو اس کی آواز پر جھٹ کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کے پاس آ جاتا ہے۔ وہ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اور یہ خاموش کھڑا دُم ہلاتا رہتا ہے۔ گویا کہ یہ اپنے محسن کے احسان کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔

اصلاح تعلق باللہ کا ادنےٰ درجہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کی اطاعت خوف سے کرے۔ نماز نہ پڑھی تو اللہ تعالےٰ دوزخ میں ڈالے گا۔ روزے نہ رکھے تو دوزخ میں ڈالے گا۔ دوزخ کے متعلق اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی ۝ سورہ الاعلےٰ پارہ ۳۰ ترجمہ۔ پھر اس میں نہ تو مرے گا اور نہ جئے گا۔

حضور انورؐ دوزخ کی آگ کے متعلق فرماتے ہیں۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ نَارُکُمْ جُزْءٌ مِنْ سَبْعِیْنَ جُزْءً کُلُّھُنَّ مِثْلُ حَرِّھَا (متفق علیہ) ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہاری آگ دوزخ کی آگ سے ستّر حصّوں میں سے ایک حصّہ ہے (ان انہتّر حصّوں میں سے) ہر حصّہ اس کی (تمہاری آگ کی) گرمی کے برابر ہے) دوزخ کے ڈر سے جو اللہ تعالےٰ کے اوامر نواہی کی تعمیل کرتا ہے۔ وہ بھی نجات پا جائے گا۔ اِس درجہ والوں کا ذکر قرآن مجید میں کئی جگہ آتا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔ (وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝ فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِکَ الْیَوْمِ وَلَقّٰھُمْ نَضْرَۃً وَّسُرُوْرًا ۝)

سورہ الدہر رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ - اور وہ اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ تو خاص اللہ کے لئے۔ نہ ہمیں تم سے بدلہ لینا مقصود ہے۔ اور نہ شکر گزاری۔ ہم تو اپنے رب سے ایک اداس (اور) ہولناک دن سے ڈرتے ہیں۔ پس اللہ اس دن کی مصیبت سے انہیں بچا لے گا اور ان کے سامنے تازگی اور خوشی لائے گا۔)

اعلےٰ درجہ کا ذکر اس آیت میں فرماتے ہیں (وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْاۤ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ) سورہ البقرہ رکوع ۲۰ پارہ ۲

ترجمہ - اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں۔ جن سے ایسی محبّت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیئے۔ اور ایمان والوں کو اللہ ہی سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

عبادت کا پُورا لطف بھی تب آتا ہے جب اللہ تعالےٰ محبوب ہو جائیں۔ یہ پہلے سے بلند درجہ ہے۔ حضورِ انور ؐ اللہ تعالےٰ کے محرم راز ہیں۔ آپ اس درجہ والوں کے متعلق اللہ تعالےٰ کی طرف سے اعلان فرماتے ہیں۔ جو حدیث کا انکار کرتے ہیں وہ درحقیقت قرآن مجید کا انکار کرتے ہیں وہ گمراہ ہیں اللہ تعالےٰ ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :-

(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ) سورہ النجم رکوع ۱ پارہ ۲۷

ترجمہ - اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے یہ وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔

مَیں اس کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ صرف اہل علم حضرات کے لئے اشارہ کر دیا ہے۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ تعالےٰ کے اعلےٰ تعالےٰ کے اعلےٰ درجہ والوں کے متعلق دو اعلانات ملاحظہ ہوں۔ یہ اُونچے درجہ کا نتیجہ ہے۔ جو قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔

پہلا اعلان

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَلِلْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ (رواہ مالک) وَفِیْ رِوَايَةٍ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِیْ جَلَالِیْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ)

ترجمہ - معاذ بن جبل رضؓ سے روایت ہے۔ کہا - مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہُوئے سُنا۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ میری محبّت ان لوگوں کے لئے واجب ہوچکی۔ جو آپس میں میری وجہ سے محبّت کرتے ہیں اور جو میری وجہ سے آپس میں مل بیٹھتے ہیں۔ اور جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ میرے جلال کے سبب جو لوگ آپس میں محبت کرتے ہیں اُن کے لئے (آخرت میں) نور کے منبر ہونگے۔ اور انبیاءؑ اور شُہداء ان پر رشک کرینگے۔

دُوسرا اعلان

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْيَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ - رواہ مسلم۔

ترجمہ - ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبّت کرتے ہیں۔ آج مَیں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دُونگا۔ آج میرے سایہ کے سوا اور سایہ نہیں ہے۔

یہ کتنا بلند مقام ہے۔ اللہ تعالےٰ یہ اعلان اس دن فرمائیں گے۔ جس دن کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔

عَنِ الْمِقْدَادِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ تُدْنَى الشَّمْسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسُ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِی الْعَرَقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُمُ الْعَرَقُ اِلْجَامًا وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ رواہ مسلم۔

ترجمہ - مقدادؓ نے کہا - مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے سُنا۔ آپ نے فرمایا قیامت کے دن سُورج لوگوں کے قریب ہوگا۔ یہاں تک کہ ان سے ایک میل کی مقدار کی بلندی پر ہوگا۔ پھر لوگ اپنے اعمال کے لحاظ سے پسینے میں ہونگے۔ بعض ان میں سے ایسے ہونگے جن کے ٹخنوں تک پسینہ ہوگا۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہونگے جن کے گھٹنوں تک ہوگا۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہونگے۔ جن کی کمر تک ہوگا۔ اور بعض ان میں سے ایسے ہونگے۔ جن کے مُنہ کے اندر لگام کی طرح ہوگا۔ اور آپؐ نے اپنے ہاتھ سے (لگام کی صورت دکھانے کے لئے اپنے مُنہ کی طرف اشارہ فرمایا)

مَیں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ آپ دُنیا میں جس عقل سے کام لیتے ہیں۔ اگر اسی عقل سے دین کے معاملہ میں کام لینگے تو نجات ہو جائے گی۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر فن میں کمال حاصل کرنے کے لئے اس فن کے باکمال کی صحبت میں مدت مدید تک رہنا پڑتا ہے۔ اگر ایک شخص اپنے بیٹے کو درزی بنانا چاہتا ہے تو وہ اس کو کسی ماہر درزی کی صحبت میں مدت مدید تک بٹھلائے گا۔ اگر لوہار کا کام سکھانا چاہتا ہے تو کسی ماہر لوہار کے ہاں بھیجے گا۔ ہر فن کا باکمال اپنے شاگرد کو کچھ لفظی ہدایات دیتا ہے اور کچھ کر کے دکھلاتا ہے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں۔ ہر فن میں یہی قاعدہ ہے۔

اِدھر بھی یہی قاعدہ ہے۔ ادنےٰ درجہ حاصل کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ نیکوں کی صحبت اختیار کی جائے۔ اعلیٰ درجہ میں بھی یہی قاعدہ ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی صحبت میں مدت مدید تک رہے۔ جن کو یہ درجہ حاصل ہے۔ ایک دفعہ مَیں چکوال جا رہا تھا۔ جس ڈبہ میں سوار تھا اس میں چند فوجی بھی تھے۔ اور ایک قوال بھی تھا۔ فوجیوں نے اس سے کچھ سُنانے کو کہا۔ تو اس نے ایک غزل شروع کی جس کا پہلا شعر یہ تھا ؎

عاشقاں را سہ علامت اے پسر
رنگ زرد و آہ سرد و چشم تر

میرے مربی حضرت دین پوری رحؒ کی یہی حالت تھی۔ وہ ذرا ذرا سی بات پہ رو دیا کرتے تھے۔

فارسی کا ایک اور شعر سُنیئے۔ ؎

بشنو از نے چوں حکایت می کند
واز جُدائی ہا شکایت می کند

ترجمہ - جب بانسری اپنی حکایت بیان کرتی ہے۔ تو اس کو سنو۔ وہ اپنے اصل سے جُدا ہونے کی شکایت کرتی ہے۔

کوئی اللہ والا کہتا ہے کہ بانسری جب بجتی ہے تو وہ در اصل اپنی جڑ سے کٹ جانے کی رو رو کر شکایت کرتی ہے۔

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات مورخہ ۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۸ دسمبر ۱۹۵۸ء

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ۔

آج کی تقریر کا عنوان ہے:

آسمانی تعلیم کی فقط انسان کو ضرورت ہے

انسان اپنے فرائضِ منصبی کو سمجھ ہی نہیں سکتا۔ جب تک کہ اسے آسمانی تعلیم نہ دی جائے۔ اس کے بغیر اس کا اپنے فرائضِ منصبی کو سمجھنا ناممکن ہے۔ آسمانی تعلیم کے بغیر نہ انسان اپنے فرائضِ منصبی کو سمجھیگا اور نہ ان کو بجا لائے گا۔ جو اس تعلیم سے ناآشنا ہیں وہ بدنصیب ہیں۔ اس سے تو بہتر تھا کہ ان کو مائیں نہ جنتیں۔ اور وہ اس دُنیا میں نہ ہی آتے۔ آپ ہزار ترقیاں کر جائیے اور زمین و آسمان کے قلابے ملائیے۔ لیکن اگر آسمانی تعلیم حاصل نہیں تو اللہ تعالےٰ کے ہاں آپ کی کوئی قیمت نہیں یہ سب ترقیاں دُنیا کے ساتھ وابستہ ہیں۔ مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔

انسان کی دو زندگیاں ہیں۔ ۱۔ دُنیا کی زندگی۔ ۲۔ مابعد الموت زندگی۔ آسمانی تعلیم دُنیا کی زندگی پر اس لئے کنٹرول رکھتی ہے کہ انسان کی مابعد الموت زندگی سنور جائے۔ اس دُنیا کی زندگی کی ضروریات کو تو حیوان بھی سمجھتے ہیں۔ مرنے کے بعد جو حالات پیش آنے والے ہیں ان کا پتہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ وہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ بنا کر انسانوں کو مابعد الموت کے حالات سے مطلع فرماتا ہے۔ اس لئے مرنے کے بعد پیش آنے والے حالات پر آسمانی کتاب کے سوا کوئی کتاب نہیں لوٹتی۔ مرنے کے بعد والی زندگی کے تمام مذاہب قائل ہیں۔ ہندو بھی اس زندگی کا قائل ہے۔ ہم کسی مرنے والے کے متعلق کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بہشت نصیب کرے۔ ہندو کہتا ہے پرماتما سورگ وچ واسا کرے۔ یعنی اللہ تعالےٰ بہشت میں جگہ دے۔ وہ بہشت کو سورگ اور دوزخ کو نرگ کہتا ہے۔ یہود اور نصاریٰ بھی بہشت اور دوزخ کے قائل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ یہود سے فرماتے ہیں۔

(قُلْ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّکُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ وَلَا یَتَمَنَّوْنَہٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ○)

سورہ الجمعہ ع ۱ پ ۲۸

ترجمہ۔ کہدو اے لوگو جو یہودی ہو اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو سوائے دوسرے لوگوں کے تو موت کی آرزو کرو۔ اگر تم سچّے ہو۔ اور وہ لوگ اس کی کبھی بھی تمنّا نہ کریں گے۔ بسبب ان (عملوں) کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے)۔ یہود سمجھتے تھے کہ ہم ہی جنّت کے ٹھیکہ دار ہیں۔ ان کے خیال میں مسلمان اور نصاریٰ جنّت میں ہرگز نہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتے ہیں۔ کہ اگر تم جنّت کے ٹھیکیدار ہو تو موت کی تمنّا کیوں نہیں کرتے تاکہ مرتے ہی جنّت میں پہنچ جاؤ۔ پھر خود ہی فرماتے ہیں کہ یہ ظالم موت کی ہرگز تمنّا نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ ظالم جانتے ہیں کہ ہماری بداعمالیوں کے باعث ہماری قبریں جہنّم کا گڑھا بنیں گی۔

مَیں عرض کر چکا ہوں کہ انسان کی دو زندگیاں ہیں۔ ۱۔ دُنیا کی زندگی۔ ۲۔ آخرت کی زندگی۔ انسان کے علاوہ جتنی جاندار مخلوق ہے۔ سب کی فقط ایک ہی دُنیا کی زندگی ہے۔ اس زندگی میں کوئی کامیاب ہوگا اور کوئی ناکامیاب۔ مرنے کے بعد کسی کی قبر بہشت کا باغ ہوگی اور کسی کی جہنم کا گڑھا۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ مِنَ الشّٰھِدِیْنَ۔ (ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ جو بلند و بزرگی والا ہے۔ وہ جو فرمائے وُہ بھی ٹھیک اور اُس کا معزز رسولؐ جو فرمائے وہ بھی ٹھیک اور ہم اس (صداقت) پر شہادت دینے والوں میں سے ہیں)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم ٹھیک فرماتے ہیں۔ اِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اَوْ حُفْرَۃٌ مِنْ حُفَرِ النَّارِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ۔ سوائے اس کے نہیں کہ قبر جنّت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک (آگ کا) گڑھا ہے۔)

کوئی بڑے سے بڑا سائنسدان اس کے متعلق کچھ کہہ سکتا ہے؟ ایٹم بم بنانے والوں کو پتہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ مابعد الموت جو حالات پیش آنے والے ہیں اس کے متعلق یہ سب اندھے ہیں۔ ان حالات کا اللہ تعالےٰ ہی کو علم ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں کو ان حالات سے مطلع فرما دیتے ہیں۔ اس وقت دُنیا میں سوائے قرآن مجید کے کوئی آسمانی کتاب محفوظ نہیں ہے۔ اور نہ کسی قوم کے پاس اپنے پیغمبر کے ارشادات محفوظ ہیں۔ صرف مسلمانوں کو ہی یہ شرف حاصل ہے۔ کہ ان کی آسمانی کتاب (قرآن مجید) بھی محفوظ ہے۔ اور حضورِ انورؐ کے ارشادات بھی محفوظ ہیں۔ مرنے کے بعد جو سوالات ہونگے ان کے متعلق حضور انورؐ کا ایک ارشاد ملاحظہ ہو۔ (حدیث شریف لمبی ہے۔ اس کا متعلقہ حصّہ مع ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِیْہِ مَلَکَانِ فَیُجْلِسَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَنْ رَّبُّکَ فَیَقُوْلُ رَبِّیَ اللّٰہُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا دِیْنُکَ فَیَقُوْلُ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ فَیَقُوْلُ ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ وَمَا عِلْمُکَ فَیَقُوْلُ قَرَأْتُ کِتَابَ اللّٰہِ فَاٰمَنْتُ بِہٖ وَصَدَّقْتُ الحدیث۔

ترجمہ۔ براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ پس وہ اس کو بٹھاتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ میرا رب اللہ ہے۔ پھر فرشتے پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ پوچھتے ہیں۔ جو شخص تمہارے پاس بھیجا گیا تھا۔ وہ کون ہے۔ وہ کہتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے رسولؐ ہیں۔ پھر وُہ اس سے کہتے ہیں۔ تمہیں کس طرح علم ہُوا وہ کہتا ہے مَیں نے خدا کی کتاب (قرآن مجید) پڑھی۔ اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی)

ان سوالات کے جواب وہی صحیح دے سکے گا۔ جس نے دُنیا میں قرآن مجید پڑھا ہوگا۔ جن بدنصیبوں نے قرآن مجید کبھی نہیں پڑھا۔ ان کے جواب کا ذکر اسی حدیث میں آگے آتا ہے وہ تینوں سوالوں کا ایک ہی جواب دینگے۔ ھاہ ھاہ لا ادری (ترجمہ۔ ہائے ہائے میں نہیں جانتا)

وہ قومیں بدنصیب ہیں جن کے پاس نہ اپنی آسمانی کتاب موجود ہے اور نہ ان کو قرآن مجید پر ایمان نصیب ہوا۔ جن کو ایک وقت روٹی ملتی ہے ان کی دُنیا کی زندگی بھی بسر ہو ہی جاتی ہے۔ آرام سے نہ سہی تکلیف سے ہی سہی۔ اگر اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرامین پر ایمان تھا اور حسب توفیق عمل بھی کرتے رہے تو قبر بہشت کا باغ بن جائے گی۔ لیکن اگر دُنیا میں عیش و آرام کے سارے سامان تو میسّر تھے مگر نہ دل میں ایمان تھا اور نہ عمل صالحہ کی توفیق تو قبر جہنّم کا گڑھا بن جائے گی۔

صحیح معنوں میں انسان وہ ہے جو اپنے فرائض منصبی کو سمجھے۔ گاڑیبان بیل کو اور کوچوان گھوڑے کو مارتا ہے اگر وہ اپنی ڈیوٹی اچھی طرح نہ دے۔ اے انسان! کیا تیری بھی کوئی ڈیوٹی ہے یا نہیں؟ یا تو فقط پیشاب اور پاخانہ بنانے کی ہی مشین ہے؟ اللہ تعالےٰ پاکیزہ اور عمدہ چیزیں بناتا جائے اور تو ان کو کھا پی کر پیشاب اور پاخانہ بناتا جائے۔ پانی پاک تھا۔ اے خبیث انسان! تیرے پیٹ میں گیا تو ناپاک ہوگیا۔ مُرغ پاک تھا تیرے پیٹ میں گیا تو پلید ہوگیا۔ اے انسان! یاد رکھ سؤر کے لئے دوزخ نہیں ہے۔ کُتّے کے لئے دوزخ نہیں ہے۔ لیکن اگر تو فرائض منصبی کو پُورا نہیں کرتا تو تیرے لئے دوزخ ہے۔

فقط قرآن مجید ہی فرائض حیاتِ انسانی بتلاتا ہے۔ قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں کا ناسخ ہے۔ اور اسلام تمام آسمانی مذاہب کا ناسخ ہے۔ بدنصیب ہیں وہ جو قرآن مجید سے بے بہرہ ہیں۔ دوسری قوموں کو تو جانے دیجئے مسلمانوں کی اکثریت ایسے ہی بدنصیبوں کی ہے۔ ان کو اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو تعلیم دلانے کا بڑا شوق ہے۔ لیکن قرآن مجید کی تعلیم دلا کر ان کو جہنّم سے بچانے کی فکر نہیں ہے۔ مجھے اس کا بڑا دُکھ ہے۔ گوش ہوش سے سُنئے۔

اگر آپ پیرس۔ برلن۔ ٹوکیو وغیرہ یونیورسٹیوں سے ڈگریاں تو حاصل کرلیں لیکن قرآن مجید سے جاہل ہیں تو مرنے کے بعد قبر جہنّم کا گڑھا بن جائے گی۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان باتوں کی سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

مَیں لاہور میں ایک مرتبہ سریاں اچھربال والے بازار سے کشمیری بازار کی طرف آرہا تھا تو راستہ میں ایک دوکان کے چبوترہ پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ مَیں ان کے پاس سے گزرنے لگا۔ تو انہوں نے مجھے کلائی سے پکڑ لیا اور فرمایا۔ تشریف رکھئے۔ مَیں بھی اسی دروازہ کا غلام ہوں جس کے آپ ہیں۔ مَیں سمجھ گیا۔ کہ یہ اہل اللہ ہیں۔ اس لئے انہیں میرے پیر بھائی ہونے کی خوشبو آئی ہے۔ مَیں ان کے پاس بیٹھ گیا۔ تو فرمایا کہ مَیں یہاں بیٹھا رہتا ہوں۔ اور لوگ گزرتے رہتے ہیں۔ ان میں سے کوئی سؤر نظر آتا ہے اور کوئی کُتّا۔ اور کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔ یہ بزرگ فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ بی۔ اے پاس ہوگئے تو آپ انسان بن گئے۔ جو اللہ تعالےٰ کے احکام کا پابند نہیں وہ سب کچھ ہوگا مگر انسان نہ ہوگا۔ کیا بندر کو انسانی لباس پہنا دیا جائے تو وہ انسان بن جائے گا؟

ایک دوسرے بزرگ ہیں وہ زندہ ہیں وہ بھی مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ مَیں جب آپ سے ملنے کو آتا ہوں تو راستہ میں کوئی سُؤر اور کوئی کُتّا اور کوئی بھیڑیا نظر آتا ہے۔ مَیں نے اس قسم کے بزرگوں کا پتہ لاہوریوں کو کبھی نہیں بتلایا۔ یہ ان کو ستاتے ہیں۔ ان کو تمیز ہی نہیں کہ اللہ والے کس کام کے لئے ہوتے ہیں ؎

قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری

آپ کے ہاں ترقی کے معنی ہیں۔ کہ انسان خوب کمائے اور خوب کھائے پیئے۔ جو پیٹ کے دھندے میں ہی سارا دن پھنسا رہے گا وہ آخرت کے لئے کچھ نہ کر سکے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مرنے کے بعد قبر جہنم کا گڑھا بن جائے گی۔ قبر کے حالات کا مشاہدہ کرنے کے لئے باطن کی آنکھوں کی ضرورت ہے۔ وہ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو آئیے ع

درِ فیضِ محمدؐ وا ہے آئے جس کا جی چاہے

ہندوستان میں ایسے اولیاء کرام موجود ہیں جن کی صحبت اور تربیت سے باطن کی بینائی پیدا ہوسکتی ہے۔ ان کے ہاں مَیں تمہیں لے جا کر بٹھاؤنگا اور عرض کروں گا۔ کہ حضرت! ان کی تربیت فرما دیجئے۔ وہ جب تمہاری تکمیل فرما کر تمہیں کامیابی کی ڈگری دینگے تو پھر ایک منٹ سے پہلے قبر دیکھ کر بتلا سکو گے کہ اسلامی مقبور کی قبر جنّت کا باغ اور اس کی جہنّم کا گڑھا بنی ہُوئی ہے۔

باطن کا بینا لاکھوں میں کوئی ہوگا۔ تم کہتے ہو بینا سارے۔ اندھا کوئی کوئی۔ مَیں کہتا ہوں اندھے سارے۔ بینا کوئی کوئی۔ اللہ تعالےٰ بھی باطن کے اندھوں کو اندھا کہتے ہیں۔ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ۔

سورہ الحج ع ۶ پ ۱۷

ترجمہ۔ پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔) انسان یا تو خود بینا ہو اور اگر خود اندھا ہے تو کسی بینا کے ہاتھ میں لاٹھی دیدے۔ ورنہ خطرہ ہے کہ کسی گڑھے میں نہ گر جائے۔ دین میں بھی یہی قاعدہ ہے یا تو خود عالمِ قرآن ہو یا کسی عالمِ قرآن کے دامن سے وابستہ رہے۔ اور ہر معاملہ میں اس کے مشورہ سے قدم اُٹھائے۔ اگر نہ خود عالمِ قرآن ہو اور نہ عالمِ قرآن سے وابستہ ہو تو شیطان اس کو سیدھے راستہ پر نہیں رہنے دے گا۔ اسی لئے ضرورت ہے کہ پیر بھی باطن کا بینا ہونا چاہیئے۔ وہ جدھر چلائے آنکھیں بند کرکے چلا جائے۔ انشاء اللہ منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔

مَیں عرض کرچکا ہوں کہ انسان کی دو زندگیاں ہیں۔ ۱۔ دُنیا کی زندگی۔ ۲۔ مرنے کے بعد کی زندگی۔ مرنے کے بعد جو حالات پیش آنے والے ہیں۔ ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے دُنیا میں کس قسم کے اعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ اور اس کا رسولؐ ہی انسان کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ جب قبر میں عذاب آئے گا تو سر کی طرف سے قرآن مجید آڑے آ جائے گا۔ دائیں طرف سے نماز۔ بائیں طرف سے روزہ اور پاؤں کی طرف سے صدقات و خیرات آڑے آئیں گے۔

مسلمانوں میں کتنے ہیں جن کو ان باتوں

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

(بقیہ حلقہ احباب صفحہ ۱۶ سے آگے)

اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ مسلمان

رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: لوگوں میں سے اللہ کے ہاں سب سے پسندیدہ وہ ہیں جن سے مسلمانوں کو خوشیاں ملیں یا ان سے تکلیف دور ہو یا ان سے قرض کی ادائیگی ہو یا ان سے بھوکوں کی بھوک دور ہو۔ اور جو اپنے مسلمان بھائی کی ضرورت پوری کرنے چلا یہاں تک کہ وہ ضرورت پوری ہو جائے اللہ تعالیٰ اس دن اسے ثابت قدم رکھے گا جس دن قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔ پس بے شک بد خلقی اعمال کو اس طرح برباد کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو برباد کر دیتا ہے۔ (صحیح الجامع)

قیامت کے دن صدقہ دینے والوں کا اعزاز

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن جب تک لوگ حساب و کتاب میں مبتلا رہیں گے صدقہ دینے والے اپنے صدقے کے سائے میں ہوں گے۔

(مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ)

(بقیہ۔ مجلس ذکر صفحہ ۱۱ سے آگے)

کا پتہ ہے؟ اکثریت کو اس کا پتہ ہی نہیں۔ وہ کتنے بد نصیب ہیں جن کو مرنے کے بعد پیش آنے والے حالات کا احساس ہی نہیں۔ شیطان اگرچہ مردود ہے لیکن بڑا عقلمند ہے۔ علمائے کرام گلے پھاڑ پھاڑ کر دین کی طرف بلاتے ہیں لیکن بہت کم آتے ہیں۔ شیطان بے حیائی کے اڈوں کی طرف صرف اشارہ کر دیتا ہے تو بے شمار آدمی دوڑتے ہوئے جاتے ہیں۔ علماء کرام کی وجہ سے اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات بری الذمہ ہو ہو رہی ہے۔ اور بد نصیبوں پر اتمام حجت ہو رہا ہے۔ تاکہ قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکیں مَاجَآءَنَا مِنْ بَشِیْرٍ وَّلَا نَذِیْرٍ الآیہ

سورہ المائدہ رکوع نمبر ۳ پارہ نمبر ۶

ترجمہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا نہیں آیا۔

آج میں نے جو کچھ عرض کیا ہے۔ یہ "خدام الدین" میں چھپ جائے گا۔ ہر ہفتہ چار آنے خرچ کر کے ایک پرچہ لے جایا کریں۔ اگر بیوی اور بچے پڑھے ہوئے ہیں تو ان سے کہو کہ پڑھ لیں۔ اگر وہ خود نہیں پڑھ سکتے تو ان کو پڑھ کر سنا دیا کرو۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا الآیہ۔ سورہ التحریم رکوع نمبر ۱ پارہ نمبر ۲۸

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

آپ یہاں آتے ہیں اور آپ کے بیوی بچے نہیں آتے۔ اگر آپ ان کو رسالہ لے جاکر دے دیتے ہیں تو آپ بری الذمہ ہو جائیں گے۔ ورنہ آپ مجرم ہیں۔ "خدام الدین" بکے یا نہ بکے۔ مجھے اس کی پروا نہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن آپ بری الذمہ ہو جائیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو آخرت کی زندگی میں کامیاب بنانے والے اعمال کر کے دنیا سے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔